مصنف: ملا وجہی
قصہ حسن و دل
مرتبہ
جاوید وششٹ

قصۂ حسن و دل

(یعنی "سب رس" ملخص)

مصنّف

ملّا وجہی

مرتبہ

جاوید وششٹ

صدر شعبۂ اردو، دلّی کالج، (دلّی یونیورسٹی) دہلی

ناشر

اعتقاد پبلشنگ ہاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی

(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں)

بار اوّل	.....	سنہ ۱۹۶۵ء
تعداد	.....	ایک ہزار
کتابت	.....	عزیز بستوی
سرورق	.....	فیروز (آرٹسٹ) کلاں محل دہلی
طباعت	.....	سن رائز لیتھو پریس ۲۲۸ بلیماران دہلی
منجانب	.....	اعتقاد حسین صدیقی اردو بازار دہلی
قیمت	.....	چھ روپے Rs 6.00

نام مرتب	.....	شیو پرشاد وششٹ جاوید
مولد:-	.....	فتح پور بلوچ ضلع گوڑگاؤں (پنجاب)
پیدائش	.....	۲۶ ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء

دیگر تصانیف

۱:- شعلۂ تشنگی (مجموعہ کلام) مطبوعہ - ۲:- ملّا وجہی کے انشائیے (زیر تحقیق)

۳:- برہ کے میگھ ملہار (لوک گیت) زیر ترتیب - ۴:- دیپک جوت پتنگا - (ایک تمثیل) زیر ترتیب

۵:- میر کی جنسیاتی شاعری (" ") ۶:- ولی کا محبوب (ہندی) " "

انتساب

میں ملا وجہی کے اس "قصۂ حسن و دل" کو،

اس "وحی" اور اس "الہام" کو،

معرفت کے اس "جام" کو

اس تمام "راز" اور اس تمام "اعجاز" کو

اس "گنج العرش" اس "بحر المعانی" کو

اہل دل کے اس "یار جانی" کو

اپنے استاد محترم بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب مرحوم

کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں

فن کار کی محنت نہیں سرمایہ خزاں کا
یہ خون جگر رنگ بہاراں کے لئے ہے

نیاز مند آگیں

جاوید وششٹ

ترتیب

انتساب	ص ۳
وحی اور الہام	ص ۵
گنج العرش	ص ۹
بحر المعانی	ص ۲۹
قصہ حسن و دل	ص ۱۰۱
فرہنگ	ص

وجہی — اور — الہام

سنہ ۱۹۴۶ء میں دلّی یونیورسٹی میں اردو کا ایم۔ اے شروع ہوا تو شعبۂ اردو نے دکنی اردو پڑھانے کے لئے بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم کی اعزازی خدمات حاصل کر لیں، شرط یہ تھی کہ طلبا کو ان کے دولت کدہ (دریا گنج میں) پر ہی پڑھنے جانا پڑے گا۔ میں نے فارسی چھوڑ کر اردو میں داخلہ لے لیا۔ ہماری کلاس مولوی صاحب کے ہاں پڑھنے جانے لگی۔ پہلے سبق کا آغاز "سب رس" سے ہوا۔ وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے۔ کہ ملا وجہی کی صحیح قدر و قیمت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ "سب رس" کا "قصۂ حسن و دل" اس طرح ترتیب دیا جائے کہ اس میں تسلسل قائم ہو جائے۔ اور "پند و موعظت کے دفتر" کو مضامین ملا وجہی کی شکل میں مرتب کیا جائے۔ مگر افسوس ۱۹۴۷ء میں ، ، . . . . یہ سلسلہ درس ہی ختم ہو گیا۔

اٹھارہ (۱۸) سال کے بعد آج مولوی صاحب کی اس خواہش کو پورا کرنے کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے۔

ملّا وجہی قدیم دکنی ادب کا پیغمبر ہے۔ اس نے اپنی پیغمبری کا دعویٰ بھی کیا ہے اور "سب رس" کو ایک الہامی صحیفہ قرار دیا ہے کہ:-

"یو تمام وحی ہے الہام ہے۔"

لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے فتاحی کی مثنوی "دستورِ عشاق" اور اس کے نثری خلاصہ ـــ "قصہ حسن و دل" ـــ کی داستان چھیڑ کر اس کی پیغمبری کا بھرم کھول دیا... لیکن اس کے باوجود ملا وجہی کی استادی کا لوہا سب نے مانا ہے۔

"گنج العرش کے عنوان سے میں نے وجہی اور "سب رس" سے متعلق اپنے ذاتی تاثرات کو پیش کیا ہے۔ اس کے بعد "بحر المعانی" کے عنوان سے طلبا کی سہولت کے لئے وجہی سے متعلق مختلف موضوعات کو ترتیب دے کر ایک واقعاتی انڈکس کے طور پر شامل متن کر دیا ہے۔ اور قصہ حسن و دل کے خاتمہ پر فرہنگ ہے۔ اس میں بھی کافی الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور سب سے آخر میں جملہ عربی جملے اور اقوال جو موجود متن میں آئے ہیں ان کی تشریح بھی شامل کر دی ہے۔ اس کے لئے میں اپنے دوست مولانا عبداللطیف اعظمی صدر شعبہ عربی، دلی کالج، دلّی کا شکر گذار ہوں۔

میرے نزدیک "حسن و دل" کی یہ داستان مقفّیٰ و مسجع ہونے کے باوجود زبان و بیان کے لحاظ سے بجا طور پر دکن کی "باغ و بہار" کہلانے کی مستحق ہے۔

قصے کے تسلسل کو قائم رکھتے وقت میں نے عمداً کہیں کہیں وجہی کے "پند و موعظت" کے دفتر سے بھی دو چار جملے شامل متن کر دیے ہیں۔ مثلاً ہمت جب نظر کو آب حیات کا پتہ بتاتا ہے تو وہ شاہ عشق کا ذکر کرتے

کرتے عشق و حسن کا موازنہ بھی کرنے لگتا ہے۔ میں نے اس موازنہ کو حذف کر دیا ہے مگر عشق سے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس قصے میں داخل کر دیا ہے:۔

"عشق اس کا ناؤں، ہر دل میں اس کا ٹھاؤں۔ سب سوں جوڑیا، کسی سوں نیں توڑیا۔ کیتا کریں گے بیان، اگر ملیں گے ہر دو جہان۔ عشق آپ بھاوتا، عشق مدماتا۔ عشق خدا کوں اپڑاتا عشق خدا کہواتا۔ عشق کوں نہ کچھیں کی فکر نہ اگلے کا اندیشا۔ عشق سرمست بے پروا اس کا ریشا ریشا۔ عشق کس تی نہ ڈرے، عشق خوشی بھاوے سو کرے۔ بیت:۔

دو شاہ عشق ہے جو سب جہان اس کا ہے

ستارے، چاند، سورج، آسمان اس کا ہے

القصہ اس عشق بادشاہ کوں ...... ایک بیٹی ہے"

آداب داستان گوئی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا کرنا ناگزیر بھی تھا۔

میں ملا وجہی کے اس پند و موعظت کے دفتر کو بھی الگ کتابی صورت میں۔ ملا وجہی کے انشائیے ___ کے عنوان سے ترتیب دے رہا ہوں جس نے قصہ حسن و دل کی کڑیوں کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وجہی کے انشائیے (ESSAYS) بھی بہت حسین ہیں اور ہر اعتبار سے مکمل ہیں۔ وجہی صحیح معنوں میں اردو کا سب سے پہلا انشائیہ نگار (ESSAYIST) ہے۔ اس کے موضوعات بھی رنگا رنگ مگر معصوم ہیں۔ مثلاً عقل، عشق، حسن، شراب، بادشاہ، دنیا، نماز، حیا، تلوار وغیرہ جتنے اکہرے عنوان ہیں اتنے ہی تہہ دار انشائیے ہیں۔

سب رس میں مراٹھی زبان کا اثر غالب ہے۔ میں اپنے مراٹھی ٹیوٹر

شری گجانن راؤ ہلوے کا بہت ممنون ہوں کہ ان کی رہنمائی میں مجھے سب رس کی فرہنگ پر نظر ثانی اور اس میں الفاظ کا اضافہ کرنے میں کافی سہولت ملی۔ تاہم ابھی کچھ الفاظ ایسے بھی رہ گئے ہیں جو شرمندۂ معنی نہ ہو سکے۔ نیز ان کی مدد سے اس کتاب کو ہندی رسم خط میں بھی لکھا جا رہا ہے۔

سرورق کی صوری و معنوی خوبیاں میرے آرٹسٹ دوست "فیروز" صاحب کی مرہون منت ہیں علاوہ ازیں میرے عزیز شاگرد انیس حسن صاحب (ایم۔ اے)، کی تحریک پر اس قصہ "حسن و دل" کو بڑی خوش سلیقگی کے ساتھ جناب اعتقاد حسین صاحب صدیقی نے طبع کیا ہے۔ ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ان کے اس مخلصانہ کارنمایاں کے سامنے کمتر سمجھتا ہوں۔

گنج العرش ہو

ملّا وجہی ایک رنگیلے بادشاہ کا رنگیلا درباری شاعر تھا۔ ملک الشعراء تھا۔ "جیسا راجہ ویسی پرجا" کے مصداق وہ بھی دُختِ رز کا دلدادہ اور "رند شاہد باز تھا" اور "بھوگ بلاس" میں یقین رکھتا تھا۔ مثنوی "قطب مشتری" میں بھاگ متی اور محمد قلی کے شاہی معاشقے کو نظم کرنا وجہی کے دو شدید رجحانات کی غمازی کرتا ہے، ایک رجحان "درباداری" کا ہے اور دوسرا "جنسی"۔ دوسرے رجحان کی شدت نے، جو پہلے رجحان کے ساتھ ساتھ "سب رس" میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے، ڈاکٹر اختر اورینوی سے یہ کہلوا لیا کہ "سب رس" فرائڈ کی نفسیات کی پیش رو ہے"۔

عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر کہ "انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا" وجہی نے قصہ حسن و دل کی تخلیق کی۔ اور اس قصے کے دوران اس نے اپنی زندگی کے جملہ تجربات "پند و موعظت کے دفتر" کی صورت میں داخل متن کر دیئے۔ اسی لئے شاید اس نے اس کا نام سب

رس" رکھا تھا۔

(۱) مشہور امریکن مفکر امرسن لکھتا ہے کہ آغاز ہستی سے انسان ہمیشہ اس کاوش میں رہا ہے کہ پاکیزگی اور نیکی کو خوش گواری اور لذت سے الگ رکھے اور ہمیشہ اس کوشش میں ناکامیاب رہا ہے۔ وجہی اگر اس کوشش میں کامیاب ہو گیا ہوتا تو ہرگز اس کی لذت کوشی کی طرف دھیان نہ جاتا۔ خان رشید صاحب واضح طور اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ "(۲) ایک بات جو وجہی کے یہاں قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ وجہی کی عریاں نگاری محض رسمی نہیں بلکہ اس کے یہاں ایک طرح کی لذتیت کا عنصر پایا جاتا ہے۔(۲) ۔ لیکن ساتھ ہی اس کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں کہ "اس کا سبب صرف وجہی کا بڑھاپا ہے۔ اور وہ بڑھاپے کی ایک ایسی منزل پر پہنچ چکے تھے جب پردہ داری کا زیادہ خیال نہیں ہوتا۔ یہی وہ منزل ہے جس کے بارے میں ماہر جنسیات کہتے ہیں جنس کی لذتیت عریانی اظہار میں آ جاتی ہے"۔ خان رشید صاحب کا یہ تجزیہ کہ اس کا سبب صرف وجہی کا بڑھاپا ہے، صحیح نہیں ہے۔ شاید انھوں نے "بڑھاپے" اور "نامردی" کو ایک ہی سمجھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ بوڑھا آدمی نامرد بھی ہو لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص جوانی میں ہی نامرد ہو گیا ہو تو ایسے جوان کے ہاں بھی عریانی اظہار جنسی لذتیت کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ لہٰذا محض بڑھاپے کو عریانی اور فحاشی کا سبب قرار دینا غلط ہے۔ رجب علی بیگ سرور "فسانۂ عجائب" میں شب زفاف کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

" ایام وصل میں ہم پیٹے ہیں جیسے اس سے
یوں وصلی کے بھی کاغذ چسپاں بہم نہ ہوں گے

(۱) اردو کی عشقیہ شاعری از فراق گورکھپوری ص۴۲ (۲) اردو کی تین مثنویاں از خان رشید ص۳۵-۳۴

خواہش کو اضطرار، حیا مانع کار، شرم برسر تکرار، دونوں کے دم چڑھ گئے تھے، جنگ زرگری کا وزردیاں کر رہے تھے۔ شہزادی موقع پر ہاتھ نہ لگانے دیتی تھی، جب بے بس ہو جاتی تو چٹکیاں لیتی تھی۔ گاہ کہتی تھی اے صاحب اتنا کوئی گھبراتا ہے کبھی خود اٹھ کے دیکھتی بھالتی تھی کوئی دم یوں ٹالتی تھی۔ آخرکار غنچہ سربستہ تمنائے دراز بحرکت نسیم وصل شگفتہ وخنداں ہوا اور دُرِ ناسفتہ درجِ شہریاری، رشک عقیق یمن، غیرت دِہ لعل بدخشاں ہوا بقول فردوسی ؎

چناں بردو آوردو آورد و برد

کہ وایہ ز حسرت پس پردہ مرد" (فسانہ عجائب ص ۹۴)

میر امن بھی "باغ و بہار" میں عریانی و فحاشی سے گریز نہیں کرتا۔ "بے شرمی سے شہوت کے غلبہ میں میرے روبرو اس بندو رنی سے صحبت کی اور وہ چڑیل بھی نیچے پڑی ہوئی نخرے کرنے لگی اور دونوں میں چوما چاٹی ہونے لگی۔" (ص ۳۰۰)

ملا وجہی "سب رس" میں حسن و دل کی "سہاگ رات" کا نقشہ یوں پیش کرتا ہے:۔

"پانوں میں پانوں، سینے سوں سینہ، اُدھر پہ ادھر، ہات میں ہات، دونوں مل یوں سوتے جانو ایک وجود ایک ذات۔ نازاں تی گھونگھٹ کھولے، غمزیاں تی باتاں بولے ...... مروت چلبلنے لگی، محبت آنکھیاں میں گھلنے لگی۔ بنگڑیاں شور کیاں گھنگرو غل اُچائے، کمرتی زر کمر کھلیاں ہاراں سینے پر وندلاتے ......

دو چار پیالے شراب کے پیتے۔ دنیا میں جو کچھ کرتے سو کئے غمزے کرے بلا کرے، بہت غلبلا کرے۔ غنچہ کھلیا پھول ہوا سب تن بیج ہوئی گلاں کا چمن۔ الماس سوں کھودے یاقوت کا کھن، بھار نکل آئے لعل رتن۔ یاقوت کے ریزیاں کی طبلی پھٹی، دھن ہانک ماری چلچلا کر اٹھی۔ دل بادشاہ چتر جوہری بہت شانا، بیندھیا ان بیندھا موتی کا دانا حسن نار کری رونے کے بہانے، دل لگیا گلے لالا سمجھانے۔ روتی تھی سو یکایک ہنس پڑی، بھی اپس میں دونچہ گلے لگنے لگی گھڑی گھڑی بھی وہی محبت وہی پیار، ایکس پر ایک صدقے ایک بلہار۔"

اب ذرا منظوم داستانوں کے یہ مقامات ملاحظہ کیجئے۔ میر حسن نے مثنوی "سحرالبیان" میں شب وصل کا منظر اس طرح پیش کیا ہے ؎

"غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو — چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو
لیا کھینچ انھوں نے جو پردہ شتاب — چھپے ایک جا دو مہ و آفتاب
لگے ہونے پردے میں جو چھیڑ چھاڑ — در حسن کے کھل گئے دو کواڑ
لبوں سے ملے لب دہن سے دہن — دلوں سے ملے دل بدن سے بدن
لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ — چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ
کسی کی گئی چولی آگے سے چیل — کسی کی گئی چین ساری نکل" (ص

دیا شنکر نسیم نے "گلزار نسیم" میں اسی منظر کو اپنے مخصوص انداز ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے ؎

"یہ کہہ کے لبوں سے قند گھولے — مستی نے دلوں کے عقدے کھولے
کاوش پہ ہوا، گہر سے الماس — غنچہ نے بجھائی اوس سے پیاس

واں غنچہ، یاسمن تھا گلنار — یاں دامن سرِ وار غواں زار

واں صبح صفا تھی گل بداماں — پھولی رخ مہر پہ شفق یاں

کیا آگے لکھوں کہ اب سرِ دست!

ہوتا ہے دوات میں قلم مست ! (ص ۲۱)

اب "قطب مشتری" میں ملا وجہی کا بھی ٹھاٹھ ملاحظہ کیجیے ـ

"گئے شاہ و عاروس خلوت منے — لگے دونوں عیش ہور عشرت منے

سو دھن کو گلے شاہ لانے لگے — یکس سوں سو یک لٹ پٹانے لگے

گھنگٹ کھول بوسے لئے ذوق سوں — سو چولی کے بند توڑ سب شوق سوں

کدھیں ہات موں پر دھرے لاج تے — کدھیں کے نہ کر سوں عشق آج تے

سکی کوں بہوت پھند سوں سیٹرے کر — دو رانان کی بندشں منے اس جکڑ

جو شہ کیلی دبٹے قفل لے تلار — کھلے دھن کے طبلے سو لعل آئے بہار

شہنشہ سو دھن سیج پر آئیں کتی ! — سرانا جو تھا سو ہوا پائنتی ! !

سہاتے تھے شہ دھن سوں اس وقت یوں — کہ ہرنی کو لے بیٹھا باگ جیوں !

چلا تنگ کو نچے میں شہ کا ترنگ — ہوا سست آخر کہ تھا ٹھار تنگ

کھلا پھول تن کا مدن باؤ تے — کہ خوش ہے وو سنبھوگ کے چاؤ تے

چنچل چلبلا جو اٹھی شور کر — سرانا چلا پائنتی کے ادھر

پری کا چھٹن شہ اچھٹے اس سوں جب

بچھانا ہوا گھانگرا گھول سب" (ص ۱۰۴)

یاد رہے کہ یہ محمد قلی قطب شاہ اور اس کی چہیتی بھاگ متی کے وصال کی شب ہے ـ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر بادشاہ نے ایک درباری شاعر کی اس جسارت، اس جرأت رندانہ یا گستاخی کو کیسے گوارا کر لیا ؟ دربار

داری کے آداب اور قرینے کیا ہوئے؟ اور بھی حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ بادشاہ ناراض ہونے کے بجائے شاعر کو داد و تحسین سے نوازتا ہے اس کا جواب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ بادشاہ چونکہ عیاش اور عشرت پرست تھا اس لئے وجہی کی عریانی و فحاشی کو نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ اسے عظیم فنکار تسلیم کر لیا۔ محمد قلی اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ ہماری منظوم یا منثور داستانیں جنسی جبلت کو اس کے صحیح مقام پر ابھارتی ہیں مگر خام حالت میں۔ یہی عریانی و فحاشی کا روپ دھار لیتی ہے اور یہ عنصر دنیا بھر کی عشقیہ لوک کتھاؤں اور داستانوں میں اپنا خصوصی رنگ پیدا کر دیتا ہے۔

جس طرح شاعری کا آغاز لوک گیتوں سے ہوتا ہے اسی طرح ادبی داستانوں کی ابتدا لوک کتھاؤں سے ہوتی ہے۔ لوک گیت اور لوک کتھائیں سینہ بہ سینہ نسلاً بعد نسلٍ انسانی سماج اور معاشرے میں ان پڑھ مرد عورتوں میں ایک سیال صورت میں زندہ رہتی ہیں۔ یعنی ہر دور میں گیتوں اور کتھاؤں کی چھب تختی بدلتی رہتی ہے اس لئے کہ گیت کار یا کہانی کار کوئی فرد نہیں ہوتا بلکہ پوری جماعت ہوتی ہے۔ غرض داستان اور گیت وقت کے ساتھ ساتھ اپنا چولا بدلتے رہتے ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر کبھی کبھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وجہی نے فتاحی کے قصہ حسن و دل کو پڑھ کر کچھ ایسا تاثر قبول کیا ہو کہ یہ قصہ ایک لوک کتھا ہے جسے فتاحی نے اپنے انداز میں فارسی میں پیش کر دیا ہے اسی لوک کتھا کو وجہی نے "سب رس" میں "زبان ہندوستان" میں تخلیق کیا ہے۔ اور فتاحی کی طرح وجہی نے بھی اپنی تصنیف میں اپنی مہر ثبت کر دی ہے البتہ اس مہر کی سیاہی کچھ گہری ہو جاتی ہے میرا اشارہ پند و موعظت کے دفتر کی طرف ہے۔ وجہی پر سرقہ

کا الزام بھی مجھے کمزور معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ جہاں ملا غواصی سے معرکے ہو رہے ہوں وہاں وجہی کو سرقہ کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ حریف فوراً گرفت کر سکتا تھا۔ مگر وجہی بڑی شد و مد سے اپنی استادی کا دعویٰ کرتا ہے چہ رمیں یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وجہی کو "سب رس" کی نوک پلک سنوارنے میں اپنے حریف کی موجودگی کا احساس برابر رہتا ہے۔ وجہی کہتا ہے۔ "اس دریا میں غوطہ کھائیں گے، تو جاگا جاگا کے غواصاں موتیاں پائیں گے" اس لیے وہ سرقہ والی بات مجھے نہیں جچتی۔

وجہی نے قصہ حسن و دل (فتاحی) کو لوگ کہتا کا لب ولہجہ اور روپ دیا ہے۔ یہ لب ولہجہ ملاحظہ کیجئے۔

"ایسے میں یوں ہوا خدا کا فرمان، حسن کے تن میں بھوتیچ تلملنے لگیا پران۔"

یا۔ "القصہ کہ جس وقت توبہ عمر نے کے لشکرتی شکست کھایا، سو بدن کے شہر کے ادھر روانہ ہو کر عقل کنے آیا۔"

یا۔ "بلند عقل و دل کا اجالا، بھوتیچ خوب بھوتیچ آلا۔ یو بات سمجایا، یہی قصہ کتے تھے سو آیا۔"

غرض حمد سے ہی سب رس کا انداز بیان کچھ ایسا ہوتا ہے جیسے ملّا وجہی قطب شاہی دربار سے نکل کر کسی چوراہے پر بیٹھا عام لوگوں لوٗاُن ہی کے لب ولہجہ میں، ایک عشقیہ داستان سنا رہا ہو۔ اس عوامی چوراہے کی دنیا عجیب ہیں۔ ایک "پند و نصیحت" اور دوسری "جنس"۔ دونوں، تضاد تقاضوں کا سنگم ہے سب رس۔ اور ملا وجہی ان تقاضوں کو کماحقہ پورا کرتا ہے۔ وہ گویا دونوں کناروں کو چھو لیتا ہے۔ ایک طرف "پند و

موعظت کا دفتر" نیکی اور خیر کے صدقے میں وجود میں آتا ہے تو دوسری طرف "جنسی جبلت" اپنی جملہ کثافتوں کے باوجود لطافتوں کو چھو لیتی ہے۔ اس عریانی اور فحاشی کی وجہ سے وجہی کو بعض نقادوں نے بوڑھا یعنی نامرد سمجھ لیا ہے حالانکہ وجہی اگر بوڑھا بھی ہے "تو ساٹھا اور پاٹھا" قسم کا بوڑھا ہے۔ جنسی معاملے میں وجہی "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کا قائل ہے۔ ایک کنارے پر وجہی صوفی اور دوسرے پر "رند شاہد باز" نظر آتا ہے۔ مگر حقیقت میں وجہی صوفی نہیں تھا محض اس کے دفتر "پند و موعظت" کی وجہ سے بعض لوگوں کو وجہی صوفی نظر آتا ہے اور بعض کو ملا کے احترامی لقب نے بھی وجہی کو سمجھنے میں دقت پیدا کر دی۔ خان رشید وجہی کو مذہبی آدمی محض ملا کی وجہ سے سمجھتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ جنسی انسکار ہے اور عریانی اور فحاشی قدیم داستانوں کی خصوصیت رہی ہے جب داستان گو "سہاگ رات" کی بات چھیڑتا ہے تو اونگھنے والے سامعین ہوشیار ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہنیاں مار مار کر بیدار کر دیتے ہیں گویا ع اسوقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آجائے۔ لوک کتھا یا داستان میں جنسی جذبہ کی آسودگی کے لئے "شب زفاف" کا بیان آداب داستان گوئی میں شامل ہے۔ اسی لئے نہ صرف وجہی نے بلکہ میر حسن، نسیم، سرور اور میر امن سب نے اپنے اپنے طرز بیان کے ساتھ اس جنسی تقاضے کو پورا کیا ہے۔ یہ ہرگز وجہی کے بڑھاپے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ لوک کتھاؤں اور قدیم داستانوں کے ایک خاص رجحان کی بات ہے۔

وجہی نے "سب رس" میں محض جنسی کثافت کا مظاہرہ نہیں کیا ہے بلکہ اس نے جنسی لطافتوں کو بھی بہت اجاگر کیا ہے۔ اس سے وجہی کے ذوق جمالیات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہاں اس بات کے ثبوت میں "سب رس"

کی ہیروئن حسن کا حلیہ اور حسن و دل کے رقعات کے القاب و آداب ملاحظہ کیجئے :۔

" جو دیس میں حسن نار، خوش دیدار، خوش گفتار، دبدیاں کا سنگار، دل کا آدھار، پھول ڈالی تی خوب لٹکتی، چلنے میں ہنس کوں ہٹ کتی، را دیں تے میٹھی بولے بات، آواز قمری کوں کرے شہ مات، کنول کے پھول کے پھنکڑیاں جیسے ہات، چمن میں پھول شرم حضور، لاج تی آسمان پر چڑھے چاند سورج ہستی تی مغرور ماتی بھاتی، کے خاطر میں لیاتی، بال جانو کالے ناگ، گال جانو عشق کی آگ..... جوبن الماس تی گھٹ، ادھر یاقوت تے اعلیٰ پنٹ۔ اس کیاں انکھیاں جانو لالے، جانو شراب کے پیالے۔ دانتاں دیکھ موتی کے دانے گھرے گھر پھرتے دیوانے "

بہرحال یہ الماس گہر۔ لعل، یاقوت، نرنگ اور کوچۂ تنگ سے زیادہ لطیف اور نازک پیرایۂ بیان ہے۔ اس میں جملہ جمالیاتی خوبیاں بھی موجود ہیں۔ اور چلبلی پٹ بھی۔

حسن کا مکتوب دل کے نام :۔

" اس کتابت کا مضمون یوں تھا کہ خدا کی خدائی کی سوں، تیری جدائی کی سوں، تیرے اشتیاق کی سوں۔ تیرے فراق کی سوں۔ تیرے تلملنے کی سوں تیرے وصال کی امیدواری کی سوں، تیری یاری کی سوں، تیرے آفتاب جیسے موں کی سوں تیرے کرناں جیسے زلفوں کی سوں، تیرے بادل جیسے بالاں کی سوں، تیرے چاند جیسے گالاں کی سوں، تیرے تارے ویسے نیناں کی سوں، تیری شکر ویسی بتیاں کی سوں، تیرے اَدھر کی سوں، تیری کمر کی سوں، تیرے دہن کی سوں، تیرے بدن کی سوں تیرے نانوں کی سوں، تیری چھانوں کی سوں، کہ تو تحقیق جان! اے یار میرا اگنا چھ

نہیں اس ٹھار کہ یوں بلا دغیر تنے بسائی یا یو آگ غیر نے سلگائی ؟

جواب خط دل کی طرف سے حسن کے نام :-

" دل نے عاقل نے کامل نے، داصل نے، حسن دھن من موہن جگ جیون کوں لکھیا کہ تیری خوبی کی سوں، تیری محبوبی کی سوں، تیری مطلوبی کی سوں، تیرے مکھ مقبول کی سوں، تیرے سیس پھول کی سوں، تیری نت کی سوں تیرے ست کی سوں، تیری متوالی آنکھ کی سوں، قبول صورت ناک کی سوں، تیرے اس نازک نرم لعل ہونٹاں کی سوں تیرے ہاتاں کی مہندی دگائی سو۔ اس رنگیلے بوٹاں کی سوں، تیرے نیاناں جیسے دانتاں کی سوں، تیری ابلوچ ویسی باتاں کی سوں، تیرے پھولاں ویسے ہاتاں کی سوں، تیری زلفاں کے تاراں کی سوں، تیرے گلے کے ہاراں کی سوں، تیرے چاند ویسے جوبن کی سوں، تیرے چندنی سار کے جھلکتے تن کی سوں، تیری شرزے ویسی کمر کی سوں، تیری اژدھا ویسی زر کمر کی سوں، تیری راناں کی سوں تیری ساق کی سوں، تیرے شوق ہور اشتیاق کی سوں، تیرے پانوں کی سوں تو چلتی ہے سو اس تیرے پانوں تلے کی ٹھانوں کی سوں۔

تیرے کنٹھ کی سوں، تیرے کنٹھ مال کی سوں، تیری ٹھڈی کی سوں تیرے گال کی سوں، تیری نازاں بھری چال کی سوں، تیرے گھنگر والے بال کی سوں تیری قبول صورتی کی سوں۔ تیری مدن مورتی کی سوں، تیری وفا کی سوں، تیری جفا کی سوں کہ جو میں یو رقعہ پڑیا، تو سو حصہ اگلا منجے محبت کا اثر چڑیا۔"

وجہی کی فن کارانہ حسن کاری میں ایک لطیف جلبنی جذبہ کی آمیزش بھی ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ایک کھنکتا ہوا سنگیت ہے، ترنم ہے زبان اور بیان کا یہ ترنم بھی "سب رس" کو لوک کتھا کے بہت قریب لے جاتا ہے موجودہ متن میں وجہی کی دو غزلوں کے علاوہ ہندی دوہرے، فارسی اور اردو اشعار کی

تعداد (۲۴۶) ہے۔ یہ اشعار بھی نوٹنکی کے طرز کے ہیں۔ خان رشید صاحب ان اشعار سے متعلق رقمطراز ہیں۔

"سب رس میں جتنے اشعار استعمال کئے گئے ہیں ان میں سے ایک بھی قطب مشتری سے متعلق نہیں حالانکہ موضوع کی مناسبت سے خیالات کی توضیح کے لئے جہاں جہاں اشعار پیش کئے گئے وہاں مثنوی قطب مشتری کے متعلقہ اشعار کہیں زیادہ موزوں اور برمحل ہوتے۔" ×

مگر خان رشید نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ قطب مشتری کے ادبی اشعار سب رس کی عوامی فضا میں اتنے نہیں کھپ سکتے جتنے موجودہ سیدھے سادے اور صاف اشعار، وجہی کی دو غزلیں جو سب رس میں موجود ہیں وہ ان جملہ اشعار سے زیادہ حسین ہیں۔ لیکن وجہی قصہ کے دوران موقع اور محل کے مطابق داستان کی فضا کا پورا خیال رکھتے ہوئے عوامی لب و لہجہ میں فی البدیہہ شعر کہتا ہے۔

مثلاً حمد میں ہی ایک شعر ہے ؎

دھنی جو دھرتی دھریا اور بھی دھرے سو ہوئے
کسی کے کرنے تے کیا ہوئے خدا کرے سو ہوئے

اب اس شعر کی جگہ آپ قطب مشتری کا کوئی شعر رکھئے تو سب رس کے مزاج اور ماحول میں اَن مل اور بے جوڑ ہو کر رہ جائے گا۔ سب رس کو اس کی زبان و بیان، اس کی موسیقی، عوامی لب و لہجہ اور تک بندی نے لوک کتھا اور نوٹنکی کا آہنگ دیدیا ہے۔ اس کے بعض اشعار ملاحظہ کیجئے ؎

عاشق ہے اس کوں عشق اپنا ہے
عشق جلنا ہے، عشق تپنا ہے

× اردو کی تین مثنویاں خان رشید صفحہ ۱۴۳

کھینچیا ہے دل کوں عشق نے اب دل کوں کچھ چارا نہیں
عاشق کوں کوئی یکتا رکھے کس تے رہت ہارا نہیں

دبار داری — پادشاہ کے جو دل پہ آئے غم :: تل منے فلک سب ہوے برہم

ہمت — خدا مدد ہے اسی کوں جسے ہمت کچھ ہے۔
وہی مراد کوں اپڑیا ہے جس میں ست کچھ ہے

— مرد کی نشانی اس کا نیم دھرم اور اُس کی شرم ہے —
دین و دنیا کی خوبی بھی نیم اور دھرم ہے
ایمان کی نشانی سو مرد کوں شرم ہے

— خدا سب کی مراد پوری کرے —
سب کسی کوں خدا مراد دیوے اس کی محنت کی اس کوں داد دیوے

— پردیس میں کون پتیائے —
پرائے شہر میں ہرگز خدا کسے نہ لے جائے
اگر ہزار بھلا ہے بی تو اس کوں کون پتیائے

طمع — خدا سنبھالے بری ہے طمع کی دشواری
جہاں بھوت طمع بھوت ہے وہاں خواری

دنیا دغابازوں سے بھری — اگر کوئی مرد ہے یا استری ہے :: دنیا میں سب دغابازی بھری ہے
مرد کی نشانی — مرد وہ جو اسم اپنا اُچاوے :: کہ جوں توں کچھ کسی کے کام آوے
معشوق کی خبر لانے والا بھی آدھا معشوق ہوتا ہے —
خبر معشوق کا جو کوئی لیاوے
وہ بی معشوق آدھا کیوں نہ بھاوے

عورت کا مکر — عجب چالے بھریاں ہیں عورتاں یو :: نہ جانو کاں تی سکیاں حکمتاں یو

عشق میں بھوت غلبلا ہے کچھ   عورتاں کا مکر بلا ہے کچھ

صبوری ؎

صبوری تی خدا راضی صبوری پر خدا بھلتا
صبوری کیلی ہے جس تی کلفت مقصود کا کھلتا

ہر کام سوچ بچار کر کرنا چاہیئے ؎

ہر ایک کام اول اختیار کر کرنا
جو کام کرتے اسے ٹک بچار کر کرنا

المکتوب نصف الملاقات ؎

پڑی رقعہ دیا دل جیو کے ہات
کتابت کوں کہتے آدھا ملاقات

گھر میں ہر وقت کا کلیش اچھا نہیں ہوتا

دل کوا پنے اجاطے خوب نہیں
گھر میں دائم کچاٹ خوب نہیں

غرض ان اشعار میں سیدھی سادی تک بندی ہے شاعرانہ فن کاری نہیں ہے اس لئے کہ وجہی عمداً سب رس کو لوک کتھا کے رنگ میں پیش کرتا ہے۔ اس لئے میری رائے میں سب رس لوک کتھا اور لوٹنکی سے زیادہ قریب ہے حامد چھچروی صاحب کا یہ کہنا ہے کہ "یہ ناول اور داستان کے درمیان کی چیز ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم اسے ناول کا پیش رو اور داستان کی باقی الصالحات کہہ سکتے ہیں" صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ ناول کا اطلاق تو اس پر کسی طرح سے نہیں ہوتا۔ رہ گئی داستان تو اس میں بھی ملا وجہی کا لب ولہجہ اور نظم ونثر کی آمیزش اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ "سب رس" ایک ادبی لوک کتھا ہے۔

وجہی قصہ "حسن و دل" کا آغاز۔ حمد، نعت، منقبت

" سبب تالیف کتاب و مداح بادشاہ" اور "در زینت سخن و در نام کتاب گوید" کے روایتی ٹکسالی انداز میں کرتا ہے۔ لیکن اس میں بھی اس کی جدت طرازِ طبیعت نئے نئے گل کھلاتی ہے۔ مثلاً "حمد" ہی میں اس کا لب و لہجہ عوامی اور لوک کتھاؤں جیسا ہو جاتا ہے:۔

عاشق کوں عشق، معشوق کوں حسن دیا، ان دو نوں
میں اپنا بھید پرگٹ کیا۔ ایکس کوں کیا پارس، ایکس کوں
کیا ناری ایکس کو، "۔۔ پیارا۔ ایکس کوں کیا پیاری۔"

وجہی حمد کو بھی زمین پہ اتار لیتا ہے اور "جذبہ عشق" کی مدح سرائی کرتے کرتے ایک پکے دنیا دار کی طرح اسے ارضی بنا دیتا ہے:۔

سگے ماں باپ سوں ہوتے بیزار جب یار سوں جیو
لگیا اس یار سوں اختیار، ماں باپ پال پال جنم کھوتے
یو سو آخر کسی اور کے ہوتے، جیو بکیا ادھر، بچارے ماں
باپ اتاں کدھر ماں باپ کوں سمجے جیوں خیال ہو
خواب، بھائی تو بچارا کس میں حساب"

سماج کے وہ نوجوان جو اپنی بیوی یا محبوبہ کی محبت میں اتنے از خود رفتہ ہو گئے ہوں کہ ماں باپ بھائی بہن سے ناطہ توڑ بیٹھے ہوں ان کی رگ حمیت کو چھیڑنے کا انداز اس سے زیادہ اور کیا حسین ہو سکتا ہے اس کی اہمیت اور افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

"سببِ تالیف کتاب و مدح بادشاہ" کے مطالعے سے وجہی کے درباری

رکھ رکھاؤ پر روشنی پڑتی ہے :-

"سلطان عبداللہ، ظل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ دشمن پروز ثانی سکندر، عاشق صاحب نظر، دل کے خطرے تی باخبر صورت میں یوسف تے اگلے، آدم بے ہوش ہوئے پتھر پگلے حکمت میں افلاطون۔ شاگرد سخاوت میں حاتم کا کھولے بر دشجاعت میں رستم گرد، عالی ہمت، غازی مرد شمشیر ہو رحمت کے صاحب نیم دھرم اور ست کے صاحب دارا در فریدوں فر کلیم بیان، مسیحا دم، مریخ صولت، زہرا عشرت، خورشید علم ...... "

در زینت سخن در نام کتاب گوید، میں وجہی نے تعلی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے میر نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ؎

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اور پھر بات شعر کے پردے میں بھی تھی لیکن وجہی نے تو نثر میں صفحے کے صفحے اپنی اور اپنی کتاب کی تعریف میں رنگ دیئے ہیں :-

" یو قدرت اللہ ہے، یو اسرار اللہ ہے یو ہاتف اللہ ہے لا الٰہ الا اللہ یو عجب کتاب ہے، سبحان اللہ اس کتاب کا ناؤں " سب رس" سب کو پڑھنے آدے ہوس ...... یہو تیج لذیذ عاشقاں کے گلے کا تعویذ ...... یو کتاب عاشقاں کا جیو صاحب معشوقاں کا یار مصاحب کیا واسطہ کر یو بات نہیں یو تمام وحی ہے الہام ہے ... یو کتاب گنج العرش بحر المعانی ہے ...... اس کتاب کوں دو سمجیگا جو کوئی صاحب راز ہے یو کتاب تمام اعجاز ہے ...... جتے جو سارا ں جتے فہم داراں جتے گن کاراں ہوئے سن آج لگن کوئی اس جہان

میں ہندوستان میں ہندی زبان سوں اس لطافت اس چھنداں سوں نظم ہور نثر ملاکر گلا کر یوں نیں بولیا...... غرض بہوت نادر نادر باتاں بولیا ہوں دریا ہو کر موتیاں رولیاں ہوں۔ موتیاں کی موجاں کا نیں دریا ہوں، تمام موتیاں سوں بھریا ہوں.... فرہاد ہو کر دو نو جہان تے آزاد ہو کر، دانش کے تیشے سوں پہاڑاں اٹھایا ہوں، تو یو شیریں پایا ہوں...... جکوئی اچایا بنیاد اوّل آخر وہی استاد یو عجب نظم ہور نثر ہے، جانو بہشت میں کا قصر ہے سطر سطر پر برستا ہے نور ہر یک بول ہے یک حور...... آخر یو جہ کام آوے گا آخر نام یو جہ اچھا وے گا۔ تمام یو جہ ہے کام یو جہ ہے یو خدا کی عنایت یاں کیا شکایت، خدا بہوت بڑا بے نہایت۔"

وجہی نے دیوان وجہیہ (فارسی) اور "قطب مشتری" میں بھی مبالغہ و غلو کے ساتھ تعلی سے کام لیا ہے اگر اس تعلی کا تجزیہ کیا جائے تو بات ملا غواصی کے معرکوں تک پہنچے گی۔ گولکنڈہ کے سب سے عظیم شاعر (وجہی) نے جب دیکھا کہ ایک نوجوان شاعر (غواصی) اس کا حریف بنتا جا رہا ہے اور عبداللہ قطب شاہ کا دور آتے آتے وہ ملک الشعراء بھی بن جاتا ہے تو وجہی کی "انانیت" بڑی شدت سے ابھرتی ہے جس دربار میں وہ خود ملک الشعراء رہا ہو اور اس کے ہوتے ہوئے اس کا حریف اس کا مقام چھین لے تو ان حالات میں وجہی اپنی بڑھی ہوئی انانیت کو سوائے تعلی سے آسودہ کرنے کے اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس نے غواصی پر چوٹیں کیں تو غواصی نے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔ وجہی کے "پند و موعظت" کا وہ دفتر جو موجودہ متن سے میں نے خارج کر دیا ہے اس میں بھی وجہی نے بڑی فضیلت فروشی سے کام لیا ہے اپنے

حریف سے لوہا منوانے کے لئے اس نے شعوری طور پر فتاحی کے قصہ حسن و دل میں یہ اضافہ کیا تھا۔ اگرچہ اس سے قصے میں بہت بڑا نقص پیدا ہو گیا تھا تاہم یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ وجہی کا یہ دفتر اس کی ہمہ دانی پر دال ہے البتہ اس کی وجہ سے ہمارے بعض نقاد اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ وجہی صوفی تھا مثلاً حامد چھپروی صاحب رقمطراز ہیں :۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ وجہی پہلے صوفی تھا اور بعد میں فن کار صوفیوں کے پیش نظر ایک نصب العین تھا جس کے تحت انھوں نے نظم و نثر میں رسالے لکھے تھے پھر بھی پند و نصیحت کی بھرمار ادبی اور فنی لحاظ سے "سب رس" کے لئے عیب کا باعث ہے"۔ (شاعر خاص نمبر ۱۹۶۳ء)

محض مسائل تصوف بیان کر دینے سے کوئی صوفی نہیں ہو جاتا۔ وجہی نہ صرف رند مشرب تھا بلکہ شاہد باز بھی تھا۔ اور اسی مے خواری اور شاہد بازی کی وجہ سے وجہی کو محمد قطب شاہ کے دور حکومت میں گوشہ گمنامی اختیار کرنا پڑا تھا۔ اور جب وہ اپنی بے زری اور مفلسی کے باعث اپنے شوق مے نوشی کو پورا نہ کر سکا۔ تو چیخ اٹھا ؎

ز خوف شاہ دریں شہر بادہ پیدا نیست
بہ بنگ میل کنم یا بہ کوکنار کدام؟

اور جب بے زری اور تنگ دستی کی وجہ سے وجہی کو بتوں کے سامنے بھی شرمندہ ہونا پڑا تو اس نے کہا ؎

شرمندۂ بتانم ازیں بے زری وجہیؔ
کس حال من بہ شاہ دکن گفت یا نگفت

غرض وجہی ایک عظیم شاعر اور نثر نگار تھا، ایک عظیم فن کار تھا مگر صوفی نہ تھا۔

ڈاکٹر زور مرحوم نے کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مقدمے میں محمد قلی کو حافظ کا سب سے پہلا مترجم لکھا ہے افسوس وجہی کا اردو کلام ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے، تاہم "سب رس" میں وجہی نے حافظ کے اس شعر کا ترجمہ شعر میں کیا ہے ملاحظہ کیجئے ؎

حافظ ؎ سکندر را نمی بخشند آبے
بزور و زر میسّر نیست ایں کار

وجہی ؎ یو سکندر کوں نیں ملیا یک جام
زور ہور زر سوں نیں یو ہوتا کام

عین ممکن ہے وجہی نے بھی حافظ کی غزلوں کا ترجمہ اردو غزلوں میں کیا ہو جیسا کہ محمد قلی نے کیا ہے تاہم اس ضمن میں محمد قلی کی اولیت کو نہیں تسلیم کیا جا سکتا بلکہ وجہی کو حافظ کا پہلا مترجم کہا جا سکتا ہے۔

خسرو کی ہندی شاعری کا پہلا مستند ماخذ بھی وجہی کی "سب رس" ہے، جس میں ان کا حسب ذیل دوہا نقل ہے ؎

پنکھا ہو کر میں ڈلی ساقی تیرا چاؤ
منجھ جلتے جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

(علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) صفحہ ۱۶۰)

گجرات تاریخی نقطۂ نظر سے دکن سے بھی قبل قدیم اردو کا گہوارہ رہا ہے اس کی قدامت کا سب سے مستند ثبوت شاہ محمد علی معشوق اللہ کی تصنیف "دیوان جواہر اسرار اللہ" ہے جس کا ایک خوشخط اور مکمل

نسخہ پرنسٹن یونیورسٹی (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) کی لائبریری میں موجود ہے اس کا سنہ کتابت ۱۰۳۹ھ ہے یعنی "سب رس" (۱۰۴۵ھ) سے چھ سال قبل کا نسخہ ہے۔ دیوان مذکور کا حسب ذیل شعر وجہی نے "سب رس" میں نہایت عقیدت مندانہ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

ہب ما لے چڑ چڑ کہوں سبھی

سب نے ہی وہی سب وہی وہی

(علی گڑھ تاریخ ادب اردو جلد اول) صفحہ ۳۳-۳۲)

غرض ملا وجہی کا یہ غیر فانی شاہکار رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گا۔ یہ قدیم زبان و بیان کا مثالی نمونہ ہے، قدیم سماجی مذہبی، اخلاقی، اور جمالیاتی میلانات اور رجحانات کا گنجینہ ہے۔ ہندی سبھیتا اور ایرانی تہذیب کا سنگم ہے۔ یہ بجا طور پر گنج العرش اور بحر المعانی ہے۔

بقول ملا وجہی:۔

ہزار شکر کہ بارے الحمد للہ کتاب تمام ہوا مقصود حاصل ہوئی۔ سب کام ہوا۔۔۔۔۔ اتال جیوں حسن ہور دل اپنی مراد کوں انپڑے ـــــــ سب اپنی مراد کوں انپڑے ۔۔۔ ہمیشہ بعیش و عشرت اچھو عمر دراز اچھو

۔۔۔۔ ایمان سلامت رکھو، آمین یارب العالمین۔"

بھنڈارا (مہاراشٹر)　　　　　　　　جاوید درخشندہ

۱۲؍ جولائی ۱۹۶۴ء

بحر المعانی

غیر مذہبی نثر کا بانی

"قصہ حسن و دل" کا مصنف مُلّا وجہی(*) دکن کے جملہ ادیبوں اور شاعروں میں اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ وہ ایک بلند پایہ استادِ سخن ہونے کے علاوہ ایک بڑا ادیب اور انشا پرداز بھی تھا اور موجودہ معلومات و تحقیقات کی حد تک اردو میں غیر مذہبی نثر کا بانی اور اوّلین معمار وہی تھا۔ اس سے پہلے خواجہ بندہ نواز، میراں جی شمس العشاق اور برہان الدین جانم نے بھی اردو نثر میں رسائل لکھے تھے، لیکن وہ سب تصوف و عرفان کے موضوعوں پر لکھے گئے تھے۔ اور ان کی عبارتیں تصوف کی اصطلاحوں کی بہتات کے باعث عام طور پر سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ وجہی کے قصہ "سب رس" کا موضوع بھی اگرچہ تصوف سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس نے اس دنیا کی روزمرہ زندگی، انسان کی فطرت کی نیرنگی، اور اپنے زمانے اور ماحول کی اس خوبی سے ترجمانی کی ہے کہ اس کی کتاب "سب رس" مختلف ادبی شہ پاروں کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ یہ اس کی آخر عمر کی تصنیف ہے جب کہ اس کی

(*) "علی گڑھ تاریخ ادب اردو" (جلد اول) صہ ۳۷۵

عقل پختہ اور قلم مضبوط ہو چکا تھا اس لئے اس میں زندگی کی قدروں کی نہایت بے باکی اور آزادہ روی کے ساتھ عکس کشی کی ہے۔

وجہی نے سب رس" (۱۰۴۵ھ، ۱۶۳۵ء) "قطب مشتری" کے ۲۷ سال بعد عبداللہ قطب شاہ کی فرمائش پر لکھی تھی۔ چنانچہ وہ خود اس کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے:۔

"سلطان عبداللہ ظل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ،... دشمن پرور، ثانی سکندر، عاشق صاحب نظر، دل کے خطرے تے باخبر، .... صبا کے وقت بیٹھے تخت، ایکایک غیب تے رمز پاکر، دل میں اپنے کچھ لیا کر، وجہی نادر من کوں، دریا دل گوہر سخن کوں، حضور بلاکے پان دئے۔ بہت مان دئے، ہور فرمائے کہ انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا، اپنا ناؤں عیاں کرنا، کچھ نشان دھرنا۔ وجہی ہو گنی گن بھریا، تسلیم کر کر سر پر ہات دھریا، بہوت بڑا کام اندیشیا، بہت بڑی فکر کریا، بلند ہمتی کے بادل تے دانش کے میدان میں گفتار اں برسایا، قدرت کے اسراراں برسایا، بادشاہ کے فرمانے پر چلتیا، نوی تقطیع بنتیا"

اور "سب رس" کے سنہ تصنیف سے متعلق وجہی خاتمہ کتاب میں لکھتا ہے۔

"بارے جس وقت تھا ایک ہزار چہل و پنج، اس وقت ظہور پکڑیا یہ گنج"

اور اس کو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب مرحوم نے ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد سے اور ۱۹۵۲ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی سے شائع کیا ہے۔ اس کے بارے میں ان کی یہ رائے صحیح ہے:۔

"یہ کتاب ادبی نظر سے قدیم اردو میں خاص اور ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ قصہ بھی عجیب ہے اور طرز بیان بھی عجیب۔ مصنف نے ایک

عالمگیر حقیقت کو مجاز کے پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اور حسن و عشق کی کشاکش اور عشق و دل کے معرکے کو قصے کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ بڑے مزے کا قصہ ہے۔ کون ہے جو اس کوچے سے ناآشنا ہو اور جس نے اس معرکہ میں چوٹ نہ کھائی ہو۔"

اسد اللہ وجہی

قدیم دکنی اردو کے مشہور شاعر و نثر نگار وجہی کا نام وجیہ الدین، یا وجہ الدین نہیں تھا جیسا کہ اب تک اہل تحقیق قیاس کرتے چلے آئے ہیں بلکہ اس کا نام اسد اللہ تھا۔ (*) کتب خانہ سالار جنگ میں "دیوان وجیہہ کے نام سے فارسی کا ایک قلمی دیوان محفوظ ہے اس کے حوالے سے اختر حسین صاحب رقمطراز ہیں کہ پورے دیوان میں صرف ایک شعر ایسا ملتا ہے جس سے وجہی کے نام کا پتہ چلتا ہے ردیف "ت" کی ایک غزل (ورق ۳۶ و) کے مقطع میں وہ کہتا ہے ؎

اسمم اسد اللہ وجیہہ است تخلص
آرائش دکانچۂ بازار کلام است

یہ ایک ایسی داخلی شہادت ہے جس کی بنا پر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وجہی کا نام اسد اللہ تھا۔ اس نام سے اس کے مذہبی عقیدہ و مسلک پر بھی روشنی پڑتی ہے ؎

تخلص وجہی، وجیہی اور وجیہہ

اس نے اپنے فارسی کلام میں وجیہی، وجیہہ اور وجہی تینوں الفاظ تخلص (*) کے

(*)۔ "قطب مشتری اور سب رس کے مصنف ملا وجہی کے متعلق بعض نئی معلومات" از اختر حسین صاحب "سب رس"، جنوری فروری ۱۹۶۲ء۔

طور پر استعمال کئے ہیں - ملاحظہ ہوں

سخنہائے دروغ چند راعزت چہ خواہد بود
وجہی شاعری بگزار و فکر کارِ دیگر کن

شرمندۂ بتانم ازیں بے زری وجیہہ
کس حال من بہ شاہ دکن گفت یا نگفت

عالمے رامی کنم شاگردی از اعجاز طبع
وجیہا استاد اگر روح الامین باشد مرا

وجہی کی حبّ الوطنی

اسد اللہ وجہی نے اپنی مثنوی "قطب مشتری" میں اپنی تعریف کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی تعریف میں حسب ذیل شعر کہے ہیں جو آج تک دکن میں مقبول ہیں اور اردو زبان کے پہلے شعر ہیں جنمیں حب وطن کے جذبات اس خوبی سے ظاہر کئے گئے ہیں (۱)

دکھن سا نہیں ٹھار سنسار میں ، پنچ فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں
دکھن ہے نگینہ انگوٹھی ہے جگ ، انگوٹھی کوں حرمت نگینہ ہی لگ
دکھن ملک کوں دھن عجب ساج ہے ، کہ سب ملک سر ہور دکھن تاج ہے
دکھن ملک بھوتیچ خاصہ اہے
تلنگانہ اس کا خلاصہ اہے

وجہی کے ایک ہمعصر فارسی شاعر و عالم میر محمد مومن نے، جو قطب شاہی سلطنت کے پیشوا اور اہل فضل و کمال کے سرپرست بھی تھے تلنگانہ کی تعریف

(۱) علی گڈھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۳۶۸

اپنے فارسی کلام میں کی تھی اور سلطان محمد قلی قطب شاہ کے مدحیہ قصائد میں حیدر آباد کو "اصفہان نو" لکھا تھا۔ چونکہ میر محمد مومن استر آباد میں پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کے کلام میں اس ملک سے وہ محبت نہیں ظاہر ہوتی جو وجہی کے مذکورہ اشعار سے نمایاں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی گولکنڈہ ہی میں پیدا ہوا تھا۔ اور اس عہد میں گولکنڈہ تلنگانہ کی جان تھا۔

ابراہیم قطب شاہ کے انتقال کے وقت گولکنڈہ اردو کا ایک ایسا مرکز بن چکا تھا جہاں بلند پایہ شاعر موجود تھے اور اس فضا میں معانی، وجہی، احمد اور غواصی جیسے بڑے اساتذہ سخن پیدا ہوئے (۱)

وجہی کا مکان

وجہی کے ایک شعر سے اس کے سکونتی مکان کا محل وقوع بھی ظاہر ہوتا ہے ٭ محمد قلی قطب شاہ کے اوائل عہد حکومت میں گولکنڈہ کی آبادی بہت بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ اس دشواری پر قابو پانے کے لئے محمد قلی نے موسیٰ ندی کے کنارے ایک نئے شہر کی بنا ڈالی جسے بعد میں بادشاہ کی چہیتی ملکہ (بھاگ متی حیدر محل) کے نام پر حیدر آباد سے موسوم کیا گیا لیکن "حیدر آباد بہشت بنیاد" کی تعمیر سے پہلے گولکنڈہ میں مکان کی قلت کا جو حال تھا اس سے تنگ آکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وجہی نے گولکنڈہ کی آبادی سے باہر اپنا مکان بنایا تھا جس کی جانب وہ اس شعر میں اشارہ کرتا ہے ؎

تنگ آمدہ از خانہ ہمہ شہر وجہی
چوں جانوراں کلبہ بہ صحرائے زخمی بست

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۳۶۱ ٭ "سب رس" جنوری فروری ۱۹۶۲ء

وجہی کا آبائی وطن خراسان

وجہی نے اپنے بعض فارسی اشعار میں اپنے آبائی وطن کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو ہندوستان میں پیدا ہوا لیکن میری طبع پاک خاک خراسان سے تعلق رکھتی ہے ؎

من ز ہند آشکار گشتم لیک
طبع پاک من از خراسان است

لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہندوستان کے کس مقام پر وہ پیدا ہوا۔ قیاس غالب ہے کہ وہ گولکنڈہ میں پیدا ہوا تھا۔ اسے اپنے آبائی وطن خراسان پر فخر ہے۔ اپنے اشعار میں جگہ جگہ وہ اس کا اظہار کرتا ہے (۱)

بیا دیوان پُر فیض مرا سوئے خراسان بر
کہ از کلبانگ شعر خویش شہرت در دکن دارم
شعر نادر معنی ام می رفت در شیراز اگر
ہمچو حافظ شہرہ ملک خراسان می شدم

* حکیم شمس اللہ قادری نے "اردوئے قدیم" کے پہلے ایڈیشن میں سرے سے وجہی کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اس عرصے میں انجمن ترقی اردو کی طرف سے اس کی "قطب مشتری" اور "سب رس" کے شائع ہونے کے بعد حکیم صاحب نے "اردوئے قدیم کے تیسرے ایڈیشن میں وجہی کا کچھ حال شامل کر دیا۔ وہ لکھتے ہیں:-

"وجہی اسی عہد میں گذرا ہے۔ اس نے محمد قلی کی وفات سے دو سال

(۱) "سب رس" جنوری فروری ۱۹۶۱ء۔

* "اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء" از ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ص ۲۵۵

قبل ۱۰۲۰ھ کے حدود میں ایک مثنوی لکھی ہے اور اس میں مشتری کے ساتھ خود بادشاہ کے عشق و محبت کے حکایات بیان کئے ہیں "

(اردوئے قدیم طبع سوم ص۶۳)

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے "اردو شہ پارے" میں وجہی کے جو حالات لکھے ہیں ان کا ماخذ زیادہ تر وجہی کی تصنیفات ہیں۔ نصیر الدین ہاشمی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کی مثنوی سے بعض حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ (یورپ میں دکھنی مخطوطات۔ ص۲۷)

ملا کا احترامی لقب

حکیم شمس اللہ قادری، مولوی عبدالحق اور نصیر الدین ہاشمی سب نے وجہی کے ساتھ "ملا" کا احترامی لقب بھی لگا دیا ہے اور اس کا ماخذ غالباً نظام الدین کی تصنیف "حدیقۃ السلاطین" ہے جس میں وجہی اور غواصی کے معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے وجہی کے ساتھ ملا کا لفظ احتراماً استعمال کیا ہے۔

وجہی کی عمر

وجہی کے بارے میں نصیر الدین ہاشمی صاحب نے لکھا ہے۔

"ابراہیم قطب شاہ کے زمانے سے اس کی شاعری کا آغاز ہوتا ہے" (دکن میں اردو (طبع چہارم ص۵۷)

اگر یہ تحقیق صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وجہی کی شاعری ابراہیم کی وفات ۹۸۸ھ سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ۹۸۸ھ میں وجہی کی عمر پندرہ ۱۵ یا بیس سال کی تھی تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی پیدائش ۹۷۳ھ یا

۹۶۵ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ اس نے "قطب مشتری" ۱۰۱۸ھ میں یعنی محمد قلی قطب شاہ (۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ) کے انتقال سے دو سال قبل لکھی۔ وجہی کے بارے میں اکثر تذکرہ نگاروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ تا ۱۰۸۳ھ) کے زمانے تک زندہ رہا۔ اور اس واقعہ کی شہادت خود اس کے نثری کارنامہ "سب رس" سے بھی ملتی ہے جو ۱۰۴۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وجہی کا انتقال سب رس کی تکمیل کے فوراً بعد ہو گیا تو ان سنین کے حساب سے انتقال کے وقت اس کی عمر ۸۰ یا ۸۵ برس کی ہوتی ہے۔

۱۰۴۵ھ کے بعد وجہی کا کہیں نام سنائی نہیں دیتا۔ طبعی طور پر وہ مر ابھی نہ ہو تو ادبی حیثیت سے وہ دنیا کے لئے مر چکا تھا۔ (۱)

وفات

(۲) وجہی نے ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۵ء) اور ۱۰۸۱ھ (۱۶۷۰ء) کے درمیانی زمانے میں وفات پائی۔ اس لئے کہ ابن نشاطی نے "پھول بن" ۱۰۶۶ھ (۱۶۵۵ء) میں ان تمام اساتذۂ سخن کے نام لئے ہیں جو اس وقت تک فوت ہو چکے تھے۔ اس میں وجہی کا نام موجود نہیں ہے۔ وجہی کے فوت ہو جانے کا ذکر سب سے پہلے گولکنڈہ کے ایک شاعر طبعی نے اپنی مثنوی "بہرام و گل اندام" (۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء) میں کیا ہے، جہاں وہ لکھتا ہے ؎

لگیا میں جو یو مثنوی بولنے — یو موتیاں نچھل ڈھال تیوں رولنے
یو وجہی مرے خواب میں آئے کر — مکھ اپنا سورج نا دکھلائے کر
سراسر سنیا جو مری مثنوی — کیا بات طبعی ہے تیری نوی

---

(۱) "اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء" ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صفحہ ۲۶۰۔

(۲) "علی گڑھ تاریخ ادب اردو" (جلد اول) صفحہ ۳۸۰

ہو خوش حال سن کر یو باتاں مرے　　　اپس کے لے ہاتاں میں ہاتاں مرے

بڑے پیار سوں اپنا یو دے مثل

سنیا سو پڑیا خواب سے میں اچھل

وجہی کی وفات ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۶ء کے قریب ہوئی اور اسے درگاہ حضرت حسن برہنہ شاہ صاحب میں دفن کیا گیا، جیسا ادارہ ادبیات اردو کے ایک نسخہ "سب رس" (مخطوطہ ۹۰) کے ترقیمے میں درج ہے۔ یہ درگاہ اسی زمانہ میں زیر تعمیر تھی۔ سید حسن برہنہ شاہ کا عبداللہ قطب شاہ بہت معتقد تھا اور اس کے ایک امیر مالک پرست خان نے برہنہ شاہ کی درگاہ کی تعمیر اور اس کو حیدر آباد میں مقبول و معروف بنانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔ غالباً اسی وجہ سے حیدر آباد کے اس بڑے شاعر کو بھی وہیں دفن کیا گیا۔ برہنہ شاہ صاحب اور ان کی درگاہ کے بارے میں "تاریخ گلزار آصفی" میں تفصیل سے حالات درج ہیں جس کے آخر میں لکھا ہے:

"مالک پرست خان گنبدے مختصر بنا ساخت۔ مقبرہ ایشاں بسمت مشرق یک و نیم کروہ از بلدۂ حیدر آباد واقع است۔ مالک پرست خاں و چند پسراں او در گنبد مدفون اند۔ سابق اطراف مقبرہ آنحضرت چند قبور شدہ بودند۔ چوں شمس الامرا تیغ جنگ بہادر در آنجا مدفون گشت و مسجد عالیشان بنا فرمود و نیز عالیجاہ بہادر مرشد زادہ آرام گرفت۔"

اس اقتباس سے شہر حیدر آباد میں وجہی کی قبر کا محل وقوع اور مقام کی سمت واضح ہوتی ہے۔ وجہی کے درگاہ برہنہ شاہ میں دفن ہونے کا ذکر "سب رس" مخطوطہ ادارہ ۹۰ کے کاتب غلام حسین غلامی ولد میر محمد غوث بخاری نے ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء

میں اس طرح کیا ہے :-

"تمام ہوئی کتاب "سب رس" تصنیف مقبول الہی حضرت شاہ وجہی قدس سرہ کی کہ جن کی تربت پاک درگاہ میں حضرت شاہ برہنہ صاحب قدس سرہ کے ہے - روز پنجشنبہ کے بارہ گھڑی دن باقی تھا بیسویں رجب کے مہینے کی سنہ ایک ہزار و یک صد و نود و چھ - کاتب بچارا غلام حسین غلامی ولد میر محمد غوث بخاری کا بخشے دونوں کوحق تعالےٰ - مقام الیغرپ بلعونہ - (علی گڈھ تاریخ ادب اردو جلد اول ۱۵۱۰)

وجہی کے پیر و مرشد

سب اس کے ایک اور مخطوطے (ادارہ ۶۹۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہی کے مرشد شاہ علی متقی تھے، اور ان کے پیر میاں شاہ باز چشتی تھے - مگر ان معلومات کی صحت میں ابھی شبہ ہے - اس لئے کہ ایک دہلوی بزرگ محب اللہ چشتی ابن سید فضل اللہ بخاری نے بمقام دہلی سنہ ۱۱۸۳ فصلی میں "سب رس" کے ترقیمہ میں یہ باتیں لکھی ہیں -

معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا ماخذ کیا تھا اور شاہ علی متقی اور ان کے مرشد میاں شاہ باز چشتی کون تھے اور کہاں کے بزرگ تھے - یہ سب امور تحقیق طلب ہیں - ان کے ترقیمہ کی عبارت یہ ہے :-

"تمت الکتاب "سب رس" گفتار مولانا وجہی ساکن حیدرآباد مولانا وجہی چشتی کے پیر شاہ علی متقی کے پیر میاں شاہ باز ایم - ہمہ چشتی گذشت - تحریر فی التاریخ بست و چہارم ماہ شوال بہ ید ضعیف و نحیف محب اللہ چشتی ساکن شاہجہاں آباد - غلام

فخر اللہ و خادم حضرت عزیب اللہ شاہ سنہ ۱۰۸۳ فصلی۔ (۱)

وجہی کی ادبی زندگی کے تین[۳] دور

اختر حسین صاحب وجہی کے فارسی دیوان وجیہہ (مخطوطہ) کے داخلی شواہد کی روشنی میں وجہی کی ادبی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۲)

(۱) محمد قلی قطب شاہ کے زمانے میں اس نے ایک شاعر کی حیثیت سے شہرت و عزت پائی۔

(۲) پھر سلطان محمد قطب شاہ کے عہد میں وہ گمنامی کی زندگی بسر کرتا رہا اور اس کے بعد

(۳) عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں وہ پھر چمکا اور "سب رس" لکھ کر زندۂ جاوید بن گیا۔

اس کے فارسی کلام میں ان تینوں ادوار کی جانب اشارے پائے جاتے ہیں۔ محمد قلی کے عہد میں اس کی شہرت و مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ وہ قطب شاہی دربار کا سب سے بڑا شاعر اور گولکنڈہ کا ملک الشعراء تھا۔ یقیناً اس زمانے میں جو اس کے عہد کا شباب تھا، اسے راحت و فراغت کے تمام اسباب میسر ہونگے، بادشاہ وقت کی طرح وہ ایک رنگین مزاج اور عیش پسند شاعر تھا۔ اس زمانے میں اس کی زندگی تمام تر شراب، شاہد و شعر سے عبارت تھی جس کی جانب اس نے اپنے فارسی اشعار میں بلیغ اشارے کیے ہیں۔ لیکن جب اس کا سرپرست اور قدرداں اٹھ گیا اور سلطان محمد کا دوسرا

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۳۸۱

(۲) "سب رس" جنوری فروری ۱۹۶۲ء۔

دور شروع ہوا تو اس کے عیش و آرام میں خلل پیدا ہو گیا۔ سلطان محمد کو شعر و سخن سے بیر تو نہیں تھا لیکن وہ "شراب و شاہد" کا دشمن تھا۔ بھلا وجہی جیسے رند مشرب شاعر کی نباہ ایک ایسے متقی اور پرہیزگار بادشاہ کے ساتھ کس طرح ہو سکتی تھی۔ شاہی دربار سے اس کا تعلق باقی نہیں رہا اور پھر اسی کے ساتھ مفلسی اور تنگ دستی نے اسے آگھیرا اور وہ چشم زدن میں ایک تونگر انسان سے ایک قلاش آدمی بن گیا ہے

پادشاہ جہاں مفلسم
خاک ہم نیست در خزانۂ ما

اور دکن سے اس قدر دل برداشتہ ہو گیا کہ ترک مقام کا منصوبہ باندھنے لگا۔ ایک جگہ کہتا ہے کہ اے وجہی! تو اپنے فضل و ہنر کے باوصف کیوں ایسی مفلسی اور بے زری کی زندگی بسر کر رہا ہے؟ کیوں نہیں دکن کی سرزمین چھوڑ کر کسی اور ملک کی راہ لیتا ہے

وجہی بایں فضل و ہنر بے سیم و زر منشیں
بہ اقلیم دگر رو خیز تا کے در دکن باشی؟

پھر یہ کہہ کر تسلی دیتا ہے کہ کبھی تو دولت مند تھا اور آج مفلس ہو گیا ہے۔ تو اس حالت پر دل کیوں دکھاتا ہے کیونکہ زمانے کا یہی دستور ہے کہ کبھی وہ سازگار اور کبھی ناسازگار رہ

گر ز دولت در گدائی آمدی غمگیں مباش!
کار دنیا ایں چنیں است گاہ ہست و گاہ نیست

لیکن بے زری اور تنگ دستی نے بہرحال اس کی زندگی کو تلخ و اندوہ گیں بنا دیا تھا۔ خاص طور پر اس لئے کہ بے زری اور مفلسی کے باعث وہ اپنے شوق

مے نوشی کو پورا نہیں کر سکتا تھا اور پھر "بتوں" کے آگے بھی اسے شرمندہ ہونا پڑتا تھا کیونکہ عشق بھی تو طالب زر ہوتا ہے۔ اس کیفیت کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ؎

شرمندہ بتانم ازیں بے زری وجہیؔ ، کس حال من بہ شاہ دکن گفت یا نگفت

سلطان محمد کے زمانے میں محمد قلی کے عہد کی تمام رنگ رلیاں اور بادہ نوشی و مے خواری کی ساری آزادیاں ختم ہو چکی تھیں۔ وجہیؔ جیسے رند مشرب شاعر کے لئے یہ حالات ناقابل برداشت تھے۔ کہتا ہے کہ آج کل بادشاہ کے خوف سے اس شہر میں شراب کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں آتا۔ اور میں صحبتِ بنت رز کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو بتاؤ کہ پھر کیا کروں۔ کیا شراب کی بجائے بھنگ پینے لگوں یا افیون کا استعمال شروع کر دوں؟ ؎

زخوف شاہ دریں شہر بادہ پیدا نیست
بہ بنگ میل کنم یا بہ کوکنار کدام؟

اور پھر ایک جگہ بڑے زعم کے ساتھ کہتا ہے کہ کوتوال کی کیا مجال کہ ہمیں شراب خوری سے روکے کیونکہ گدایان طریقت پر بادشاہ کا حکم نہیں چل سکتا ؎

چیست قدرت شحنہ را تا منع از بادہ کند
بر گدایان طریقت حکم شاہنشاہ نیست

اپنی ایک مسلسل غزل میں اس نے یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ کسی خدا ناترس نے جس کے دل میں پہلے سے میرے خلاف بغض و نفرت کی آگ بھری ہوئی تھی، موقع پاکر بادشاہ کو میری طرف سے بدظن کر دیا اور میری نیک نامی کو نقصان پہونچایا۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ ان اشعار میں وجہیؔ نے کس بادشاہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ یہ اشارہ سلطان محمد کی جانب ہے۔ اس

مسلسل غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

عبث از من جدا کردہ است دشمن بادشاہم را
گنہ از دوست گو ناحق بہ شہ گفتت این گناہم را
بہ گوش شہ رسانیدہ است جرمے را کہ لائق نیست
پناہ خویش می سازد بہ این حیلہ پناہم را
صوابم را بہ صد حیلہ لباس جرم پوشانیدہ
گر سوئے فلک را ہم بخواہد داد آہم را
از اول این خدا نا ترس گویا بغض در دل داشت
بہ بدنامی من آوردہ آخر نیک خواہم را

آخر کار زمانہ بدلا ۔ عبداللہ قطب شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو وجہی کے دن بھی پھرے ۔ نئے بادشاہ نے اس عمر رسیدہ اور پختہ کار شاعر کو اپنے دربار میں باریاب کیا اور اہل دربار اور شعرائے دربار نے اسے سر آنکھوں پر بٹھایا ۔ اس نئے دور کا اس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا ۔ کہتا ہے کہ تمہیں خبر نہیں میرا دور تنگ دستی ختم ہو گیا ۔ اب میں نے گدائی اور گوشہ نشینی کی زندگی ترک کر دی ہے اور نئے بادشاہ کے لطف و کرم سے پھر دولت مند بن گیا ہوں ؎

نشنیدہ وجہیہ گدائی گزاشتم ، گشتم تو انگر از کرم بادشاہ نو

درباروں کی ایرانی فضا

وجہی گیارہویں صدی ہجری کے اوائل کا شاعر تھا ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کی فضائیں فارسی شعر و نغمہ سے گونج رہی تھیں ۔ دہلی ، بیجاپور اور

گولکنڈہ کے درباروں میں فارسی شعروادب کی قدردانی اور سرپرستی اپنی انتہا پر پہونچ گئی تھی - بابا فغانی کے نئے رنگ اور نئے انداز سخن سے اس دور کے تمام سخنور متاثر تھے - اونچے طبقے کی زندگی میں ان دنوں تکلف و تصنع اور آسودگی وخوش حالی کو جو فروغ حاصل ہوا تھا اسکی بدولت شاعری میں بھی سعدی وحافظ کے دور کی سی سادگی اور دل سوزی کم ہوتی جارہی تھی - اور اسکی جگہ معنی آفرینی، نکتہ رسی، صنعت گری، اظہار بیان کی پیچیدگی اور تشبیہات و استعارات کی جدت و ندرت بڑھتی جارہی تھی - جس نے فارسی غزل کو ایک نیا پیراہن اور ایک نیا آہنگ عطا کر دیا تھا - نظیری، عرفی، فیضی، طالب آملی، ظہوری، ملک قمی اور فارسی شاعروں کے سینکڑوں جگمگاتے ہوئے ستارے کم وبیش اس زمانے میں فارسی ادب کے آسمان پر طلوع ہوئے جنہوں نے اپنی سخن سرائی اور سخن آفرینی کے ذریعے ہندوستان میں ایک نئی فکری تہذیب کی بنیاد رکھی - وجہی بھی اس دور کا شاعر ہے - اسے فارسی زبان پر بھی قدرت حاصل ہے لیکن اس کی زندگی نے جس سرزمین پر نشوونما پائی وہاں ایک نئی تہذیب اور متحدہ قومیت کا ایک نیا تصور اٹھ رہا تھا - محمد قلی قطب شاہ کے عہد حکومت میں خاص طور پر اس نئی زبان اور نئی تہذیب کو فروغ حاصل ہوا - محمد قلی کی شخصیت دکن میں مشترکہ تہذیب کا نمائندہ پیکر تھی - اس نے دکھنی اردو میں داد سخن دی - اور تمام اصناف پر مشتمل ایک ضخیم کلیات اپنی یادگار چھوڑا اور تاریخ میں اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر قرار دیا - اسکے دربار سے جتنے شاعر اور ادیب وابستہ تھے ان میں اکثر وبیشتر عراق وایران سے آکر دکن میں سکونت پذیر ہو گئے تھے - ان میں جو نووارد تھے وہ تو فارسی زبان کو ہی اپنائے رہے لیکن جن خاندانوں کو دکن میں رہتے

ہوئے کچھ مدت گذر گئی تھی انھوں نے دکنی اردو میں بھی مہارت پیدا کرلی تھی۔ وجہی کا تعلق اسی آخر الذکر گروہ سے تھا۔ اس کے آبا و اجداد ایرانی نژاد تھے لیکن وہ خود دکن میں پیدا ہوا۔ یہیں کی آب ہوا میں پروان چڑھا اور اسی خطہ زمین کی تہذیب و معاشرت میں رس بس کر اس نے شعر و سخن کی طرف توجہ کی۔ دکھنی اردو گویا اس کی مادری زبان تھی جس میں اس نے نظم و نثر کی کتابیں لکھیں اپنے آبائی وطن کی زبان سے بھی ناآشنا اور بیگانہ نہیں رہا۔ فارسی زبان اور اس کے رموز و نکات سے وہ اچھی طرح واقف ہے۔ فارسی کے ادب عالیہ پر اس کی گہری نظر ہے۔ وہ اپنے کلام میں فارسی کے اساتذۂ سخن جیسے حافظ، خسرو، خاقانی، حسن اور کمال وغیرہ کا ذکر بڑے ادب و احترام سے کرتا ہے اور پھر ان کی پیروی پر اسے فخر بھی ہے ؎

خیالات کمال و نازکی ہائے حسن بند است
کہ سوز خسرو و الفاظ حافظ در سخن دارم

بعض مقامات پر بہ زعم تعلی وہ اپنے آپ کو خسرو و خاقانی کا ہم پلہ بلکہ ان سے بھی بلند درجہ کا شاعر ظاہر کرتا ہے ؎

نقش غزل تازہ خود طرز دگر است | نے ہیچ حسن یافت وجہی نہ چو خسرو
کہ زیر حرف نوشتن خطا بود مدرا | وجہیہ جائے تو بالائے دست خاقانی است
در سخنہائے نیم خام مرا | پختگی ہائے شعر خاقانی است

مذمت سوری راؤ

(۴۶) "دیوان وجہیہ" فارسی میں بعض قطعات بہت اہم اور دلچسپ ہیں جن میں سے دو قطعات سوری راؤ کی شکایت اور مذمت میں ہیں۔

(۴۶) سب رس، جنوری فروری ۱۹۴۳ء

گولکنڈہ کے وزیر اعظم امین الملک کے انتقال (۱۰۰۹ھ) کے بعد عارضی طور پر سوری راؤ کو مملکت قطب شاہیہ کا میر جملہ مقرر کیا گیا تھا۔ وہ دو تین سال تک اس عہدے پر فائز رہا اور پھر ۱۰۱۱ھ میں ایران کے ایک نووارد اور نوجوان شاعر محمد امین میر جملہ شہرستانی کو یہ عہدہ جلیلہ تفویض کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوری راؤ کی وزارت کے زمانے میں وجہیؔ کو سرکاری وظیفہ اور منصب بر وقت وصول نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ بادشاہ سے سوری راؤ کی شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سوری راؤ نے "زرِ سالِ گذشتہ" اب تک نہیں دیا ہے۔ جب کبھی میں عرض گزرانتا ہوں تو وہ وعدہ کر لیتا ہے لیکن وعدہ کی تکمیل نہیں ہو پاتی۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ؎

وعدہ می دہد مرا ہر روز   کہ بہ آں وعدہ نے سراست دیاؤ

اس قطعہ میں وجہیؔ نے فارسی کے ساتھ دکنی اردو کے بعض الفاظ بھی بے تکلف استعمال کئے ہیں اور آخری شعر کا دوسرا مصرع تو پورے کا پورا قدیم اردو میں ہے۔ کہتا ہے ؎

سال رفت و ہنوز می گوید   "خوب ہے کیا ہتا ہے دیں گے جاؤ"

ایک اور قطعہ میں سوری راؤ کی بے انتہا مذمت کی ہے۔ اس قطعہ کے بعض اشعار کرم خوردہ ہیں لیکن جو اشعار پڑھے جاتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سوری راؤ سے وجہی کے تعلقات سخت کشیدہ ہو گئے تھے۔ قطعہ کے آخری اشعار میں بادشاہ وقت سے استدعا کرتا ہے کہ اب تو ہی میرے حال زار پر رحم فرما کیونکہ سوری راؤ سے انصاف کی کوئی توقع باقی نہیں رہی۔ اس قطعہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں ؎

طوطیا نیم ما شکر بخشا   چند گردیم گرد مردارے

خون من صرف گمردن راو است | زیر چرم است استخواں بارے
خواستم حق خود جواب نداد | چہ بگوید کسے بہ دیوارے
تو طبیبی نہ تو عجب نہ بود | کہ شفائے دہی بہ بیچارے

وجہی کا ایک ناتمام فارسی قصیدہ

زیر نظر دیوان کے آخر میں ایک ناتمام قصیدہ ہے۔ قیاس غالب یہی ہے کہ وجہی نے یہ قصیدہ اپنے ممدوح و سرپرست محمد قلی قطب شاہ کی تعریف میں لکھا ہوگا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بادشاہ جہاں جہاں پرور | ظل سبحان و ذات پیغمبر
تو سراپا تمام آئینہ | خوش تماشا شدی بہ خود بنگر
ہمت و حلم و علم و دانش و جود | داب آداب و شان و شوکت و فر
پادشاہے چو تو نہ شد پیدا | خسروے چوں تو کس نہ شد دیگر

لیکن وجہی قصیدہ کا مرد میدان نہیں تھا۔ اسے اپنی غزل گوئی پر ناز ہے اور قصیدہ سرائی کا کوئی نمونہ نہیں ملتا۔ صرف اس کے فارسی دیوان کے آخر میں ایک مختصر سا قصیدہ پایا جاتا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ ایک فقیر مشرب اور آزاد منش شاعر تھا۔ ہرچند کہ وہ برسوں محمد قلی قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے دربار سے وابستہ رہا اور ان دونوں فرمانرواؤں نے اس کی قدر و منزلت میں کوئی کمی نہیں کی لیکن وہ اپنے سرپرستوں کی بھی عام طور سے مدح سرائی نہیں کرتا۔ اپنے ایک شعر میں کہتا ہے ؎

غزل گاہے نہ شوق خوبی آں ماہ می گویم
قصیدہ بر نمی گویم گدائی خوش نمی آید

نظریہ شاعری

شاعری کے بارے میں وجہی کا نظریہ ایک حقیقت پسندانہ نظریہ ہے۔ اچھا شعر وہ اسی شعر کو سمجھتا ہے جو دل کی گہرائیوں میں ڈوب کر رہ جائے۔ اپنے بارے میں کہتا ہے کہ میں شعر اس وقت کہتا ہوں جب سراپا شعر بن جاتا ہوں ؎

تمام شعر شدہ شعر گفتہ ام چہ کنم
کہ در جہاں بجز از شعر یادگار نیست

دو ایک جگہ اس نے شاعری کو "سخنہائے دروغ" سے تعبیر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چند جھوٹی باتوں کو شعر کا لباس پہنا دینے سے انسان کو کیا عزت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لیے اے وجہی! اب شاعری ترک کر دے اور کسی اور کام کی فکر کر۔ غالب کی طرح وجہی بھی شاعری کو ذریعہ عزت نہیں سمجھتا ؎

سخنہائے دروغ چند را عزت چہ خواہد بود
وجہی شاعری بگذار و فکر کار دیگر کن

ایک جگہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے وجہی تو نے ایسے شعر کہے ہیں جیسے لڑی میں موتی پرو دئیے ہوں۔ لیکن اس کمال سخن سے تجھے کیا حاصل ہوا، پس اب کوئی ایسا کام کر جس سے مال و دولت ہاتھ آئے۔

شعر گفتی بلکہ در سفتی ہمہ لیکن وجہیہ
کار باید کرد کز وے سیم و زر پیدا شود

وجہی کے مذہبی عقائد

(*) خان رشید صاحب وجہی کے مذہبی عقائد سے متعلق رقمطراز ہیں کہ ملا وجہی شیعہ مسلک تھا۔ مثنوی "قطب مشتری" میں اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ نعت کے ۲۶ اشعار ہیں۔ اس کے مقابلہ میں منقبت تقریباً پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ اگر ذکر معراج کے اشعار بھی نعت میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی تعداد ۶۰ ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذکر معراج بھی حضرت علیؓ کی فضیلت اور بزرگی بتلانے کے لئے کیا گیا ہے ویسے نعت کا ایک شعر ہے کہ ؎

کہ چودہ ملک کا توں سلطان ہے　　علیؓ سا تیرے گھر میں پردھان ہے

حضرت علی کے علاوہ خلفائے راشدین میں سے کسی اور کا ذکر نہیں کیا گیا۔ حد ہے کہ ذکر معراج میں معراج مذکور کے بعد آخر میں وجہی یہ لکھنے سے باز نہیں رہا کہ ؎

محمد کوں جس رات معراج ہوئی　　نہ تھا دوسرا واں علی باج کوئی

انوں تینوں کوں بات یو نام ہے　　سمجھنا دو چوتھے کا نیں کام ہے

حضرت علی کی منقبت میں ایک جگہ تو یہ لکھتا ہے کہ ؎

خبر سب اہے نیک ہور بد کی تج　　سہاتی ہے جاگا محمد کی تج!

دوسری جگہ غالباً جنگ خندق کے اس واقعے کی طرف اشارہ کرتا ہے جب ابن عبدود کا مقابلہ حضرت علی نے کیا تھا ؎

اٹھے بار سب یار بند بھوت کر　　بھروسا بنی کا اٹھا تج اپر!

(*) "اردو کی تین مثنویاں" از خان رشید ص۹۲

اسی منقبت میں وہ خلافت کے اختلافات کا بھی ذکر کرتا ہے ؎

لگیا تج حکم بیچ جل بقل ہونے — توں آخر ہوا سب تے اول ہونے
وہی بل ہے آخر جو پچ بل ہوئے — جو آخر ہوا وو پچ اول ہوئے

پھر کہتا ہے کہ تیرا مقام خلافت سے کہیں اونچا ہے اور مسند خلافت پر تیرا بیٹھنا عار تھا ؎

خلافت سے اونچا ترا ٹھار تھا — خلافت تجے مینا عار تھا

اسی منقبت کے آخر میں وہ کہتا ہے ؎

علی کا محب نیئں جکوئی سو توجان — حرامی پنے کا وہی ہے نشان

پوری داستان میں جگہ جگہ حضرت علی کا ذکر کیا ہے۔ جب محمد قلی قطب شاہ اژدھے کو مارتا ہے تو وہاں بھی وجہی کہتا ہے۔ شہزادہ علی ولی کی مدد سے کامیاب ہوا ؎

علی ولی تھے مددگار واں — خدا بن نہ کوئی شہ کوں تھا یار واں

اسی طرح جب شاہزادہ بلند گڑھ پہونچتا ہے تو راکشش کے قلعے میں خدا، محمدؐ اور علیؓ کا نام لے کر قدم رکھتا ہے ؎

خدا ہور محمدؐ علی کا لے ناؤں — رکھے کوٹ میں شاہ بیباک پاؤں

جب وہ راکشش کو مارتا ہے تب بھی وجہی کہتا ہے ؎

علی دستگی شہ کو ہر ٹھار فتح — کہ نصرت رفیق ہو ہے یار فتح

مہتاب پری قلی قطب شاہ کو رخصت کرتے وقت ایک گھوڑا نشانی کے طور پر دیتی ہے۔ وجہی اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے ؎

ترنگ خوب خوش شکل وو اصل ہے — کہ حیدرؓ کے دُلدل کی وو نسل ہے

بہر حال خود وجہی کی مثنوی سے ثابت ہے کہ وہ شیعیت پر کاربند تھا۔

"سب رس" کے دیباچے سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

"اوّل خدا ہے نبی دویم سویم ہے ولی، یو تین ناؤں تھے مومن
کے دل کوں تجلی۔ محمد کوں جس رات ہوئی معراج، وہاں دوسرا
نہ تھا کوئی علی باج"

اگرچہ قطب شاہی دور کے تذکرے اور تواریخ بھی ملا وجہی کے ذکر سے خالی ہیں تاہم اس کی تخلیقات کے داخلی شواہد سے اس کے سوانح حیات پر حسب ذیل روشنی پڑتی ہے کہ اس کا نام اسد اللہ تھا، اس کا تخلص وجہی کے علاوہ وجیہی اور وجیہہ بھی تھا۔ اس کا آبائی وطن خراسان تھا۔ وہ گولکنڈہ میں پیدا ہوا اور درگاہ برہنہ شاہ، حیدر آباد میں دفن ہوا۔ وہ فارسی کا بھی بہت اچھا شاعر تھا۔ وہ شیعہ تھا۔ اس نے طویل عمر پائی اور قطب شاہی خاندان کے چار بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ اس کا بچپن ابراہیم قطب شاہ اور جوانی محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں گذری۔ محمد قطب شاہ کے زمانے میں گوشہ گمنامی میں رہا اور عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں "سب رس" کی تخلیق کی۔

اس کی تخلیقات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مثنوی "قطب مشتری" (۱۰۱۸ھ ۱۶۰۹ء)
۲۔ "تاج الحقائق"
۳۔ "قصہ ماہ سیما و پری رخ"
۴۔ "سب رس" (۱۰۴۵ھ ۱۶۳۵ء)
۵۔ فارسی "دیوان وجیہہ"

مثنوی قطب مشتری

محمد قلی قطب شاہ کی وفات سے دو سال پہلے وجہی نے ۱۰۱۸ھ میں ایک کتاب "قطب مشتری"(۱) لکھی جس میں بھاگ متی کے ساتھ محمد قلی بادشاہ کے عشق کی داستان استعارے کے پیرائے میں بیان کی ہے اور بھاگ متی کی طرف سے توجہ ہٹانے کی غرض سے محمد قلی کی محبوبہ کا نام "مشتری" رکھا ہے اور اس کو بنگال کی شہزادی بتایا ہے۔ یہ کتاب اپنے دلکش اسلوب اور اعلیٰ تخیل کی وجہ سے قدیم اردو کی بہترین کتابوں میں سمجھی جاتی ہے۔

اس مثنوی کے دیباچے میں وجہی نے فن شاعری پر بھی ایک تحقیقی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد محمد قلی قطب شاہ میں شعر و سخن کا کتنا اعلیٰ معیار قائم ہو چکا تھا۔

مولوی عبد الحق صاحب کو اس مثنوی کا ایک ناقص و نامکمل مخطوطہ ملا تھا جس کو انھوں نے اپنے ایک مختصر سے دیباچے کے ساتھ حیدرآباد سے سنہ ۱۹۳۸ عیسوی میں شائع کیا تھا۔ اس دیباچہ میں انھوں نے وجہی کی اس بحث کا خلاصہ اس طرح لکھا ہے۔

"اس کتاب میں وجہی نے ایک باب "در شرح شعر" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس میں وہ بتاتا ہے کہ شعر کی اصل خوبی کیا ہے، اور اس میں کیا کیا جوہر ہونے چاہئیں۔ سب سے پہلی بات وہ یہ کہتا ہے کہ شعر سلیس ہونا چاہئے۔ زیادہ کہنے کی ہوس نہ کرے، ایک شعر کہے پر اچھا کہے، مگر اس میں کچھ نزاکت ہونی چاہئے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ شعر کہنے میں سب سے بڑی مشکل یہ آپڑتی ہے کہ لفظ اور معنی

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) صفحہ ۳

میں ربط ہو کہ دونوں مل کر ایک جان ہو جائیں۔ لفظ موزوں اور منتخب اور بلند ہوں۔ معنی میں اگر زور ہے تو بات کا مزہ اور ہو جاتا ہے۔ البتہ اس کا سنوارنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی محبوب حسین ہے تو سنوارنے سے نور علیٰ نور ہو جائے گا۔ ایک بات بڑی اچھی یہ کہی ہے کہ شعر میں کوئی جدت ہونی چاہئے۔ دوسروں کی تقلید کرنی آسان ہے لیکن شاعر وہی ہے جو اپنے دل سے نئی بات پیدا کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں تو اس رنگین بات کا قائل ہوں جو دل میں جا کر بیٹھ جائے۔ جس سے دل میں ولولہ پیدا ہو اور آدمی سن کر اچھل پڑے۔"

وجہی ایک بلند پایہ شاعر تھا۔ اس کی مثنوی فارسی کی اعلیٰ درجہ کی مثنویوں کے ہم پلہ ہے۔ زبان کی سلاست اور صفائی کے علاوہ اس نے تخیل کی بلند پروازی اور شعری محاسن کا ہر بیت میں ثبوت دیا ہے۔ مرقع نگاری میں اس کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ اس نے اپنے عہد کی زندگی کے اس مثنوی میں، ایسے مرقع محفوظ کر دیئے ہیں کہ ان کو پڑھنے سے محمد قلی قطب شاہ کا دور آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اور پھر خوبی یہ پیدا کی ہے کہ یہ مرقعے وقتی نہیں معلوم ہوتے، بلکہ ان میں دوامیت اور عمومیت دونوں نمایاں ہیں

"قطب مشتری" کی تصنیف کے وقت وجہی کی شہرت اور مقبولیت عروج کمال کو پہونچ چکی تھی۔ اگرچہ اس وقت اور بھی شاعر موجود تھے، لیکن ان سب کا وجہی نے جس حقارت سے اس مثنوی میں ذکر کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس وقت سرکار دربار میں بہت زیادہ رسوخ حاصل کر چکا تھا۔ اور یہ مثنوی بادشاہ اور سلطنت کے پیشوا میر محمد مومن کے اشارے پر بھاگ متی کے مسخ کرنے کی خاطر لکھ رہا تھا۔ اگر اس کو شاہی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو اپنے تمام ہمعصر شعرا کی اس طرح بے دھڑک مذمت کرنے کی وہ ہرگز جرأت

نہ کرتا۔ اسی سلسلے میں اس نے حد سے زیادہ خودستائی بھی کی ہے اور یہ خودستائی بھی ثابت کرتی ہے کہ وہ اس وقت بادشاہ کا منظورِ نظر تھا ورنہ ایک ایسا بادشاہ جو خود بھی شاعر تھا اور اپنا دیوان مرتب کر رہا تھا اپنے عہد کے کسی شاعر کی ایسی بے پناہ بڑائی کو گوارا نہیں کر سکتا۔

غواصی سے معرکے

اظہار خودنمائی اور معصر شاعروں کی عام تحقیر کے باوجود یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ وجہی، غواصی کی شاعری اور بڑھتی ہوئی شہرت سے غافل نہ تھا۔ اس کو شاید اندیشہ تھا کہ اس شاعر کے مقابلے میں زیادہ عرصے تک جمے رہنا آسان کام نہیں ہے۔ اگرچہ اس نے اپنے طعن و ملامت کا اصلی نشانہ غواصی ہی کو بنایا ہے، لیکن ہمت نہ ہوئی کہ صاف صاف غواصی کا نام لیتا۔ تاہم ان ابیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غواصی ہی کے لیے لکھی گئی ہیں ؂

اگر غوطے لگ برس غواص کھائے — تو یک گوہر اس دھات امولک نہ پائے
یو موتی نہیں وہ جو غواص پائیں — یو موتی نہیں وہ جو کس ہات آئیں
غواصاں کئی غوطے کھا کھائے کر — موئے ہیں سو اس سمد میں آئے کر

مگر وجہی کا اندیشہ غلط نہ تھا۔ اس کی قدر و منزلت اور ملک الشعرائی محمد قلی قطب شاہ ہی کے دم کے ساتھ وابستہ رہی۔ اس کے جانشین محمد قطب شاہ (۱۰۲۰ھ/۱۶۱۲ء تا ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) کے عہد میں پندرہ سال تک وجہی گوشۂ گمنامی میں پڑا رہا۔ اور غواصی نے رفتہ رفتہ اس کی جگہ حاصل کر لی۔

(۳۰) عبداللہ قطب شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی غواصی کے دن پھر گئے

---

(۳۰) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۳۸۶

اور "سیف الملوک و بدیع الجمال" جو لکھی لکھائی تیار تھی وہ پڑی اور بڑی نذرِ عقیدت تھی جو اس کم عمر بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوئی اور پہلے دن ہی غواصی قطب شاہی دربار کا ملک الشعراء بن گیا - اس کی کلیات، اور قطب شاہی تاریخوں "حدیقۃ السلاطین" وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس دور میں بہت مقبول اور دربار کا معتمد الیہ بن گیا تھا - وجہی کے ہوتے ہوئے ملا نظام الدین احمد نے اس کے بارے میں "حدیقۃ السلاطین" میں لکھا ہے :۔

"ملا غواصی کہ در شعر دکھنی از امثال خود ممتاز است این کلمہ را مادہ تاریخی ساخت "محفوظ آباد" (۱۰۴۲ھ - ۱۶۳۲ء)"۔

اور اسی جگہ وجہی کا نام بغیر کسی تعریف و توصیف کے صرف وجہی شاعر دکنی لکھا ہے۔ تاریخ کا جملہ ہے۔

"تاریخ کہ ملا وجہی شاعر دکنی یافتہ است۔ آفتاب از آفتاب آمد پدید"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا رخ کدھر تھا - خود وجہی نے "سب رس" کے سبب تالیف میں عبد اللہ قطب شاہ کے طلب کرنے اور پان دینے اور مان دینے کا ذکر کیا ہے مگر بادشاہ اس کو کوئی نظم لکھنے کا حکم نہیں دیتا - بلکہ نثر میں ایک قصہ مرتب کرنے کی فرمائش کرتا ہے - شاید شاعری غواصی ہی کا حصہ ہو گئی تھی۔

دراصل وجہی نے پادشاہ کے پاس اس باریابی ہی کو غنیمت سمجھا تھا اور شاہی درباروں کے متوسلوں کو اس طرح لکھنا پڑتا تھا - گمان غالب یہ یہ ہے کہ وجہی کو یہ باریابی بھی ملا غواصی کی دربار قطب شاہی کے عدم حاضری کے زمانے میں نصیب ہو سکی تھی - اس لئے کہ جس زمانے میں وجہی کو یہ حکم دیا گیا اس وقت یعنی ۱۰۴۵ھ ۱۶۳۶ء میں ملا غواصی بیجاپور بحیثیت سفیر گیا ہوا تھا۔

(۱) وجہی نے اپنی مثنوی "قطب مشتری" میں دعویٰ کیا تھا کہ ؎

نہ پہنچے نہ پہنچا ہے گم گیان میں   سو طوطی منجہ ایسا ہندوستان نیں

اس کا جواب غواصی نے اس طرح دیا ہے

جتے ہیں جو طوطی ہندوستان کے   بھکاری ہیں منجہ شکرستان کے

اس نوک جھونک اور طعن و تشنیع کے باوجود غواصی نے انصاف سے بھی کام لیا ہے اور اپنے بوڑھے ہمعصر وجہی کا ذکر کم از کم ایک غزل میں ضرور کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے ؎

اس دکھن کے شاعراں میں تجہ شہنشا کے نزیک

ہے غواصی اور وجہی شاعر حاضر جواب

(۲) عبداللہ قطب شاہ نے غواصی، وجہی۔ اور ملک خوشنود جیسے اہل کمال کی بڑی قدر افزائی کی جس کا ذکر اس کے دور حکومت کی ایک مستقل تاریخ حدیقۃ السلاطین میں موجود ہے۔

(۳) پروفیسر عبدالقادر سروری لکھتے ہیں :-

"وجہی کی انشا پردازی کی طرح اس کی شاعرانہ قابلیت بھی بے مثل تھی" (اردو مثنوی کا ارتقا ص۶۵)

اس مثنوی کو پڑھکر وجہی کی غالب جیسی "جدت فکر" اور میر جیسی "خود اعتمادی" کا احساس ہوتا ہے۔

دوسرے شعراء کے کارنامے وجہی کی طرح طبعزاد نہیں مستعار ہیں مثلاً

---

(۱) علی گڈھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص۳۸۹

(۲) " " " ص۳۹۶

(۳) "اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء" از ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ص۶۱-۲۶

غواصی نے "سیف الملوک و بدیع الجمال" میں "الف لیلیٰ" کے ایک افسانے کو منظوم کیا ہے۔ ابن نشاطی نے فارسی مثنوی "بساتین" کو "پھول بن" کا جامہ پہنایا ہے۔ لیکن ان کے برخلاف وجہی نے ایک نئی چیز پیش کی ہے۔ اس کے خیال میں شعر کی سب سے بڑی خوبی "جدت ادا" ہے اس خصوص میں اس کی ذہنیت غالب سے ملتی جلتی ہے۔

"قطب مشتری" کئی حیثیتوں سے اہمیت رکھتی ہے۔

۱- اس کے بیان میں درد و اثر ہے

۲- زبان بہ نسبت اگلے شعرا کے سلیس اور صاف ہے۔

۳- وجہی کو منظر کشی میں بھی دستگاہ تھی۔

۴- جذبات نگاری میں دور قدیم کے بہت کم شاعر وجہی کے پایہ کو پہنچ سکے۔

لیکن مولوی عبدالحق صاحب اس مثنوی کی عظمت کے زیادہ معترف نظر نہیں آتے۔ (تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ کیجئے "اردو کی تین مثنویاں" از خان رشید اردو اکیڈمی سندھ کراچی)

رسالہ تاج الحقایق

(*) سالار جنگ کے کتاب خانے میں ایک مخطوطہ "سب رس" نام کا محفوظ ہے اور اس کو میران جی شمس العشاق کی تصنیف قرار دیا گیا ہے۔ اس مخطوطے کی پیشانی پر یہ عبارت درج ہے:-

"کلام میراں جی شمس العشاق کہ کلام شاہ وجیہہ الدین بزبان دکھنی

(*) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول)، ص۲۱۲

ترجمہ نمودہ اند و سب رس نام کردہ اند۔"

اس عبارت سے واضح طور پر اس مخطوطے کا نام سب رس، اور مترجم کا نام شمس العشاق قرار پاتا ہے ترقیمے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

"تمت الکتاب بعون ملک الوھاب۔ المسمی بہ سب رس تصنیف میراں جی شمس العشاق ......"

یہ نسخہ قدیم ہے۔ ۱۱۸۹ھ میں ریاض اللہ حسینی نے خدیجہ بیگم کی فرمائش پر اس کی کتابت کی تھی لیکن گمان غالب یہ ہے کہ یہ نسخہ وہی ہے جو "تاج الحقایق" کے عنوان سے وجہی کی طرف منسوب ہے۔ اس قیاس کی تائید حسب ذیل امور سے ہوتی ہے۔

۱- ابتدائی عبارت وہی ہے جو "تاج الحقایق" کی ہے۔ سید ابصار علی شاہ حسینی نے "تاج الحقایق" کے دکنی الفاظ بدل کر پوری کتاب معیاری اردو میں منتقل کر دی۔ اس کی ابتدائی عبارت بھی وہی ہے جو سالار جنگ کے مفروضہ "سب رس" کی ہے۔ سید ابصار علی شاہ نے اس کتاب کو وجہی کی ہی تصنیف قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:-

> یہ کتاب حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب نے دکھنی زبان میں تصنیف کی تھی، سو اس کے کئی الفاظ دکھنی زبان کے کئی صاحبوں کی سمجھ میں برابر نہیں آتے ہیں، سو اس فقیر الحقیر نے، مدد سے بزرگوں کی اس رسالہ دکھنی کو ہندی زبان میں جو محاورہ خاص و عام ہے لکھا۔"

۲- وجہی کی تاج الحقائق" کے تین دوسرے عنوان بھی زیر غور رسالے میں مذکور ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب کو کسی وجہ سے غلط فہمی ہو گئی

اور اس نے مصنف اور عنوان کتاب دونوں غلط لکھ دیئے۔

۳- اس رسالے کی زبان اور طرز بیان دونوں "سب رس" مصنفہ وجہی سے ملتی جلتی ہیں۔ وجہی نے "سب رس" میں بڑے شد و مد سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ڈھنگ اسی کا ایجاد کردہ ہے۔ یہی دعویٰ زیر نظر رسالے میں بھی بار بار کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب کے پاس "تاج الحقائق" کا ایک نسخہ تھا انھوں نے "تاج الحقائق" اور "سب رس" کے مطالب کی یکسانیت کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

"تاج الحقائق - یہ بھی نثر میں ہے اور اس میں اخلاق و تصوف پر بعض مباحث ہیں - اور "سب رس" کے بعض مقامات سے جہاں اس نے اس قسم کی بحثیں چھیڑ دی ہیں، بہت ملتے جلتے ہیں"

۴- ڈاکٹر زور نے سالار جنگ کے اس نسخے کو وجہی کی "تاج الحقائق" قرار دے کر کچھ حصہ چھاپ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس کا ایک نسخہ سالار جنگ کے کتاب خانے میں بھی موجود ہے - اس کا ایک نسخہ غالباً مولوی عبدالحق کے پاس بھی ہے۔ اور ایک اور عمدہ نسخہ قطب شاہی عہد کا لکھا ہوا میرے ایک شاگرد عفور احمد مجددی کے یہاں پندرہ سال قبل موجود تھا"

۵- بمبئی یونیورسٹی کے کتاب خانے میں ایک نسخہ اور کچھ اجزاء آصفیہ میں بھی موجود ہیں۔ سخاوت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کی زبان "سب رس" سے ملتی جلتی ہے - اس لئے اس کو وجہی کی تصنیف سمجھنا چاہئے۔ شمس العشاق کی زبان اتنی رواں نہیں ہو سکتی۔

ان قرائن کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ زیر نظر رسالے کا مولف وجہی ہی ہے۔

میراں جی شمس العشاق کی یہ تصنیف نہیں بظاہر مولانا وجیہہ الدین کی "سب رس" کی وجہ سے اس کے کاتب کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ اور اس نے اس رسالے کو "سب رس" رکھ دیا ہو گا۔ نصیر الدین ہاشمی صاحب نے سالار جنگ کے کتاب خانے کی وضاحتی فہرست میں اس اختلاف کا ذکر نہیں کیا ہے اور اس کو میراں جی ہی کی تصنیف قرار دیا ہے (۱)

آگے چل کر ڈاکٹر زور رقمطراز ہیں کہ "(۲) مجھے شبہ ہے کہ یہ وجہی کی تصنیف ہے بھی یا نہیں۔ اس کا موضوع تصوف و عرفان ہے اور اس میں کسی مرشد نے اپنے مریدوں کی ہدایت و تلقین کے لئے فقر و فنا اور وحدت الوجود کے مسائل بیان کئے ہیں اور ہر عبارت طالب کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔ اس کے موضوع کے بارے میں خود مصنف نے اس قدر وضاحت کی ہے۔

"اس رسالے میں ہمیں کیتیں عشق کے عالم کے بات کتے ہیں۔ جس عالم کی بات کتے ہیں اس عالم سوں اس بات کوں پانا۔ اگر سمجھے تو خوب واگر نیں سمجھے تو تنک اندیشہ فکر کرنا۔ لیکھے جاگا در کار ہے ولے کچھ خاطر میں نا لیانا۔ اس کلام کوں پڑنے اس کلام کے مقصد کوں اپنڑنے ہر بے فہم کو کاں فہم ہے۔

اس رسالے میں فصاحت بلاغت بات بات کا مانا۔ ناز نیاز اسرار سب بھر پور ہے۔ اگر ہمارے کلام کوں کوئی نا سمجھے تو ہمارا تقصیر نیں۔ اس کی سمج میں قصور ہے۔ پاؤ آدھے کو سمجتا ہے۔ آدھا پونے کوں سمجتا ہے۔ پونا پورے کو سمجتا ہے۔ یاں سمجنا کام ہے ہر کسی

(۱) علی گڈھ تاریخ ادب اردو" (جلد اول) صفحہ ۲۲۰

(۲) " " " " صفحہ ۳۷۸

کی سمجھ اپنی مقدار ہی بات بولتا ہے۔ ہر ٹھار ایک مراتب ایک مقالہ ہے۔ نادان کی بات دانایاں کے آنگے اعتبار نہیں دھرتی "

اس میں شبہ نہیں کہ اسلوب میں وجہی کی جھلک نظر آتی ہے، مگر وہ جوش و بودت نہیں ہے جو "سب رس" کی ایک ایک سطر کی خصوصیت ہے۔ ممکن ہے کہ وجہی آخر عمر میں پیر طریقت بن گئے ہوں۔ اور اسلوب میں زیادہ سلاست اور سادگی پیدا کرلی ہو، اور یہ کتاب اسی دور کی یادگار ہے۔ یہ کتاب اس طرح شروع کی ہے:

" اللھم صل علی محمد"۔ جنو کی بات خدا کی بات میں سند۔ کتاب تاج الحقایق، رواج الحقائق، سراج الحقایق، معراج الحقایق، جس کتاب کوں مطالعہ کرنے تے خدا بیگ پایا جائے، وہی کتاب سب کتابوں پر فائق ہے عشق سرفات ہے عشق خلاصہ موجودات ہے، عشق صاحب کائنات ہے "

تاج الحقائق" کی ایک اور عبارت کا نمونہ یہ ہے۔

" ارے بھائی! اگا نداستھا سو شکر ہوا، شکر تھی سو ابلوج ہوئی، ابلوج تھا سو نبات ہوئی۔ یوں ظہور پکڑتے آئی خدائی۔ شکر کا کھانہارا آگ کے کھانہارے کوں کیا پہچانے۔ شربت کا سواد دیکھیا سو زہر کا سواد کیا جانے۔ جنے خوشی سوں جیو دینے نیں جانیاں وو رن میں گھوڑا کیوں بہاتا ہے۔ جنے کانٹے کی زخم کا لذت نیں دیکھیا وہ خنجر کے زخم کا لذت کیوں پایا۔ جکوئی راحت میں رہتا ہے فراغت کرتا ہے اس تے جفا سو سیا نا جاسے۔ عشرت طلب کوں محنت طلب سوں کیا۔ کام بلبل کوں پروانے کی

محبت نہ بھلاسے مچھلی کوں پانی میں آسودگی، سمندر کوں اگ میں آرام ہے، یہاں اپنی اپنی ریجہ، اپنی اپنی ہمت، یہاں اپنا کام۔ باگہ کا کام بوربچہ تے آئے گا۔ ہاتھی کا بھار اونٹ اوچائے گا۔ بھیڑی کا دعوی باشا سارے گا۔ تنکرا کیا کلنگ کوں مارے گا۔ بلی شیر نے سوں جھگڑے، لوٹرا مرغابی نا پکڑے۔ (۱)

(۲) میران جی کی اس تصنیف کا ذکر ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی تصنیف کے علاوہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر زور صاحب نے اسے میراں جی کی نثری تصانیف میں شامل کیا ہے اور لکھتے ہیں:۔

"یہ کتاب دکھنی نثر میں ہے اور شاہ وجیہ الدین کی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ (۱۱۸۹ھ) آغا حیدر صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ کل ۸۸ ورق ہیں، ۱۲ سطر۔ زبان نہایت پاکیزہ اور سلیس ہے۔ چونکہ اردو کی ابتدائی نثری کتابوں میں ہے اس لئے یہ مخطوطہ خاص طور پر قابل قدر ہے (اردو شہ پارے ص ۲۶)

حامد حسن قادری نے بھی "داستان تاریخ اردو" میں مصنف "اردو شہ پارے" ہی سے اس کتاب کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان ہی تفصیلات کو درج کیا ہے جو "اردو شہ پارے" میں موجود ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"سب رس نام کا ایک رسالہ شاہ میراں جی نے ملاوجہی کی "سب رس" سے پہلے لکھا ہے۔" (داستان تاریخ اردو۔ ص ۳۶)

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۱۳۸

(۲) اردو نثر کا آغاز و ارتقاء۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ص ۱۲

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ کو "سب رس" کا جو نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں دستیاب ہوا ہے وہ خاصہ ضخیم ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے آخر میں ایک ترقیمہ بھی ہے جس سے اس کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں یہ روشنی پڑتی ہے۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے :-

"المسمی بہ "سب رس" تصنیف شاہ میراں جی شمس العشاق فرمودہ عصمت بلقیس زماں مریم زمانی خدیجہ سلطانہ لہ"

نسخے کے سرنامہ پر یہ عبارت درج ہے :-

"کلام میراں جی شمس العشاق کہ کلام وجیہہ الدین بزبان دکھنی ترجمہ نمودہ اند و "سب رس" نام کردہ اند"

متن کے آغاز پر یہ لکھا ہوا ہے :-

"کلام میراں جی شمس العشاق"

پروفیسر عبد القادر سرفراز نے بمبئی یونیورسٹی کی فہرست مخطوطات مرتب کی تھی۔ اس میں وجہی (مصنف "سب رس") سے ایک اور تصنیف "تاج الحقائق" منسوب کی ہے۔ "تاج الحقائق" کی جو خصوصیات فہرست میں بیان کی گئی ہیں وہ سب اس "سب رس" میں موجود ہیں۔ سرفراز صاحب لکھتے ہیں :-

"یہ دکھنی زبان میں ایک نثری تصنیف ہے جو انسان کے اخلاقی اور روحانی مسائل سے بحث کرتی ہے۔ اس کے مصنف وجیہہ الدین "سب رس" کے مشہور مصنف ہیں۔"

خصوصیت جو انھوں نے بتائی ہے یہ ہے کہ اس کے ابواب "ارے طالب" سے شروع ہوتے ہیں۔ جو "سب رس" کی بھی خصوصیت ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب "تاج الحقایق" کے نام سے کیسے موسوم ہوئی اور وجہی کے نام سے کیسے منسوب ہوئی۔ ایک بات تو یہ سمجھ میں آتی ہے کہ "سب رس" کے نام کی وجہ سے یہ کسی مرحلے میں وجہی کے نام سے منسوب کردی گئی کیونکہ وجہی کی ایک کتاب "سب رس" نامی موجود ہے۔ اس طرح اس کتاب اور مصنف کے بارے میں کافی غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اس میں مزید اضافہ اس طرح بھی ہوگیا ہے کہ اسی "سب رس کو تاج الحقایق" کے نام سے مجلس دکھنی مخطوطات حیدرآباد کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔ اور اسے ڈاکٹر زور نے مرتب کیا ہے۔ اس کے (۴۸) مطبوعہ صفحات بڑی کوشش کے بعد ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صاحبہ کو دستیاب ہوئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی "سب رس" ہے آغاز سے لے کر ۴۸ صفحے تک عبارت لفظ بہ لفظ ایک ہی ہے۔ اس کے نام اور مصنف دونوں کے بارے میں کافی شبہات کی گنجائش پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً یہ کہ

۱۔ آیا اس کتاب کا نام "سب رس ہے یا تاج الحقائق"؟

۲۔ اس کتاب کے مصنف شاہ میراں جی شمس العشاق ہیں یا وجہی یا اور کوئی؟

ڈاکٹر زور کے "اردو شہ پارے" کے بیان کے مطابق یہ "سب رس" ہے اور شاہ میراں جی کی تصنیف جس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وجیہہ الدین کی کسی تصنیف کا ترجمہ ہے۔ مجلس دکھنی مخطوطات کی زیر طبع کتاب میں اس کا مطبوعہ نام تو ظاہر نہ ہوسکا۔ لیکن مطبوعہ صفحات کے سرنامے پر سرخی سے "تاج الحقایق" لکھا ہوا ہے،

پروفیسر عبدالقادر سروری کا خیال ہے کہ یہ "تاج الحقایق" ہے اور وجہی (مصنف سب رس) کی تصنیف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ نہ تو "سب رس" ہے اور نہ وجہی کی تصنیف۔ اسطرح

اسے شاہ میراں جی سے بھی کوئی تعلق نہیں بلکہ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کے قیاس کے مطابق یہ تاج الحقایق ہے اور شاہ وجیہہ الدین (۹۱۰ھ - ۹۹۶ھ) اس کے مصنف ہیں۔ اس قیاس کے اسباب حسب ذیل ہیں:-

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ شاہ میراں جی کی سب رس کا کسی نے سوائے ڈاکٹر زور کے تذکرہ نہیں کیا اور ابھی مجلس دکھنی مخطوطات کی زیر طبع "تاج الحقایق" جس کا ذکر کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد میں ڈاکٹر زور صاحب کا خیال کتاب کے نام کے بارے میں بدل گیا اور "تاج الحقایق" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ حالانکہ "اردو شہ پارے" میں اسی کتاب کا اقتباس وہ "سب رس" کے نام سے دے چکے تھے۔

۲۔ اس غلط فہمی میں قطع نظر اس کے "سب رس" کے نام کی وجہ سے وجہی کا نام بھی آگیا ہو۔ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کتب خانہ سالار جنگ کے نسخے کے سرنامہ کی یا اسی کی کسی اور عبارت سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہو چنانچہ کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطہ کے سرنامے کی عبارت کافی مبہم ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "سب رس" میراں جی کا کلام ہے جس کا وجیہہ الدین کے کلام سے دکھنی میں ترجمہ کیا گیا اور "سب رس" نام رکھا گیا۔ یہ عبارت نہ تو خود جزو کتاب ہے نہ اس کی اہمیت ترقیمہ کی سی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے شاہ وجیہہ الدین کے کلام کو "وجیہہ" کے جز کی مناسبت سے وجہی سمجھ لیا اور چونکہ وجہی کی تصنیف "سب رس" ہے اس لئے اس کا نام "سب رس" رکھ دیا۔ حالانکہ "سب رس" نام کا پتہ سوائے اس الحاقی عبارت کے متن کتاب سے کہیں نہیں چلتا۔ حالانکہ وجہی مصنف "سب رس" نے "سب رس" کے نام کا تذکرہ سبب تالیف کے سلسلے میں واضح طور پر کر دیا ہے۔

التباس کا سبب۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجیہ الدین کا لقب بھی "میاں جی" تھا۔ "میاں جی" اور "میراں جی" میں التباس کی جو گنجائش ہے واضح ہے۔ شمس العشاق لقب کا الحاق لکھنے والے کی طرف سے "میاں جی" کو "میراں جی" پڑھ کر ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے "ایجاد بندہ" کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ کتاب کے سرنامے پر جو عبارت درج ہے اس میں وجیہ الدین کا کلام ہونے کی صراحت ہے جس کے بارے میں التباس کی گنجائش نہیں۔

۲۔ ہم کو یہ معلوم ہے کہ وجیہ الدین کا لقب بھی میاں جی تھا جسے بعض وقت "امیر اجی" بھی کہا گیا ہے۔ اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے شمس العشاق اور وجیہ الدین میراں جی میں فرق نہ کر سکنے کی وجہ سے میراں جی کا لقب شمس العشاق مشہور تھا احتراماً بڑھا دیا۔

وجیہ الدین نامی دو بزرگ گذرے ہیں:۔

ایک وجیہ الدین یوسف جو شیخ نظام الدین بدایونی کے معاصر تھے لیکن کسی بھی تذکرے سے ان کا صاحب تصنیف ہونا نہیں پایا جاتا۔

دوسرے وجیہ الدین علوی گجراتی میراں جی کے معاصر تھے۔ اس لئے یہ قیاس بھی ٹھیک نہیں ہوتا کہ میراں جی نے وجیہ الدین کی کسی تصنیف کا اردو ترجمہ کیا ہوگا۔ اس کے برخلاف اس عہد کی تائید میں بہت سے دلائل ملتے ہیں کہ وجیہ الدین اس کتاب کے مصنف ہیں۔ حکیم شمس اللہ قادری، ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر عسکری (*) سب نے وجیہ الدین کے اردو میں صاحب تصنیف ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری لکھتے ہیں:۔

"آپ کے مریدوں نے "بحر الحقایق" کے نام سے آپ کے ہندی ملفوظات

(*) مطبوعہ روئیداد ہسٹری کانگریس منعقدہ ناگپور ۱۹۵۰ء

جمع کیے ہیں ، (اردوئے قدیم - طبع ثانی ص۲۷)

ڈاکٹر مولوی عبدالحق لکھتے ہیں :-

"آپ کے مریدوں نے آپ کے ملفوظات کتاب کی صورت میں جمع کیے ہیں ، جس کا نام "بحرالحقائق" ہے اس میں جگہ جگہ ان کے ہندی اقوال درج ہیں - شیخ کے مریدوں سے سوال کرتے ہیں اور وہ اس کا جواب دیتے ہیں - سوال تو فارسی میں ہیں لیکن جواب خود شیخ ہی کے الفاظ میں ہندی میں تحریر کیے ہیں (اردو کی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام - ص۳۷)

پروفیسر حسن عسکری نے اپنے ایک مضمون "پندرہویں صدی کے شمالی بہار کے ایک شطاری صوفی (امام الدین راجگیری)" میں ان کے اردو میں تصنیف و تالیف کرنے کا ذکر کیا ہے - وہ "گلزار ابرار" (مخطوطہ حبیب گنج) کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

"انھوں نے بہت سی مشہور کتابوں پر حواشی لکھے ، بہت سی اعلیٰ پایہ کتابیں بھی لکھیں جو ابتدائی اردو کے اچھے نمونے ہیں -"

کتاب (سب رس) کے آغاز کی عبارت سے کتاب کے نام (تاج الحقائق) کا پتہ چلتا ہے - میراں جی شمس العشاق کی تصانیف "خوش نامہ" "خوش نغز" یا اس دور کے بعض دوسرے مصنفوں کی کتابوں کے ناموں میں مشابہت کے التزام کے نمونے وجیہہ الدین کی تصانیف کے ناموں "بحرالحقائق" اور "تاج الحقائق" کی مناسبت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا -

ترقیمہ میں لفظ "فرمودہ" بہت بامعنی لفظ ہے - کیونکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اس کتاب کی تصنیف خدیجہ سلطانہ کی فرمائش پر ہوئی تھی - خدیجہ سلطانہ

نام کی دو خواتین بیجاپور میں گزری ہیں۔

۱۔ خدیجہ سلطانہ محمد عادل شاہ (۱۰۳۷ھ ۔ ۱۰۶۷ھ) کی بیوی تھی۔ اور بیجاپور میں "حاجی بڑے صاحبہ" کے نام سے موسوم تھی۔

۲۔ خدیجہ سلطانہ ابراہیم عادل شاہ (۹۴۱ھ ۔ ۹۶۵ھ) کی بہن اور میراں حسین نظام شاہ (۹۹۶ھ) کی بیوی تھی۔ قیاس یہ ہے کہ ان دوسری خدیجہ سلطانہ کی فرمائش پر "تاج الحقائق" لکھی گئی تھی۔

خدیجہ سلطانہ کی زندگی کا بیشتر حصہ احمد آباد میں گذرا اور وجیہہ الدین کا وطن بھی احمد آباد تھا۔ خدیجہ سلطانہ کو علم و ادب سے دلچسپی، عادل شاہی خاندان سے ورثہ میں ملی تھی۔ اس لئے غالباً شاہ وجیہہ الدین نے شاہ میراں جی شمس العشاق کی بعض کتابوں کی طرح جو خاص طور پر خواتین کو احکام سکھانے کیلئے لکھی گئی تھیں، اس خاتون کے لئے یہ کتاب لکھی ہو گی۔ اگر خود تصنیف نہ بھی کی ہو تو یہ تو یقینی ہے کہ اس کے استفادہ کے لئے یہ کتاب لکھوائی ہو گی۔

بہرحال ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ علماء نے "سب رس" اور "تاج الحقائق" کو علیحدہ علیحدہ کتابیں بتایا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ اس کا نام "تاج الحقایق" اور یہ شاہ وجیہہ الدین گجراتی کی تصنیف ہے (۲۸)

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وجہی کا نام وجیہہ الدین نہیں، اسد اللہ تھا۔ البتہ اس سے وجہی کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کہ:۔

"جیتے چوسارا جیتے فہمداراں جیتے گن کاراں ہوئے سن آج لگن، کوئی اس جہان میں، ہندوستان میں ہندی زبان سوں اس لطافت اس چھنداں

(۲۸) "اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء" صفحہ ۱۵

سوں نظم ہور نثر ملا کر گلا کر یوں نیں بولیا.... جکوئی اچایا بنیا ڈاول آخر وہی استاد"

کیونکہ شاہ وجیہہ الدین گجراتی کی "تاج الحقائق" میں وجہی کی "سب رس" سے پہلے ہی اس طرز بیان کا نقش اوّل موجود ہے۔ یہی طرز "سب رس" میں نکھری ہوئی شکل میں ملتا ہے۔

مثنوی ماہ سیما و پری رخ

گارساں دتاسی نے وجہی کی ایک اور تصنیف "قصہ ماہ سیما و پری رخ" کا ذکر بھی اپنے خطبات میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"علاوہ ان منظوم فسانوں کے جو مقبول عام قصوں سے لئے گئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کے ہیرو غیر معروف ہیں ہندوستانی میں ایسے قصے بکثرت ہیں، اور اکثر مشہور ہیں۔ جن میں سے چند کا ذکر کرتا ہوں۔ قصہ "بلند اختر" جو میر خان نے لکھا ہے۔ "اخوان شاہ" میں اس کے دو نسخوں سے واقف ہوں ایک تو "چندر بدن ماہ یار" جس کے کئی نسخوں کا مجھے علم ہے اور دوسرا "دل آرام اور دلربا" جس کے مولفوں میں ایک متی رام ہے۔ "پری رخ و ماہ سیما" جس پر وجہی نے ایک مثنوی لکھی ہے۔" (خطبات گارساں دتاسی ص۱۵۹)

پروفیسر سید ضامن علی نے "جائزہ زبان اردو" میں لکھا ہے کہ اس کا ایک نسخہ محمد حفیظ صاحب الہ آبادی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔(۳۶)

دیوان وجیہہ "فارسی"

(۳۷) اختر حسین صاحب رقمطراز ہیں کہ حال ہی میں مجھے اس کا فارسی دیوان

---

(۳۶) "اردو کا آغاز اور ارتقا" ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ۔ ص۲۶۱ (۳۷) "سب رس" جنوری فروری ۱۹۶۲ء

ملا ہے۔ وجہی کے فارسی دیوان کا یہ نادر اور نایاب نسخہ سالار جنگ لائبریری حیدرآباد کے شیعہ مخطوطات میں محفوظ ہے اس دیوان کے مطالعہ سے وجہی کی زندگی کے بعض پوشیدہ گوشوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور یہ انکشاف بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف اردو کا ہی بہت بڑا ادیب نہیں تھا بلکہ فارسی زبان پر بھی اسے پوری دستگاہ تھی اور اپنے زمانے میں ایک فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی وہ بہت مشہور و معروف تھا۔

"دیوان وجیہہ کا زیر نظر قلمی نسخہ ۲۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ ۱۱ سطری ہے۔ اس اعتبار سے وجہی کے فارسی کلام کا یہ نایاب مجموعہ کم و بیش تین ہزار نوسوابیات پر حاوی ہے۔ افسوس ہے کہ دیوان وجہی کا یہ نایاب نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ ابتدا کے تو غالباً دو ایک ورق ہی غائب ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آخر کے متعدد اوراق تلف ہو گئے ہیں۔ دیوان کا آغاز غزلوں سے ہوتا ہے، جو حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ صفحہ ۲۱۸ پر غزلیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد آخری ۳۴ صفحات ۷۵ رباعیوں، چند قطعات و معمات اور ایک قصیدہ پر مشتمل ہیں۔ ابتدائی اور آخری چند اوراق کے بعض حصے تیزاب یا پانی کے دھبوں سے متاثر ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض اشعار بالکل نہیں پڑھے جاتے۔ آخری پانچ چھ صفحات کو کرم کتابی نے بھی نقصان پہونچایا ہے۔

زیر نظر دیوان کے صفحہ آغاز پر پنسل سے یہ عبارت لکھی گئی ہے:-

"دیوان وجیہہ فارسی ہے از سید ابراہیم ید اللہی تاجر کتب قدیمہ مسکونہ محلہ چنچل گوڑہ حیدرآباد دکن"

ورق ۲۹و کی پیشانی پر یہ عبارت ملتی ہے:-

"مالک این کتاب حاجی محمد بدرالدین عرف بڈھن صاحب ساکن مرگانو

بہ سبب ضرورت در شہر حیدرآباد آمدہ بود این کتاب را در چوک بہ مبلغ سہ روپیہ خرید نمودہ است - اگر کسے بر آں نظر بد نماید تشکم در دشود "

اور ورق ۱ ب کے حاشیہ پر یہ الفاظ مرقوم ہیں: "حکیم مرزا قاسم علی بیگ ۱۳۰۱ھ"

ڈاکٹر زور نے بیان کیا تھا کہ انھوں نے ۲۵ سال قبل قاسم علی بیگ کے ذاتی کتب خانہ میں دیوان وجیہہ کو دیکھا تھا غالباً یہ وہی نسخہ ہے جسے حکیم صاحب موصوف نے محمد بدرالدین عرف بدھن صاحب سے یا کسی اور صاحب نے خرید ا ہوگا - پھر وہ قاسم علی بیگ کے پاس سے ابراہیم ید اللّٰہی تاجر کتب قدیمہ کے پاس پہنچ گیا اور پھر موصوف نے اسے نواب یوسف علی خاں سالار جنگ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس طرح دیوان وجہی کا یہ نادر مخطوطہ سالار جنگ لائبریری میں محفوظ ہو گیا - کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہیں ہے - لیکن کاغذ قدیم ہے اور کتابت کا انداز بھی دسویں صدی ہجری کا ہے - کہیں کہیں حاشیے پر کچھ اشعار لکھے گئے ہیں اور متن کے اشعار میں بعض مقامات پر بعض الفاظ قلم زد کر کے انکی جگہ دوسرے الفاظ درج کئے گئے ہیں - کاتب صاحب نے اکثر ہجے کی غلطیاں کی ہیں خط نستعلیق ہے لیکن معمولی - دیوان کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے ؎

جام لست در یں بزم وجہی کہ زد تشکش　　　حسرت بد ہاں خاک کند حکمت جم را

تعلّی

شاعرانہ تعلی میں وجہی نے بعض موقعوں پر زمین آسمان کے قلابے ملا دئے ہیں لیکن مبالغہ و غلو سے قطع نظر وجہی کے ان اشعار سے اس بات کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اسے اپنی فارسی دانی پر بھرپور اعتماد تھا - تعلی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ؎

بے نظیر وقت خویشم در سخن آراستن — قرنہا باید کہ یک شاعر کسے چوں من شود
تعظیم واجب است بر اہل خرد وجہہ — بیروں بر آمدہ است نہ مصحف کتاب ما
وجود عقد ثریا شدہ بنات النعش — کہ چرخ چرخ زد از شوق شعر خوانی ما
گر شعر مرا فاتحہ ناخواندہ بخوانی — بر جان و دولت لعنت آں شعر حرام است

نجمی نے اپنی فارسی ... غزلوں میں اپنے عہد کے روایتی انداز سخن سے کوئی انحراف نہیں کیا ہے۔ عشق و محبت، شراب و نغمہ اور کاکل و رخسار کے مضامین ہی اس کی غزلوں کے مضامین ہیں۔ تاہم اس کے فارسی کلام کا انتخاب کیا جائے تو "ندرت فکر" اور "طرز ادا" کے کچھ ایسے انمول موتی بھی ہاتھ آ سکتے ہیں جنہیں فارسی شاعری کا ایک بیش بہا خزانہ کہا جا سکتا ہے ؎

جاناں ببیں بچشم خود امروز سوئے ما — کز روئے تو چہ رنگ گرفتست روئے ما
یک منزل ست عیش دل وصد ہزار راہ — خوں شد زخار غم قدم جستجوئے ما
حدیث خواہش دل بر زباں ہر گز نمی آید — سیہ گشت روئے عجز از رنگ تغافل ہا
باش خوش دل بہ محنت بسیار — زاں کہ آسودگی کم است ایں جا
امروز گفتہ کہ بیایم بخواب شب — در دیدہ خواب نیست کہ آئی بخواب ما (۱)

(۲) بیجاپور میں جس طرح نظم کو ترقی ہوئی اور شاعری کی مختلف صنفوں میں شعرائے بیجاپور نے اپنی تخلیقی قوت کے جو جوہر دکھائے نثر میں اس کی مثالیں نہیں ملتیں۔ نثر کی طرف ارباب قلم کی توجہ کم تھی۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دور نثر سے بالکل خالی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس کی مثالیں نہیں ملتیں۔ نثر کی طرف ارباب قلم کی توجہ کم تھی۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ دور نثر سے بالکل خالی

---

(۱) سب رس، جنوری فروری ۱۹۶۲ء

(۲) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (جلد اول) صد ۳۳۲

ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس زمانے کی نثر میں وہ دلکشی نہیں ہے جو نظم میں ہے، لیکن نثر کا آغاز ہو چکا تھا اور جو نمونے ہمارے سامنے ہیں ان سے اردو نثر کی تاریخی رفتار اور تدریجی ترقی کا اندازہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس دور کی نثر کا دائرہ مذہب اور تصوف کے مسائل تک محدود ہے۔

گولکنڈہ میں وجہی نے "سب رس" لکھ کر نثری افسانہ کی بنیاد ڈالی۔ بیجاپور میں کسی نے ایسی پیش قدمی نہیں کی۔

(ج) گیارہویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) اردو زبان و ادب کے ارتقاء کے لئے بڑی سازگار رہی۔ کیونکہ یہی وہ زمانہ ہے جب ہندوستان طوائف الملوکی اور زمانہ جنگی کے خلفشار سے آزاد ہو کر امن و چین کے عہد میں داخل ہوا۔ شمالی ہند میں مغلیہ سلطنت کی بنیادیں استوار ہوئیں تو دکن میں عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ سلطنتوں کو استحکام نصیب ہوا۔

ہندی ادب میں بھی یہ دور "رتی کال" یعنی خوشحالی کا دور کہلاتا ہے۔ اس سے پہلے کا دور جو اردو ادب میں صوفیائے کرام کے کارناموں کا دور رہا ہے ہندی میں بھی "بھگتی کال" یعنی سنتت اور صوفیوں کے ادب کا دور تھا۔

ابھی تک ادب صرف مذہب کا ترجمان تھا جب سیاسی شکست و ریخت سے مہلت ملی تو ذہنی عیش کوشی کے جذبات پرورش پانے لگے۔ یہیں سے قصے کہانیوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ شعر و قصے کو جوڑ کر منظوم داستانیں تیار کرنے کا آغاز اس صدی کی ابتدا سے ہو چکا تھا۔ گیارھویں صدی کے ربع اول کے بعد سے نثر میں بھی قصے اور داستانیں لکھی جانے لگیں۔

منظوم قصوں میں جو اس وقت تک لکھے جا چکے تھے، "سیف الملوک و

(ج) "اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء" ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ ص ۲۵۳

بدیع الجمال" اور "طوطی نامہ" کو کافی مقبولیت ہو چکی تھی۔ ان قصص میں طبع زاد بہت کم تھے۔ زیادہ تر فارسی عربی اور سنسکرت کے ترجمے یا چربے تھے۔ اس دور میں فارسی کے ترجمے بہت زیادہ ہوئے۔ اور کوشش کی جانے لگی کہ اردو فارسی کے مدمقابل بن جائے۔ اس کے پس پردہ سیاسی مضمرات بھی کام کر رہے تھے۔ شمال میں فارسی سرکاری زبان تھی۔ دکن کی سلطنتوں نے دیسی یا نوزائیدہ زبان کی سرپرستی کی یہاں تک کہ عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ درباروں نے اردو کو درباری زبان کے رتبے تک ترقی دیدی۔ (۴) چنانچہ وجہی، نصرتی، غواصی اور ابن نشاطی کی قدر افزائی اس کی دلیل ہے۔

نثری قصوں میں وجہی سے پہلے لکھے ہوئے نثری قصے اب نایاب ہیں لیکن وجہی کا نشوونما پایا ہوا آرٹ اور اس کی زبان شہادت دیتی ہے کہ یہ نقش اوّل نہیں ہو سکتا۔ وجہی کے قصے دل کی تفسیریں ہیں نظم اور نثر دونوں میں۔

نظموں میں وجہی کی "قطب مشتری" پہلی طبع زاد نظم ہے جس میں مصنف نے اپنے ہی دور کے ایک عظیم عشقیہ واقعہ کی ترجمانی کی ہے۔ اس قصہ میں دوسری زبانوں کی دریوزہ گری نہیں کی ہے۔ نثر میں اس کی تصنیف "سب رس" مواد اور ہیئت ہر اعتبار سے قدیم اردو ادب کا شاہکار ہے۔

سب رس

(۵) وجہی کی "قطب مشتری" کے ادبی پایہ کے بارے میں ممکن ہے اختلاف

---

(۴) "تاریخ فرشتہ" (جلد دوم ص۲) میں لکھا ہے۔ "ابراہیم عادل شاہ دفتر فارسی کے بجائے دفتر ہندی جدو پدر او قرار دادہ بودند، برطرف نمودہ، بدستور سابق ہندوی مقرر نمودہ"۔ ...... خافی خان۔ (منتخب اللباب جلد سوم ص۲۴) اور ابراہیم زبیری نے (بساطین السلاطین ص۹) میں بھی اس کی توثیق کی ہے۔

(۵) اردو نثر کا آغاز اور ارتقاء ص۲۶۳

رائے کی گنجائش ہو لیکن اس کا نثری کارنامہ "سب رس" قدیم ادب کا مسلمہ شاہکار ہے۔ مثالیہ قصہ (ALLEGORY) کی پیچیدہ تکنک اور اسلوب بیان ہر اعتبار سے یہ کارنامہ اس سے پہلے کے سارے نثری کارناموں پر اور شاید بعد کے بہت سے کارناموں پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سب رس کی طرح کے بلند پایہ ادبی کارنامے دفعتاً نہیں پیدا ہو جاتے۔ بیان اور اسلوب کو اس درجہ تک ترقی کرنے کے لئے بہت سی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ چنانچہ "سب رس" کے اسلوب کی شروعات "تاج الحقایق" میں کسی حد تک نظر آتی ہے لیکن اس اسلوب کا کمال "سب رس" میں دکھائی دیتا ہے۔

"رس" ہندی میں جذبات کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ فراق صاحب اپنی رباعیوں کے مجموعہ "روپ" کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"جذبات کی مختلف کیفیتوں کو سنسکرت میں 'رس' کہتے ہیں"

گویا سب رس میں زندگی کے تمام رس سموئے ہوئے ہیں۔

لکھنؤ یونیورسٹی کے سنسکرت کے پروفیسر وی۔ سیتا رامیا نے اپنے ایک انگریزی مضمون میں حسب ذیل تشریح کی ہے:

"رس (ذوق) وہ جوہر ہے جس سے صناعت کے کسی نمونے کو جانچنے پرکھنے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ یہ لذت ذہنی ہوتی ہے اور پڑھنے والے کو جذبات اور تناسبات کی ایسی دنیا میں پہونچا دیتی ہے جہاں وہ اپنے گرد و پیش کے مادی مناظر سے بے خبر ہو کر روحانی تلذذ حاصل کرتا ہے"

(بحوالہ چھان بین جعفر علی خان اثر، ص ۲۹۲)

ماخذ

مولوی عبدالحق صاحب "سب رس" کے ماخذ سے متعلق رقمطراز ہیں کہ

وجہی نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا کہ یہ قصہ اسے کہاں سے ملا دیباچہ پڑھنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ اسی کی ایجاد ہے اور اسی کے دماغ کی اپج ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔ یہ پرلطف داستان سب سے پہلے محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری نے لکھی۔ یہ نیشاپور خراسان کے مشاہیر میں سے اور شاہ رخ مرزا کے عہد میں تھے۔ انتقال کی تاریخ ۸۵۲ھ ہے۔ تخلص فتاحی ہے۔ اس تخلص کے رکھنے میں بھی انھوں نے خاص جدت اور تکلف سے کام لیا ہے۔ یہ سیبک سے تراشا گیا ہے جو ان کے نام کا جز ہے۔ سیب کو عربی میں "تفاح" کہتے ہیں اور تفاح کو تقلیب کیا تو "فتاح" بنا اور اس سے فتاحی اپنا تخلص قرار دیا۔ اس کے علاوہ وہ اسراری اور خماری بھی تخلص کرتے تھے۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ بہت فاضل اور قادر الکلام شاعر تھے۔ لیکن چونکہ طبیعت میں قناعت تھی اور دربار کی گوں کے نہ تھے اس لئے ان کا کلام زیادہ مشہور نہ ہوا۔ علاوہ دیوان کے ان کی کئی تصنیفات ہیں ان میں سے ایک "دستور عشاق" یعنی حسن و دل کا قصہ ہے۔

دستور عشاق مثنوی ہے جس میں پانچ ہزار شعر ہیں۔ اس قصے کو مصنف نے "شبستان خیال" اور "حسن و دل" کے نام سے الگ الگ بھی لکھا ہے۔ لیکن یہ دونوں دستور عشاق کے بعد لکھی گئی ہیں۔

"حسن و دل" جو بہت مشہور ہوئی نثر میں "دستور عشاق" کا خلاصہ ہے اس کی نثر مسجع اور مقفی ہے اور صنائع اور بدائع کی اس میں خوب داد دی ہے۔ یہ کتاب یورپ میں تین بار چھپی اور ترجمہ ہوئی۔ سب سے پہلے آرتھر براؤن (ڈبلن)

نے ۱۸۰۱ء میں ترجمہ کیا۔ دوسرا ترجمہ ولیم پرائس نے ۱۸۲۸ء میں شائع کیا۔ اور سب سے آخر میں جرمن ڈاکٹر روڈالف دوراک نے وی آنا (VIENNA) اکاڈیمی کی روئداد (۱۸۸۹ء، جلد ۱۱۸) میں مع ترجمہ شائع کیا۔ انگریزی کے دو ترجمے تو یوں نہیں ہیں لیکن اس جرمن ڈاکٹر نے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے کتاب پر عالمانہ اور تنقیدی مقالہ لکھا ہے۔ اور قصے کا خلاصہ بھی لکھ دیا ہے اور ترکی شاعر لامعی (سنہ وفات ۱۵۳۱ء) کی داستان سے بھی جس نے اسے اپنی زبان میں لکھا ہے اس قصے کا مقابلہ کیا ہے۔ تین اور ترکی شاعروں نے بھی اس پر طبع آزمائی کی ہے۔ ایک تو آہی (سنہ وفات ۱۵۱۷ء) اور دوسرا والی ہے جو سولھویں صدی عیسوی کے آخر میں ہوا ہے، اور تیسرا صدقی۔ لامعی اور آہی کی کتابیں نثر میں ہیں اور والی اور صدقی کی نظم میں۔ آہی کی کتاب ناتمام ہے اور اس کی نثر نہایت درجہ مسجع اور مقفیٰ اور دقیق ہے۔ سوائے صدقی کے باقی سب نے قصے میں اپنی طرف سے بہت کچھ تصرف کیا ہے۔ ہندوستان بھی اس سے خالی نہیں۔ عہد عالمگیر میں ۱۰۹۵ھ میں خواجہ محمد بیدل نے اس قصے کو پرتکلف نثر میں لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے یہ جدت کی ہے کہ قصے کے اشخاص کو خطابات بھی عطا فرمائے ہیں جس سے تمثیل کا لطف جاتا رہا ہے۔

مذکورہ بالا حالات مولوی صاحب نے مسٹر آر۔ ایس گرین شیلڈس (آئی سی ایس) کی کتاب 'دستور عشاق' کے مختصر دیباچے سے اخذ کئے ہیں۔ جو انھوں نے جرمن ڈاکٹر کے مقدمے سے (جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) نقل کئے ہیں۔ مسٹر گرین شیلڈس نے اصل فارسی نسخہ ۱۹۲۶ء میں شائع کیا۔

لیکن ہندوستان میں بھی حسن و دل کے نام سے اسی قصے کو ایک شاعر نے فارسی زبان میں نظم کیا ہے جس کا ذکر یورپین مترجموں نے نہیں کیا۔ اس کے

داؤد ایلچی ہیں جنھوں نے اپنی مثنوی "حسن و دل" سنہ ۱۰۵۴ھ میں نظم کی۔ یہ کتاب بمبئی یونیورسٹی کے کتب خانے میں ہے۔

دکن کے چار اور شاعروں نے بھی اس قصے کو اپنی زبان میں لکھا ہے اور چاروں منظوم ہیں ایک تو ذوقی ہیں جن کا نام شاہ حسین اور لقب "بحر العرفان" ہے۔ انھوں نے حسن و دل کو سنہ ۱۱۰۹ھ میں نظم کیا اور "وصال العاشقین" نام رکھا۔ دوسرے مجرمی شاہ پیر اللہ ہیں جو بیجاپور کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اپنی مثنوی سنہ ۱۰۸۶ھ میں نظم کی۔ اس کا نام "گلشن حسن دل" ہے یہ دونوں وجہی کے خوشہ چیں معلوم ہوتے ہیں اگرچہ انھوں نے اس کا کہیں اشارہ نہیں کیا۔ (ان دونوں کا ذکر مولوی عبدالحق صاحب "اردو" جلد پنجم ص ۴۹۹ و ص ۵۰۲ میں الگ الگ لکھ چکے ہیں)

سید محمد ولی اللہ قادری ساکن حیدرآباد نے ایک مثنوی چار سو پچاس[۴۵۰] بیت کی سب رس کے نام سے لکھی ہے نظم معمولی ہے۔ کتابت سنہ ۱۱۸۰ھ کی ہے یہ تصنیف کے قریب کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔

دکنی اردو کی ایک اور مثنوی "حسن و دل" کے نام سے لکھی گئی ہے اس میں پورا قصہ وہی ہے جو سب رس میں ہے، کہیں کہیں خفیف سا تغیر کیا گیا ہے۔ وجہی نے جو اپنی کتاب میں جگہ جگہ وعظ و نصائح کا دفتر کھولا ہے، وہ اس مثنوی کے مصنف نے حذف کر دیا ہے اور سادہ قصہ بیان کر دیا ہے۔ اس کے دونوں نسخے جو مولوی عبدالحق صاحب کے پاس تھے، آخر سے ناقص ہیں اس لئے اس کے مصنف کا نام وغیرہ معلوم نہ ہو سکا زبان اس کی صاف ہے مگر کوئی خاص خوبی نہیں۔ یہ دونوں مثنویاں بارہویں صدی کے اواخر کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔

یہ چاروں مثنویاں دکنی شاعروں کی تصنیف ہیں لیکن ان کے علاوہ ایک اور مثنوی "حسن و دل" نام سے خواجہ خیرالدین المتخلص بخواجہ کی تصنیف ہے۔ یہ

ہندوستان (شمالی بھارت) کے رہنے والے تھے - ان کی زبان اس کی صاف گواہی دے رہی ہے - قصے کی روداد وہی ہے جو وجہی کے "سب رس" میں ہے البتہ کہیں کہیں تفصیلات میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے جس طرح وجہی نے اپنے قصے میں جگہ جگہ وعظ و پند کے طومار سے کتاب کا حجم بڑھا دیا ہے اسی طرح خواجہ صاحب نے بھی موقع بے موقع غزلیں، مخمس، مسدس، مثلث، مسبع، اور تضمین لکھ کر کتاب کو طویل بنانے میں کمی نہیں کی - مگر ان کی زبان بہت صاف ہے اور اچھی ہے - عاشقانہ مضامین خوب لکھتے ہیں - بہت پُر گو اور خوش گو ہیں - کلام میں آمد ہے - کتاب سنہ ۱۲۶۳ھ کی تصنیف ہے -

ان تمام مصنفوں نے اس قصے کے بیان کرنے میں، خواہ نثر میں ہو یا نظم میں، مولانا فتاحی سے خوشہ چینی کی ہے - گو ملا وجہی نے قصے کی اصل کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا مگر دونوں کتابوں کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وجہی نے قصے کی واردات حرف بحرف فتاحی سے لی ہے - اپنی طرف سے کوئی اضافہ کیا ہے تو یہ کہ جا بجا موقع بے موقع پند و موعظت کا دفتر کھول دیا ہے جس کا اصل کتاب میں نام و نشان نہیں -

مولوی عبدالحق صاحب کا قیاس ہے کہ وجہی کو فتاحی کی حسن و دل، جو نثر میں ہے ہاتھ لگ گئی تھی "دستور عشاق" اس کی نظر سے نہیں گذری تھی - اس کے کئی وجوہ ہیں - ایک تو یہ کہ وجہی نے اپنی نثر میں اسی کا طرز اڑایا ہے اور مسجع اور مقفیٰ عبارت لکھی ہے - دوسری وجہ یہ ہے کہ جن امور کا ذکر "دستور عشاق" میں مفصل اور نثر کے خلاصے میں سرسری یا برائے نام ہے، ان کی تفصیل وجہی کے ہاں بھی نہیں پائی جاتی -

دستورِ عشاق اور سب رس

وجہی نے اگرچہ پورا قصہ فتاحی سے لیا ہے لیکن جہاں کہیں قصہ کی واردات میں اختلاف کیا ہے وہیں اس سے غلطی ہوئی ہے۔ ایک تو قصے کی پہلی سطر اور پہلے جملے میں ہے۔ وجہی قصہ یوں شروع کرتا ہے۔ "ایک شہر تھا اس شہر کا ناوں سیستان" دستورِ عشاق میں سیستان کی جگہ یونان ہے۔ ظاہر ہے کہ عقل کی مملکت کے لئے یونان سے زیادہ اور کون سا ملک ہو سکتا ہے۔

نظر جب حسن کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو فتاحی نے اس موقع پر ان دونوں کا بہت ہی دلچسپ اور پر لطف مکالمہ لکھا ہے۔ حسن نظر کی اہلیت اور لیاقت دیکھنے کے لئے مختلف قسم کے سوال کرتی ہے اور نظر اسے جواب دیتا ہے۔ سوال و جواب دونوں برجستہ اور مختصر ہیں اور بڑے اچھے انداز میں بیان کئے ہیں۔ "سب رس" میں یہ پر لطف چیز نہیں ہے۔

نظر اور غمزہ جب توبہ کو شکست دے کر شہر عافیت میں قلندروں کا بھیس بدل کر ناموس کے ہاں پہونچتے ہیں تو وجہی لکھتا ہے کہ "ناموس بادشاہ اُنو کوں دیکھتیچ مال ملک سب چھوڑیا، کچھ نہ لوڑیا، قلندر ہوا، سمندر رہوا، فقیر ہوا بے تدبیر ہوا" یہ بات بالکل خلاف قیاس ہے کہ دو قلندروں کو دیکھتے ہی ناموس فوراً قلندر ہو جائے۔ فتاحی سے ایسی چوک نہیں ہوتی۔ غمزہ ناموس کی خدمت میں پہنچ کر معارف و حقائق کی ایسی پر اثر باتیں کرتا ہے کہ ناموس کا دل دنیا کے مال و دولت سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور وہ تاج و تخت چھوڑ کر قلندر بن جاتا ہے۔ اس سے ایک اور ثبوت اس بات کا ملتا ہے کہ وجہی نے دستورِ عشاق نہیں دیکھی تھی۔ اس کی نظر سے صرف نثر کا خلاصہ گزرا تھا۔

جب حسن و دل کی شادی ہوتی ہے تو وہاں فتاحی نے دف و گل، چنگ و بنفشہ، نرگس و کاسۂ چینی کے بڑے پُر لطف مناظرے لکھے ہیں۔ نثر کی کتاب میں ان کا ذکر نہیں، سب رس میں بھی یہ نہیں پائے جاتے اور اس تقریب میں قامت اور زلف اور دیگر امراء کی طرف سے جو دعوتیں اور مہمانداریاں ہوئی ہیں اس کا بھی کوئی مذکور نہیں۔

ایک دوسرا اختلاف وہاں پایا جاتا ہے جب ہمت عقل کی خیر خواہی اور دلسوزی میں دیار عشق کو جاتا ہے اور بادشاہ سے ملتا ہے۔ وجہی نے اس ملاقات کا جو ذکر کیا ہے اس میں نہ کوئی بات خلاف قیاس ہے اور نہ بے موقع جسب معمول ملاقات ہوتی ہے تو موقع پاکر ہمت عقل اور دل کا ذکر چھیڑتا ہے۔ اور اس ڈھنگ سے عشق کو سمجھاتا ہے کہ وہ راضی ہو جاتا ہے اور بس۔ لیکن یہ نہیں بتاتا کہ یہ کیا کہتا ہے اور وہ کیا جواب دیتا ہے اور آخر کن باتوں سے اسے رام کرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص اتنی اہم سفارت پر جارہا ہے اس سے ضرور یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ ایسے نازک موقع پر اپنی لسانی اور حکمت عملی کے جوہر دکھلائے گا۔ فتاحی زیادہ موقع شناس اور آداب داں ہے۔ وہ اس سارے واقعہ کو بڑی خوبی سے بیان کرتا ہے کہ جب وہ عشق کے شہر میں پہنچتا ہے اور عشق کو اطلاع ہوتی ہے تو اسے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ یہاں وہ دربار کی شان و شوکت بیان کرتا ہے۔ عشق نے ایک ہی نظر میں پہچان لیا کہ آدمی قابل اور معزز ہے اسے بیٹھنے کا حکم دیتا ہے اور سفر کی کیفیت پوچھتا اور مزاج پرسی کرتا ہے۔ (وجہی کی طرح نہیں کہ دربار میں پہونچا تو جھٹ بادشاہ نے ہمت کو گلے لگالیا) اس کے بعد ایک قصر بلند میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور مہر کو مہمانداری کے لئے مقرر کیا کچھ دنوں کے بعد بادشاہ اسے بزم خاص میں بلاتا ہے۔ ہمت خلوت پہونچنے کے بعد عشق کی مدح و ثنا کرتا

ہے اور آخر میں دبی زبان سے یہ کہتا ہے کہ خلعت باغ خلافت کا نخل ہے اور وہ نہیں ہے اگر بادشاہ کے گنجینہ میں ایک ایسا گوہر (یعنی بیٹی)، جو سزاوار تاج ہے تاہم اس کے لیے بر کی ضرورت ہے اور یہ پیوند اس کی شان کے شایان ہونا چاہئے کیونکہ میوہ اصل میں ہزار شیریں ہو پیوند سے وہ شیریں تر ہو جاتا ہے۔ یہ بات اس نے بادشاہ کے دل کی کہی اور اس حسن و خوبی سے کہی کہ وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور پوچھنے لگا کہ تم تجربہ کار اور جہاں دیدہ ہو، تم ہی بتاؤ کہ ایسا بر کہاں مل سکتا ہے۔ اب اُسے دلؔ اور عقلؔ کا واقعہ بیان کرنے کا موقع مل گیا۔ غرض سوال و جواب کے بعد عشقؔ یہ کہتا ہے کہ ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ عقلؔ بادشاہ ہے اور اس کا ملک آباد اور لشکر توانا ہے لیکن میں اس کے حسب و اصل سے واقف نہیں اور جب تک یہ معلوم نہ ہو اس کے ہاں رشتہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں ہمت کہتا ہے تاریخ میں ایسا آیا ہے کہ پہلے جس نے اس عالم کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک فتح کیا وہ ایک بہت بڑا بادشاہ تھا جس کا نام فروؔ تھا اور دنیا میں اس کے عدل و انصاف کی بڑی شہرت تھی اس کے دو بیٹے تھے۔ ایک کو تو اس نے مشرق کی حکومت دی اور دوسرے کو مغرب کی اور خود دنیا چھوڑ کر کوہ قاف کے غاروں میں چلا گیا۔ ان دو کی نسل چلی اور ایک مدت کے بعد اس کی نسل سے اور شہزادے ہوئے اور ان میں سے ایک کی نسل عقلؔ اور دوسرے کی نسل عشقؔ بادشاہ۔ یہ سن کر عشق بادشاہ اچھل پڑا اور کہنے لگا' او ہو ہم اور وہ ہم جد ہیں، کیا اچھا ہو کہ اب ہم پھر مل جائیں پھر کیا تھا عقلؔ اور دلؔ قید سے رہا ہوئے عزت و احترام سے لائے گئے اور اپنی اپنی مراد کو پہونچے۔

اور آخر میں جب "گلشن رخسارہ" میں خضر سے ملاقات ہوتی ہے تو وجہی

نے صرف چند ہی سطروں میں یہ ملاقات ختم کردی ہے اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ساری باتیں ہو جاتی ہیں اور زبان سے کسی گلے کے ادا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن بخلاف اس کے دستور عشاق میں خضر دل کو ایک پر معنی اور پر معارف تلقین کرتا ہے۔ سب رس میں قصے کا خاتمہ مگھم بلکہ مبہم ہو کے رہ جاتا ہے، دستور عشاق میں فتاحی خضر کی زبان سے تمام اسرار کی حقیقت کھولتا ہے اور بتاتا ہے کہ "تو زرق، توبہ، اور زہد کون ہیں۔ نظر، ہمت، رقیب، قامت، زلف، دفا اور غیرہ سے کیا مطلب ہے۔ گلشن رخسار اور شہر دیدار کیا ہیں اور عقل اور عشق کی کیا حقیقت ہے۔ غرض تمام تمثیل پر سے جو ہم پڑھتے آئے ہیں آخر میں مجاز کا پردہ اٹھا دیتا ہے اور حقیقت کا جلوہ دکھا دیتا ہے اور جن چیزوں کو ہم قصہ سمجھتے تھے وہ معارف کے رنگ میں نظر آنے لگتی ہیں اور اس ترکیب سے داستان کے تمام اسرار حل ہو جاتے ہیں۔ آب حیات جس پر قصے کی بنیاد ہے اور جس کی آرزو میں تمام فتنے اور فساد برپا ہوتے ہیں اور طرح طرح کی آفتیں نازل ہوتی ہیں وہ سب رس میں آخر تک مگھم سا رہتا ہے اور تمثیل کسی قدر ناقص اور تشنہ رہ جاتی ہے۔ دستور عشاق میں خضر نے اس گتھی کو بھی سلجھایا ہے اور تمثیل کی تکمیل کر دی ہے۔ اگرچہ شروع میں ایک جگہ وہ آب حیات کے متعلق کہتا ہے ؎

بکف آبے کن از عین شریعت ۔۔۔ کہ این است آب حیواں در حقیقت

لیکن فتاحی نے گلشن رخسار میں سرچشمہ فہم کی نشان دہی کی ہے اور اس چشمے پر جو سبزہ اگا ہوا ہے اسے خضر سے تعبیر کیا ہے اور فم یعنی منہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سخن پایا جاتا ہے اور سخن آب حیات ہے۔ وجہی نے بھی منہ کو آب حیات کا چشمہ بتایا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے "تماشا دیکھتے دیکھتے رخسار کے گلزار میں آئے، دہن آب حیات کا چشمہ پائے۔" ہمت نے بھی یہی پتہ دیا تھا۔ مگر فتاحی نے اسے زیادہ

صاف کر دیا ہے وہ دہن کو چشمہ اور سخن کو آب حیات بتاتا اور پھر اس کی تعریف میں یوں نغمہ زن ہوتا ہے ؎

سخن روح اللہ پاکست در اسم ۔۔۔ ز حق القا تے او با مریم جسم
سخن در یست از دریائے اعظم ۔۔۔ سخن نوریست در مشکوۃ آدم
سخن علم لدنی را نشان است ۔۔۔ کہ از تعلیم علمہ البیان است
سخن آب حیات ست از کرامت ۔۔۔ کہ زو زندہ ست تا روز قیامت

(۲۳) پروفیسر عزیز احمد صاحب کا خیال ہے کہ وجہی نے عمداً اس مثالیہ عشق "Allegory of love" کو متصوفانہ توجیہہ سے بے نیاز رکھا ہے۔

"ملا وجہی نے 'سب رس' میں یہ ہوشیاری کی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر تو کیا ہے لیکن ان کی تشریحات کو حذف کر دیا ہے اور مثالیہ کو مثالیہ رہنے دیا، علامت بندی اور رمز نگاری میں تحلیل نہیں کیا۔" (سب رس ماخذ اور رمزیات، رسالہ اردو ص۱۴۳ کراچی اپریل ۱۹۵۰ء)

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ، عزیز احمد صاحب کی ہم خیال ہیں۔ وہ عزیز صاحب کی توجیہہ کو قابل قبول سمجھتی ہیں۔ اس سے وجہی کی جدت اور اپج کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ گو اس نے چربہ فتاحی سے اڑایا لیکن نقل کو اصل سے بڑھا دیا یہی وجہ ہے اس کی داستان فتاحی سے بڑھ گئی ہے۔

"مثالیہ کا اردو میں بڑا نادر نمونہ 'سب رس' ہے اس کے بعد اور نمونے ملتے ہیں مگر وہ اس صنف ادب کا انحطاط ظاہر کرتے ہیں۔"

(عزیز احمد صاحب)

سب رس کی زبان (۲۴)

(۲۴) "اردو نثر کا آغاز و ارتقا" ص۲۹۴

(۱) "سب رس" کی زبان سوا سو برس پہلے کی ہے اور وہ بھی دکن کی۔ بہت سے لفظ اور محاورات ایسے ہیں جو اب بالکل متروک ہیں اور خود اہل دکن بھی نہیں سمجھتے۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ عربی الفاظ کیساتھ ہندی الفاظ بھی کس کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک کام کی بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض محاورات اس وقت بھی بعینہ اسی طرح استعمال ہوتے تھے جیسے آج کل۔ مثلاً شان نہ گمان، چیز کرنا، خالہ کا گھر، کہاں گنگا تیلی کہاں راجہ بھوج، گھر کے بھیدی تے لنکا جائے (گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے) شرم حضوری، دیکھا دیکھی، چائیں مائیں کھیلنا، سونا ہور سگندھ، دودھ کا جلیا چاچھ پھونک پیتا وغیرہ۔ اس سے الفاظ و محاورات کی تاریخ میں بہت مدد ملتی ہے۔ الفاظ و محاورات کے علاوہ اس کتاب سے قدیم دکنی یا اردو کی صرف و نحو اور بعض الفاظ کے تغیر و تبدل کا بھی پتہ لگتا ہے اور صحیح کیفیت نثر ہی کی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ مذکر مونث دونوں کی جمع "اں" سے آتی ہے جیسے ہاتاں، جھاڑاں، کتاباں وغیرہ۔ بھائی کی جمع بھائیاں، غمزہ کی جمع غمزیاں وغیرہ۔

۲۔ ایسے افعال متعدی جن کی ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی احتمالی کے ساتھ "نے" آتا ہے تو فعل ہر حالت میں مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔ خواہ فاعل مونث ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن دکنی میں مذکر کے لئے مذکر اور مونث کے لئے مونث فعل ہوتا ہے۔ جیسے عورت نے کہی، لڑکی نے پانی پی۔

۳۔ "نے" کا استعمال بہت بے قاعدہ ہے۔ اس حرف کے استعمال کے قواعد حال میں منضبط ہوئے ہیں۔ میر و سودا کے زمانے میں بھی یہی بے قاعدگی پائی جاتی ہے۔

---

(۱) مقدمہ سب رس از مولوی عبدالحق صاحب

۴- فاعل اگر مونث جمع ہے تو اصل بھی جمع ہوگا - جیسے اصیل عورتاں اپنے مرد بغیر دوسرے کوں اپنا حسن دیکھلا نا گناہ کر جانتیاں ہیں، اپنے مرد کو مہر و دو جہاں ہیں اپنا دین و ایمان کر پہچانتیاں ہیں، شمالی ہند کی پرانی اردو میں بھی یہی استعمال تھا۔

۵- مونث کی صورت میں حرف اضافت کی بھی جمع آتی ہے - جیسے دل کے فائدے کیاں بہت باتاں ہیں۔

۶- اسی طرح ایسی، جیسی، جتنی کی جمع ایسیاں، جیسیاں، جتنیاں، آتی ہے۔

۷- ایسے مصادر کی ماضی مطلق جن میں علامت مصدر سے قبل 'ا'یا 'و' نہیں ہوتا اس طرح بنتی ہے کہ امر کے آگے "ا" بڑھا دیتے ہیں - جیسے دیکھنا سے دیکھا - لیکن دکنی میں بجائے اکے 'یا' لگاتے ہیں جیسے دیکھیا، ملیا، پھریا وغیرہ۔

۸- "سی" مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے - یہ علامت ہندوستان کی کئی زبانوں میں خفیف تغیر کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ جیسے نظر سوں خدا کوں دیکھیں گے تو خدا نظر نہ آسی '

۹- "کر" کا استعمال - یہ میراں جی کے ہاں بھی پایا جاتا ہے - جیسے 'دانا ہمنا رہنما کر جانے گا۔

۱۰ - ضمائر میں بھی کسی قدر تغیر پایا جاتا ہے - یو، وو (یہ اور وہ کی جگہ) انو (انھوں نے)، انوکوں (ان کو)، انوکا (ان کا)، ہمنا (ہم کو)، جنوں (جنھوں نے، جنوں کو (جن کو)، جنوں کا (جن کا)، یے (یہ کی جمع کے لئے ہے)

۱۱- الفاظ کے آخر میں "ہچ" تاکید کے لئے اکثر لگا دی جاتی ہے - جس کے معنی عموماً "ہی" کے ہوتے ہیں جیسے 'خدا منا کیا ہے بڑے فضل پنچ خاطر - لیونچ (یوہی)

یار کوں یار کہتے ؛

۱۲- مانگنا بمعنی چاہنا - یہ استعمال اکثر انگریزوں کی زبان سے سنا گیا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ انھیں کی ایجاد ہے۔ لیکن قدیم دکنی اردو میں یہ لفظ انھیں معنوں استعمال ہوتا ہے ۔ انگریز نے بھی اول اول مدراس سے سیکھا جیسے "اگر منگتا ہے دل میں محبت بھرے شراب پی ۔ اگر کچھ انچا چڑنے منگتا ہے تو شراب پی ۔"

۱۳- الفاظ کی تذکیر و تانیث کا بھی کچھ زیادہ خیال نہیں - مثلاً شراب، خبر، صورت، دنیا کو مذکر لکھا ہے۔

۱۴- اکثر عربی الفاظ کے املا کو سادہ کر دیا ہے یعنی جس طرح بولتے ہیں ویسے ہی لکھ دیئے ہیں۔ جیسے نفع کو نفا، وضع کو وضا یا وزا، واقعہ کو واقا، منع کو منا، طمع کو طما، معاملہ کو مالمہ، معنے کو مانا - چنانچہ طما (طمع) کا قافیہ جما اور مانا (معنی) کا کھانا لکھا ہے ۔ ایک جگہ پیاس اور میراث کا قافیہ باندھا ہے ۔ ایسا دکنی میں اکثر ہوتا ہے - ان کے قافیہ کی بنیاد صورت پر ہے -

۱۵- اردو کے جس لفظ میں دو ڈالیں یا ایک ڈ اور دٹ، ہوتی ہے تو دکنی میں پہلی "ڈ" "د" بولی جاتی ہے - جیسے ڈھونڈ کو دھونڈ، ڈانٹ کو دانٹ کہیں گے - یہ تلفظ اب بھی یوں ہی کیا جاتا ہے - اسی طرح دو "ڑ" یا دو "ٹ" ایک لفظ میں قریب قریب ہوتی ہیں تو وہاں بھی پہلی "ڑ" "ر" اور "ٹ" "ت" ہو جاتی ہیں - جیسے تٹیا، مروڑ،

۱۶- اردو میں اکثر الفاظ کا تکرار ہوتا ہے اور یہ تکرار خاص معنی پیدا کرتا ہے، جیسے گھر گھر، در در وغیرہ - قدیم دکنی اردو میں ان دو کے درمیان "ے" کا اضافہ کرتے تھے - جیسے گھرے گھر - درے در - رگے رگ وغیرہ کبھی "ے" کی جگہ [illegible]

کالج میگزین" نومبر ۱۹۳۴ء - سب رس از حافظ محمود شیرانی)

سب رس کی لسانی اور داستانی اہمیت

اردو کے قدیم فن پاروں میں "سب رس" اہم تخلیقی کارنامہ ہے - یہ نہ صرف اردو کا پہلا باضابطہ نثری نمونہ ہے بلکہ اردو کی پہلی رمزیہ داستان بھی - اس لئے اس کی لسانی اہمیت بھی ہے اور داستانی بھی -

تاریخ لسانیات کے جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ الفاظ کی ایجاد ہی رمز و کنایہ کی ایجاد ہے - کیونکہ الفاظ کے اندر فطری طور پر کوئی معنی نہیں ہوتے - انسانی شعور نے جب محسوس کیا کہ احساسات و جذبات کو صرف جسمانی حرکات سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا تو اس نے مختلف آوازوں کو مختلف روپ دے کر نئے مفاہیم پیدا کئے -

حرکت، صوت، اور الفاظ انھیں تین چیزوں سے انسان اپنے مطالبات اور خواہشات و جذبات کا اظہار کرتا ہے -

انسان کی تہذیب کی ترقی کے ساتھ ساتھ حرکتوں تصویروں اور خطوط کی علامتیں الفاظ کی علامتوں میں تبدیل ہوتی گئیں - زبان انھیں الفاظ کی ترقی یافتہ شکل ہے - اس لئے زبان بھی رمزیت و اشاریت ہی کی وجہ سے وجود میں آتی ہے -

زبان کی ترقی یافتہ شکل ادب ہے - جب زبان ترقی کی ایک خاص منزل پر پہونچ جاتی ہے اور نتیجۃً جب اس میں بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ ادب بن جاتی ہے - گویا ادب اظہار و بیان کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ شکل ہے -

(نیو) سب رس از حامد چھپروی - مد شاعر" خاص نمبر ۱۹۶۳ء

اس ترقی یافتہ شکل میں ایمائیت واشاریت کے انداز واطوار بھی لازماً بہتر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی ہزار ہا شکلیں نکل آتی ہیں۔ مثلاً محاورات، تلمیحات، استعارات اور تشبیہات وغیرہ اسی لئے فنون لطیفہ کے ہر شعبہ میں ایمائیت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا ذہن جن چیزوں کو حاصل نہیں کر سکتا ان کے لئے SYMBOL تراشتا ہے۔ یہی ایمائیت اصنام پرستی میں بھی نظر آتی ہے۔ ادب ایمائیت اور رمزیت کی بڑی اہمیت ہے۔

سب رس ۔ ایک رمزیہ

سب رس بھی ایک رمزیہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قصہ میں نفس انسانی کے مختلف میلانات کو بڑے حکیمی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انسانی شخصیت کے مسئلہ کو وجہی نے بڑی گہرائی کے ساتھ قصے کے پیرائے میں ظاہر کیا ہے۔ شخصیت دراصل انسان کے نفسیاتی وجود کا نام ہے۔ دراصل انسانی شخصیت نفسیاتی جذباتی اور عقلی قوتوں کا مجسمہ ہے۔ سب رس میں انھیں متضاد جبلتوں اور میلانوں کو کردار بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ان جذبوں اور میلانوں کی کشمکش کو واقعی لڑائی کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ انجام کار کے طور پر ان جذبات کے درمیان صلح ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ ان میں ازدواج کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور مفاہمت کا اصل پیدا ہوتی ہے۔ وجہی کا خیال ہے کہ اس مفاہمت کے بعد ہی متوازن شخصیتوں میں مسرتیں پیدا ہوتی ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شخصیت کے لئے مختلف میلانات کی مفاہمت ہی مسرتوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ ایک عظیم نفسیاتی صداقت جسے ملا وجہی نے سب رس میں رمزیت وایمائیت کے پردوں میں پیش کیا ہے۔

سب رس۔ ایک تمثیل

یہ پورا قصہ ایک تمثیل ہے۔ اس میں وجہی بظاہر جو کچھ نظر آتا ہے وہی اس کا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے وہ ہمیں باطنی معانی اور گہرائی کی طرف لے جاتا ہے۔

فنی اعتبار سے وجہی کی رمزیت وایمائیت میں بظاہر ایک نقص نظر آتا ہے۔ رمز وایمار کا سہارا ہی اس لئے لیا جاتا ہے کہ غیر مجسم شئے کو مجسم شکل میں پیش کیا جاتا ہے وجہی نے مختلف میلانات کو مجسم شکل میں پیش کرنے کے بجائے غیر مجسم ہی رہنے دیا ہے، یعنی سب رس کے کردار غیر مجسم کیفیات انسانی ہیں لیکن میرے خیال میں جو وجہی کا عیب ہے وہی اس کا ہنر بھی ہے۔

سب رس داستان اور ناول کی درمیانی کڑی

فنی حیثیت سے "سب رس" کی ایک اور اہمیت ہے۔ داستانوں کی طرح اس قصہ میں قصہ در قصہ کے بجائے محض ایک ہی بنیادی قصہ نظر آتا ہے۔ داستانوں میں مرکزی قصے کے علاوہ کئی دوسرے ضمنی قصے ہوتے ہیں جو کسی طرح مرکزی قصے سے منسلک کر دیئے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے ناول میں محض ایک ہی مرکزی قصہ ہوتا ہے جس میں مختلف واقعات آپس میں گتھے ہوئے ہوتے ہیں۔ "سب رس" بھی اسی طرز کا قصہ ہے۔ اس میں ضمنی کہانیاں نہیں ہیں اور اس کے سارے واقعات مرکزی قصے سے گتھے ہوئے ہیں۔ اس لئے "سب رس" داستان کی حد سے نکل کر ناول کے حدود میں داخل ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وجہی کا ایمائی انداز اس میں مزید ناولی خصوصیت

پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی ساری فضا داستانی ہے۔ حیرت اور بوالعجبیوں کی دنیا یہاں بھی نظر آتی ہے۔ اس لئے اس کو ہم مکمل طور پہ ناول نہیں کہہ سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ ناول کے خام مواد جگہ جگہ بکھرے نظر آتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ ناول اور داستان کے درمیان کی چیز ہے دوسرے الفاظ میں ہم اسے ناول کا پیش رو اور داستان کی باقی الصالحات کہہ سکتے ہیں۔

سب رس میں پنجابی اثرات

سب رس کے مطالعہ سے اس عہد کی زبان و تحریر کے متعلق چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پنجابی اثرات (حیق) اسی وقت تک دکن پر گہرے تھے۔ "ان" سے جمع بنانے کا قاعدہ رائج تھا۔ اسما کے علاوہ فعل کو بھی "ان" لگا کر جمع بنایا جاتا تھا پنجابی کے علاوہ اس میں مرہٹی الفاظ بھی ملتے ہیں۔

ہندوستانی اور عجمی طرز

اردو نثر کی روایات کے مطالعہ سے دو نمایاں اسلوب ملتے ہیں۔ ایک کو ہم ہندوستانی طرز کا غلبہ کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کو عربی اور عجمی طرز کا غلبہ۔ وجہی نے اپنی زبان کو ہندوستانی بتایا ہے اور حقیقت میں اس کے طرز اور اسلوب میں ہندوستانیت کا غلبہ ہے۔ دبستان دکن اور دبستان عظیم آباد اس حیثیت سے مماثلت رکھتے ہیں کہ دونوں دبستانوں کے صوفی فنکاروں کے یہاں ہندوستانیت کا غلبہ ہے۔ دکن میں تامل، تلگو، مرہٹی، اور پنجابی زبانوں

(حیق) "ہمارے خیال میں مرہٹی اور گجراتی زبان کے بعض لسانی اثرات کو چھوڑ کر دکنی کے تمام غریب الفاظ کی توجیہ نواح دہلی کی تین بولیوں (ہریانی، کھڑی اور برج) سے کی جا سکتی ہے اس کے برخلاف دکن میں اجنبی بولیوں کے ماحول میں یہ لسانی ارتقا بالکل رک سا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دکنی زبان میں الفاظ کی وہی شکلیں ملتی ہیں جو شمالی ہند میں آج سے نو سو برس پہلے رائج تھیں۔ یا جو اب صرف کھڑی بولی اور دیہاتی زبان میں پائی جاتی ہیں۔" ڈاکٹر مسعود حسین خاں، "مقدمہ تاریخ زبان اردو" ص ۹۷

کا اور بہار میں لکھی، بھوجپوری اور میتھلی کا نمایاں اثر ملتا ہے۔

سب رس کا مرصع اور مقفیٰ طرز

وجہی نے "سب رس" میں مرصع اور مقفیٰ طرز استعمال کیا ہے۔ رمز و کنایہ کے ساتھ مقفیٰ طرز ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔ سب رس کے مرصع اور مقفیٰ طرز کو دیکھ کر ہم بلا تامل وجہی کو دکن کا آزاد کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر عبدالحق کے خیال کے مطابق وجہی کے طرزِ بیان میں ایک نقص ہے، ان کا کہنا ہے کہ وجہی اگر ایک چیز کو بیان کرتے ہیں تو اس کی وضاحت میں صفحے کے صفحے لکھ جاتے ہیں، جس میں پند و نصیحت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ چیز کسی قصہ یا داستان کے لئے عیب ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق کا یہ کہنا صحیح ہے، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ وجہی پہلے صوفی تھا اور بعد میں فنکار۔ صوفیوں کے پیش نظر ایک نصب العین تھا جس کے تحت انھوں نے نظم و نثر میں رسالے لکھے تھے، پھر بھی پند و نصیحت کی بھرمار اور فنی لحاظ سے "سب رس" کے لئے عیب کا باعث ہے۔ (۴)

وجہی کا نظریۂ فن و نقدِ فن (۵)

حالیؔ سے پہلے اصولِ ادب و شعر پیش کرنے والوں میں فائز دہلوی اور وجہی دکنی قابلِ قدر حیثیتیں ہیں۔ ملا وجہی کی بصیرت تو آج بھی روشن ہے۔

---

(۴) "سب رس" حامد چھپروی "شاعر" خاص نمبر ۱۹۶۳ء

(۵) "وجہی کا نظریۂ فن و نقدِ فن" ڈاکٹر اختر اورینوی "علیگڑھ میگزین" ۶۱-۱۹۵۹ء

وجہی نے قطب مشتری میں اور "سب رس" کے اواخر میں شعروادب کی نوعیت اور اقدار کے متعلق بڑی بالغ نظری سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان خیالات کے اظہار کے بعد تنقید کے کچھ اصول بیان کئے ہیں اور بعد ازاں فن شعر کے بارے میں کچھ اور نکتے پیش کیے ہیں ؎

ہنروند اس کوں کہیا جائے گا   جکوئی اپنے دل تے نوا لیائے گا

شاعری کا معیار

وجہی شاعری کا معیار مقرر کرتا ہوا کہتا ہے کہ سلاست اور ربط و ترتیب فن کی بنیادی خوبیاں ہیں، غیر فن کارانہ طوالت عبث ہے ؎

جو بے ربط بولے تو بتیاں پچیس
بھلا ہے جو یک بیت بولے سلیس

شاعری ایک فن ہے اور یہ بغیر ربط، ہم آہنگی اور خوبی و حسن کاری کے مقام فن نہیں حاصل کر سکتی۔ آرٹ خوب سے خوب تر کی تلاش کا نام ہے۔ نزاکت و لطافت بھی حسن کی ادائیں ہیں۔ شاعری میں نازک و لطیف خصوصیات پائی جانی چاہئیں۔ خوبی صرف ظاہری نہ ہو، باطنی بھی ہو۔ حسن معنی اور حسن ادا دونوں ضروری ہیں۔ لفظ و معنی میں بہر جہت ہم آہنگی بھی لازمی ہے۔

حسن و خوبی، سلاست و ربط، معنویت و آرائش یہ وہ قدریں ہیں جو بڑے استادوں سے ہی سیکھی جا سکتی ہیں۔ لہٰذا وجہی کے نزدیک روایت صالح کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر عظیم فن کاروں کے مطالعے سے شعر فہمی و سخن سنجی حاصل ہو جائے تو انتخاب الفاظ اور رفعت معنی کا سلیقہ پیدا ہو

جائے ۔

وجہی کے نزدیک آرٹ حسن ہے ۔

تجربہ اور ہیئت کی حسن کارانہ ہم آہنگی کمال فن ہے ۔

وجہی نے شاعری کے کچھ اور نکات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جدت و بدعت فن کے لئے تازگی بخش ہیں ۔

وجہی کو یہ معلوم تھا کہ فن کی بے بہائی اس کے الہامی عنصر سے وابستہ ہے ۔ انمول پن کا تعلق وحی و الہام سے ہے

وجہی کو شاعری میں اظہار و بیان کی ناتمامی کا احساس ہے ۔

فن ۔ خزینۂ غیبی

تجربۂ شاعرانہ کی نوعیت و کیفیت کو وجہی نے ایک لازوال خزینہ سے تشبیہ دی ہے ۔ فن خزینۂ غیبی ہے ۔ ؎

جو کوئی جوہری ہے سو پچھان کر
منگے گا رتن کوں قدر جان کر
جو عاقل ہے یو بات مانے وہی
قدر اس ادا کی پچھانے وہی

وجہی اعلیٰ درجہ کی تنقید کو تخلیقی عمل قرار دیتے ہیں ؎

شعر بولنا گرچہ الپ روپ ہے ۔۔۔۔ وے فامنا کہنے تے خوب ہے
ع بہوت مشکل ہے بات کوں فامنا ۔

سب رس ۔ فرائڈ کی نفسیات کی پیش رو

ملا وجہی نے سب رس میں بڑی گہرائی کے ساتھ آرٹ کی بنیادی قدروں کو پیش کیا ہے ۔ اس نے فن کی تخلیق کے نفسیاتی اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے ۔ یوں تو پوری کتاب "شخصیت" کا تجزیہ و تحلیل پیش کرتی ہے اور ایک اعلی متوازن شخصیت کی ترکیب کا ڈھانچہ بناتی ہے ۔ سیرت انسانی میں جو نفسیاتی تضاد پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے جبلتوں کے درمیان جو تصادم سر اٹھاتا ہے اس کی ایمائی و افسانوی ترجمانی ہوتی ہے ۔ میرا خیال ہے کہ علم النفس کے لحاظ سے بھی "سب رس" ایک معیاری کتاب ہے ۔ میں تو یہاں تک سمجھتا ہوں کہ سب رس فرائڈ کی نفسیات کی پیش رو ہے ۔ متوازن شخصیت کا خوبصورت خاکہ ہمیں اس کتاب میں ملتا ہے ۔ شخصیت کے جنسی جمالی اور عقلی عناصر کو نہایت کامیابی کے ساتھ واضح کیا گیا ہے ۔

سب رس سے اس حقیقت کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ "شخصیت" ایک جامد چیز نہیں بلکہ متحرک ہے ۔ شخصیت میں حرکت و ارتقا کی جلوہ گری محسوس ہوتی ہے ۔ "متوازن شخصیت" بڑے مجاہدے کے بعد جنم لیتی ہے ۔ "نفس مطمئنہ" کا جنت بہ آغوش ہونا ایک انعام جہاد ہے .... وجہی تخلیق فن کے لئے متوازن شخصیت کو لازمی قرار دیتا ہے ۔ اعلی فن توازن شخصیت کی پیداوار ہے ۔ فرائڈ بھی آرٹ کو ارتفاعی عمل (SUBLIMA-TION) قرار دیتا ہے ۔ جبلت جنس کا ارتفاع آرٹ ہے اور جنس کا بگاڑ جنون ہے ۔ شخصیت کے بناؤ ، ارتفاع اور توازن کے نتیجہ میں تخلیقی لہریں موج زن ہوتی ہیں ۔ وجہی اس حقیقت سے آگاہ ہے ۔ اور وہ فن کاری کو

ایک تخلیقی عمل قرار دیتا ہے۔ کہتا ہے:۔

"........ دل کوں فرزنداں ہوئے خرد منداں ہو گے، اس فرزنداں میں کا بڑا فرزند سو یو کتاب ...."

وجہی فن کو جذبۂ دل اور خرد مندی کا مجموعہ سمجھتا ہے۔ وجہی کتاب کی خصوصیات یوں بیان کرتا ہے:۔

"........ لائق قابل مستند ہر باب، اپنے وقت کا لقمان افلاطون، اپنے وقت کا خسرو،

فرہاد، مجنوں، اپنے وقت کا خاقانی، انوری، سعدی ...."

یعنی فن کاری ہوش مندی اور وسیع النظری ہے۔ فن میں فکر و فلسفہ کا عنصر بھی ہوتا ہے اور جذبۂ بے اختیار کا جذبہ بھی۔ لیکن فن بہرحال فن رہتا ہے۔

"........ کلام کا صاحب، فام کا صاحب، الہام کا صاحب ...."

فن میں اسلوب و طرز

فن میں اسلوب و طرز کلام پر قدرت کی جلوہ گری بھی ہوتی ہے، اور نکتہ رس روشن ضمیری بھی۔ اس میں تدبیر امور بھی ہے اور ترجمان غیب و حضور بھی۔ آرٹ میں حقیقت نمائی کے ساتھ اسرار کشائی بھی ہوتی ہے۔ فن کے واقعی اور ماورائی عناصر کا صحیح ادراک ضروری ہے۔ کہتا ہے:۔

"........ روشن ضمیر، صاحب تدبیر، ہر فن میں

ماہر، چھپیا سب اس کے آنگے ظاہر.......... صاحبِ حال،
ہاتفِ غیب کا آواز، محرمِ اسرار، محرمِ راز......."

فن کار صاحبِ حال و صاحبِ تجربہ ہوتا ہے۔ آرٹ کی کامیابی
اخلاص تجربہ پر مبنی ہے۔

فن میں تجمّل و آرائش کا عنصر

فن کے عمومی، جذبی، فکری اور الہامی و غیبی عناصر کے علاوہ وجہی اس کی لذت و مسرت آفرینی کا بھی قائل ہے۔ فن میں تجمل و آرائش کا عنصر بھی ہوتا ہے۔

"............ عاشقاں کے جیوان کا یار، مجلس کا سنگار، دل کے باغ کا بہار، سر تے پاؤں لگ گلزار..... سب کے دل کوں بھاتا۔ بہت خوش شکل، خوش رو..... سب دلاں کا آرام .... بہت اس میں عقل، بہت اس میں فام۔"

وجہی فن کاری کی پیمبری و رہبری کی خصوصیات کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔

"............ ہر ایک بات کا ہادی..... عجب صاحب درد تھا کہے گا.....
ہادی ہے کہے گا، شادی ہے کہے گا۔"

وجہی اس صداقت سے بھی واقف ہے کہ فن کا مسئلہ زور زبردستی کا معاملہ نہیں۔ لیکن یہ وہبی اور کسبی دونوں ہے فیضان فطرت اور ہوش مند محنت کے ازدواج سے اعلیٰ فن کاری وجود میں آتی ہے۔

ے زور سوں نہیں آتا خام
سہج سوں آ لگتا کام

وجہی کے نزدیک فن کی اصلی قدر حسن کی جلوہ باری اور دل کی آرزو مندی میں پوشیدہ ہے آرٹ ایک جمالیاتی اور جذبی صداقت ہے:۔

"تاں جوں حسن ہور دل اپنی مراد کوں انپڑے، اپنے کمال اعتقاد کوں انپڑے"

سچ ہے فن کاری ایمان و اعتقاد کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ غور فرمائیے وجہی کا نظریۂ فن و نقد کتنا ہمہ جہتی اور متوازن ہے۔ ہم وجہی کی فنکاری سے بصیرت اور اس کے افکار سے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔ (۹۸)

---

(۹۸) "وجہی کا نظریۂ فن و نقد فن" ڈاکٹر اختر احمد یوسفی "علی گڑھ میگزین" ۶۱-۱۹۵۹ء۔

قصّۂ حُسن و دل

بِسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحِیم ط

تمام مصحف کا معنیٰ "الحمد للہ" میں ہے مستقیم، ہور تمام "الحمد للہ" کا معنیٰ "بسم اللہ" میں ہے قدیم، ہور تمام "بسم اللہ" کا معنیٰ "بسم اللہ" کے ایک نقطے میں رکھیا ہے کریم۔ سمج دیکھ خاطر لیا اتال، حدیث بھی یوں آئی ہے کہ "العلم نقطۃ وکثرھا الجھّال" یعنی علم ایک نقطہ ہے جاہلاں اُسے بڑھائے، جہالت کوں اس حد لگن لیانے۔ ہور فارسی کے دانش منداں، جنوں سمجھتے ہیں باتاں کے بنداں، انوں کوں یوں بھایا ہے، انوں میں بھی یوں آیا ہے کہ "اگر در خانہ کس است، یک حرف بس است"۔ ہور گوالیر کے چاتر گن کے گراں، انوں بھی بات کوں کھولے ہیں یوں بولے ہیں۔ فرد:۔

پوتی پڑھی سو کھوتی بھئی پنڈت بھیا نہ کوئے
ایک ہی اچھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہوئے

قدرت کا دھنی سہی، جو کرتا سو وہی۔ خدا بڑا خدا کی صفت کرے کوئی کتنیک، وحدہ لاشریک۔ ماں نہ باپ، آپیں آپ۔ پروردگار، سنسار کا سرجنہار۔ جیتی جے کوئی قدرت دھرتا ہے، صفت اس کی اپنے پرتے کرتا

ہے - وو بے حد، اس کی صفت کوں کان ہے حد، احد صمد لم یلد ولم یولد:

بیت - کسے ہے حد جو خدا کی صفت کی حد پاوے
ہر ایک بال کون گر سو ہزار جیب آوے

جس کی نانوں خدا ہے، وو سب سوں ملیا ہور سب سوں جدا ہے کوئی کیوں اسے کہے ہے کہ یوں ہے، خدا ہے، جیوں کہیں گے تیوں ہے، کون سمج سکتا خدا کی گت، ایک اپے لاک صفت - ہزار اور ایک اس کا نانوں، اس کی معرفت ٹھاویں ٹھاؤں - بیت :-

جہاں جکچھ ہے وہاں سب اہے ظہور اس کا
ہر ایک شے منے دیتا ہے جلوہ نور اس کا

خدا قادر، خدا حاضر، خدا ناظر، خدا سکتا، جسے جیوں منگتا اسے وو ونچ رکھتا - سات زمین سات آسمان ہیں اس کا کھیل - جو کچھ وو کرے سو ہوئے، اس کے حکم کوں کون سکے ٹھیل - آپیں آپ جل جلال، دم مارنے یاں کسے نیں مجال - بیت :-

اس ٹھار پر کسے ہے نظر جو نظر سٹے
گر جبریل ہوئے تو یاں بال و پر سٹے

عجب عجب (؟) اس کے کام انسان کیا کر سکے فام - پیدا کیا زمین پیدا کیا آسمان، سب دانایاں سب دانش منداں حیران - کیا ولی، کیا نبی، سجدہ کئے اس ٹھار (؟؟) سبھی - قادر قدرت کا دھنی، غنی، مستغنی، ہوتا سب خدا کا بھاتا، ہو کہنے ہیں ہو جاتا - یاں چرا نہ چوں، جیوں عربی ہیں کتا ہے کن فیکون - شعر -

دھنی جو دھرتی دھریا ہور بھی دھرے سو ہوتے
کسی کے کرنے تے کیا ہوتے خدا کرے سو ہوتے

عاشق کوں عشق، معشوق کوں حسن دیا، ان دونوں میں اپنا بھید پرگٹ کیا۔ ایکس کوں کیا پرس، ایکس کوں کیا ناری، ایکس کوں کیا پیارا، ایکس کوں کیا پیاری۔ نہ یو اسے دیکھیا نہ وو اسے جانے ایکس کوں دیکھ ایک ہوتے دیوانے۔ دو نہ دل ایک دل ہو تیں جھٹ تے، سراں تے گزرتے جیواں پر اُٹھتے۔ سرجیا یوں کچھ سرجنہار کریم رحیم مہروان کرتار۔ بیت :-

یو خاصیت ہے عشق کی یاں کوئی کیا کرے

بیگانے کوں یو عشق بلا آشنا، کرے

بہوت لطافت سوں پیدا کیا حسن، عشق میں رکھیا اپنے خاصے گن چن چن۔ شان نہ گمان، جان نہ پہچان، ایکس کوں دیکھ ایکس پر ایک حیران پریشان سرگردان۔ دیکھے نہ دکھلاتے، ایکس کوں ایک بھاتے۔ دل سو دل پران سو پران، جانو قدیم آشنا جانو قدیم جان پہچان۔ ایکس کی خاطر ایک تلملتے، جلتے، ایکس کی خاطر ایک ترستے، تپتے۔ بیت :-

وو ڈریا ہے عشق جس پر لکھیا کھینچ باندکر

ایکس کے ہاں یکس کوں دیا ہات باند کر

سگے ماں باپ سوں ہوتے بے زار، جس یار سوں جیو لگیا اس یار سوں اختیار ماں باپ پال پال جنم کھوتے، یو سو آخر کسی اور کے ہوتے۔ جیو لگیا ادھر، بچارے ماں باپ اتال کدھر۔ ماں باپ کوں سمجے جیوں خیال ہور خواب، بھائی تو بچارا کس میں حساب۔ انونے اپنا لقا کھینچے، ماں باپ اپنی خاطر کو جفا کھینچے۔ عشق نے کھیل یوں کھیلیا ٹھارین ٹھار، اس کھیل کو ناد کنا دیس (***)۔ نہ ہانک نہ پکار، ہر یکس کوں ہر یکس سوں قول قرار، سب آپس میں اپسے یار، پیار دل بھیتر موں پر لوگاں کا ڈر۔ ایسے پیار کوں کون سنبھال رکھتا، دل بھیتر کون کسے منا

کرسکتا۔ اپنے دل میں ہر ایکس کوں ہے پادشاہی وہاں دوسرے کی نہیں پھر سکتی دورائی۔ بیت:۔

پاوے بقا جو عشق میں اپسے فنا کرے
یو ٹھار نیں ہے دو جو کسے کوئی منا کرے

عشق ہم باطن ہم ظاہر، عشق سب جاگا حاضر ناظر۔ عشق نڈر، عشق پادشاہ، عشق کوں کس کا ڈر۔ عشق ہم مست، ہم ہوشیار، ہم بے خبر، ہم باخبر۔ عشق سلطان چھتر اس کا رسوائی، عشق کا تخت استغنائی، عشق کا حشم بے پروائی۔ عشق لاابالی، عشق سب ٹھار بھریا ہے عشق کیں نیں خالی۔

عشق ہرگز کسے جدا نہ دھرے — عشق دو کوں ملا کے ایک کرے
عشق سرمست لااُبالی ہے — عشق اپ بھاوتا خیالی ہے

ایک عشق اس کے ایتے رنگاں، ایتیاں صورتاں، ایک اپے اپنیاں ایتیاں مورتیاں۔ عشق دو کے دلاں میں سٹیا غلبلا، دونو کے دلاں میں عشق کی بلا۔ عشق ہے تو حسن دستا خوب، عشق ہے تو نظر تلے محبوب۔ عشق ہے تو ہر یک کام کا لگتا دھندا، عشق ہے تو کوئی صاحب ہوتا کوئی بندا۔ عشق کدھیں عاقل کدھیں دیوانہ ہوتا، کدھیں ہنستا کدھیں ہنس ہنس روتا۔ فرد:۔

عشق ساندی ہے عشق سری پیچ ، کدھیں کچھ ہے کدھیں سو کچھ کا کچھ

اپس سوں اپے لگا لیا، کسے کیا کہے کنے کیا کیا۔ آپی کیا اسے کیا علاج جیسا پڑے ویسا سو سہے باج۔ ادھر بھی اپے ادھر بھی اپے۔ اپے ترستے، اپے تپتے؛ اپے اپس کوں دیکھے دکھلاوے، اپے اپس تے اپس کوں چھپاوے، اپس کنے اپی کرے فریاد، اپے دیوے اپنی داد۔ دین و دنیا کوں دیا عشق نے آرائش، پیدا کرنہارے نے یوں پیدا کیا پیدائش۔ فرد:۔

سب میں وو ہے تو دل ہے سب کا شاد
سب میں وو ہے تو سب میں ہے یو سواد

عشق میں اپے ہے تو اس میں ہیں ایتے چالے، عشق میں اپے ہے تو اس میں ہیں یو مستی، یو خوشی، یو اور لالے۔ عشق میں اپے ہے تو اسے سب سٹھار گزر، عشق میں اپے ہے تو اسے سب جا گا کی خبر۔ بے نہایت ریل چھیل، ایک کھیلتا ایتے کھیل۔ باتاں بہوت وہے سٹھار ایک، کھیلاں بہوت وے کھیلنہار ایک۔ عشق کی صورت کیسی ہے کر کیوں کہیا جاتا، معنی بے چونی بے چگونی پر آتا۔ عشق خدا کی ذات ہے چھپا رہتا، جو کوئی یو باٹ پایا وو آخر یو نچہ کہتا۔ یہاں جسم کوں دیکھنا مشکل، ہے جان کوں کیوں دیکھیا جاتا، تخت کوں دیکھنے نہ پاوے سلطان کیوں دیکھیا جاتا۔ جسم ہور جان کا ایک مانا، وے آشنا ہے جو یو باٹ تکہ سمجے جانا۔ عشق ہور خدا کچہ جدا نہیں بات جدا اپن بھید و ہیچ۔ عشق ہوتا ہے جہاں تمام، وہانچہ خدا ہے بلکہ وو چہ خدا ہے والسلام۔ واصلاں نے بولے ہیں واللہ، اذا تم العشق فھو اللہ۔ رباعی:-

دیتا ہے لقا پہ رہتا ہے جس رہے لگ
دو میں تے اسے جان نہ دے تسرے لگ
گر پیو سوں مل پیو چہ ہونے منگتا ہے
تو یاد کر نس پیو کوں اپس بسرے لگ

در نعت محمد مصطفیٰؐ و چہار یارؓ و منقبت علی مرتضیٰؓ

(۱)

ابا بکرؓ صدیق صادق ہیں خاص کئے خارجیاں کوں شریعت میں راس

عمرؓ عجب نبیؐ کے امت میں ہوتے | یہودی عرب نے جو تھے سر نوے
جمع کر جو عثمانؓ قرآن کوں | شرم کا دتے زور ایمان کوں
تٹیا کفر علیؓ ہت لئے ذوالفقار | خدا بعد محمدؐ بھی چارو ہیں یار

عشق خدا کوں بھیدیا تو اپنا حبیب کر محمدؐ کوں پیدا کیا، عشق خدا کوں بھیدیا تو اس کی خاطر آسمان زمین ہویدا کیا۔ اگر محمدؐ نا ہوتا تو آسمان زمین نا ہوتا، اگر محمدؐ نا ہوتا تو ماہ و پروین نا ہوتا، اگر محمدؐ نہ ہوتا تو دنیا ہور دین نا ہوتا۔ صاحب طاہا و یٰسین، صاحب الّا رحمۃ العالمین۔ جس کے نور تی عالم نے پایا روشنی، لولاک لما خلقت الافلاک۔ اوّل خدا ہے، نبی دویم سویم ہے ولی، یو تین نانوں تھے مومن کے دل کوں تجلّی۔ محمدؐ کوں جس رات ہوئی معراج، وہاں دوسرا نہ تھا کوئی علیؓ باج۔ گیان دھیان کے کام تمام محمدؐ نے لیایا، جو کچھ پانا تھا سو محمدؐ نے پایا۔ جو کچھ محمدؐ نے پایا سوں علیؓ کوں سمجھایا، یو سمجھ علی کے تقسیم آیا، علی خدا کوں بھایا رسول کوں بھایا۔ محمدؐ نبی، علیؓ ولی، نبوت خدا کی پیشوائی، ولایت محبوبی ہور استغنائی۔ نبوت کارسازی، ولایت بے نیازی۔ ولایت ہار گلے یار کا، نبوت دھندا گھر دار کا۔ ولایت آگے نبوت آتی، نبوت آئے تو کیا ولایت جاتی۔ فرق دھندے کا ٹک میانے آتا کسے کچھ سنیرتا کوئی کچھ پاتا۔ حضرتؐ کہیں خدا شاہد، انا و علی من نور واحد۔ تن سں تن، جیو سوں جیو، دم سوں دم، نبوت محمدؐ پر ولایت علیؓ پر ختم۔ ابا بکرؓ عمرؓ ہور عثمانؓ جنوں کی نیکی جانتا سب جہان۔ حضرتؐ کے یاراں ہیں، بزرگوار ہیں۔ ایکس تی ایک سب بھلے، جیوں خدا رسول فرمایا تھا تیوں چلے، الاف نیں کیے، خلاف نیں کئے۔ حق پر چلنہارے، ایسیچ اچھتے ہیں خدا کے پیارے، حضرتؐ کے یار، جنو سوں حضرتؐ کرتے تھے بچار۔ آخر ابعد از حضرتؐ کے بیٹھے

حضرت کی سٹھار۔

ہر ایک حال خدا کوں یقین سوں جپنا
ولایت ہور نبوت یو قرب ہے اپنا

ولایت کی جاگا پر نبوت کے جا صدر، ایکس تی یک خوب ایکس تی ایک خوب تر۔ خدا بہوت بڑا، سب سٹھار حاضر سب سٹھار کھڑا۔ سب میں اپنا نور بھریا کسے کچھ کسے کچھ کسے سب کچھ کریا۔

سببِ تالیفِ کتاب و مدحِ بادشاہ

سلطان عبد اللہ، ظل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ، دشمن پرور، ثانی سکندر، عاشق صاحب نظر، دل کے خطرے تی باخبر، صورت میں یوسف تے اگلے، آدم بے ہوش ہوئے، پتھر پگلے۔ حکمت میں افلاطون شاگرد، سخاوت میں حاتم کا کھوے برد۔ شجاعت میں رستم گرد، عالی ہمت، غازی مرد، شمشیر ہور ہمت کے صاحب، نیم دھرم اور ست کے صاحب دادار، فریدوں فر، کلیم بیاں، مسیحا دم، مریخ صولت، زہرا عشرت، خورشید علم، صباح کے وقت، بیٹھے تخت، یکایک غیب تی کچھ رمز پاکر، دل میں اپنے کچھ لیا کر، وجہی نادر من کوں، دریا دل گوہر سخن کوں، حضور بلائے، پان دتے، بہوت مان دیئے، ہور فرمائے کہ انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا، اپنا ناؤں عیاں کرنا، کچھ نشان دھرنا۔ وجہی بہو گنی گن بھریا، تسلیم کر کر سر پر ہات دھریا، بہت بڑا کام اندیشا (؟)، بہوت بڑی فکر کریا۔ بلند ہمتی کے بادل تے دانش کے میدان میں گفتاراں برسایا، قدرت کے اسراراں برسایا۔ پادشاہ کے

فرمائے پر چینتیا، نوی تقطیع بیتیا، کہ انگے کے آن ہارے، ہمیں بھی کچھ تھے کر سمجیں
ہارے۔ ہمارے گن کوں دیکھے سو ہمنا دیکھے، گنگا دیکھے سو جمنا دیکھے۔ ہمنا تے بھی
آنگے تھے سوانو کا کچھ بی تمیز کریں ریاضت ہماری مشقت ہماری چیز کریں۔ عاشق
کوں عاشق پچھانتا۔ بیت:۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر، باز با باز

مورک آسودے دیوانے، نیں جلے سو جلے کی بات کیا جانے۔ جیوں تیوں
اس دنیا میں کچھ یادگار رہچے تو خوب ہے۔ یو جھاڑ ہے اس جھاڑ کوں کچھ بار اچھے
تو خوب ہے۔ اس دنیا میں رہے گی سو بات ہے، باقی دو دیس کا سو رات ہے
جنے کچھ سمجیا عاقبت لگن، اُنے اپنی جا گا رکھیا اپنا گن۔ اس تے نیں رہا گیا، کچھ
کہا گیا، کہ شاید کدھیں کوئی عاشق پھرے ٹک تلملے، ٹک چرچھرے، ٹک مستی
چھرے، ٹک تر پھرے ہور سمجے کہ ان عاشق کامل نے کیا بولیا ہے، کس کس جاگا پر
کیسے کیسے بھیدیاں کھولیا ہے۔ ہم گلاب میں آب لوج گھولیا ہے، ہم مانک موتی رولیا
ہے، داد دیوے، امداد دیوے، مراد دیوے۔ کسے کچھ سنپڑے، کسے کچھ فیض انپڑے،
فرد:۔

وہی ہے صافی کہ جس صافی تے صفا کوئی پائے
وہی ہے کام کہ جس کام تے نفا کوئی پائے

ایتا جد جو دھرتے ہیں، لوکاں باغ جو کرتے ہیں، سو اپسچ خاطر کرتے ہیں کہ
کوئی خوب چتر بھوگی ہوس نایک عاشق ہوکے اس باغ میں آوے، محظوظ ہوئے آرام
پاوے۔ باغ کے صاحب کوں دعا کرے، پھولاں سوں گود بھرے۔ رنگ میں ڈبا دے
آنس، اسی تے کچھ لگے باس۔ اسے فیض انپڑے ہمنا کوں ثواب، خدا خوش رسول خوش
عالم خوش اس باب۔ فرد:۔

جنے جو دل کوں لیا ہات کچھ کسی کوں دیا
ہزار کعبے بندھایا ہزار حج بی کیا

در زینت سخن و در نام کتاب گوید

یو قدرت اللہ ہے، یو اسرار اللہ ہے، یو ہاتف اللہ ہے، لاالہ الا اللہ یو عجب کتاب ہے۔ سبحان اللہ۔ اس کتاب کا ناؤں "سب رس" سب کو پڑھنے آوے ہوس۔ بول بول کوں چڑھے امس، یادگار ہوا چھے گا دنیا میں کئی لاکھ برس۔ ہو تیچ لذیذ عاشقاں کے گلے کا تعویذ، یو کتاب سب کتاباں کا سرتاج، سب باتاں کا راج، ہر بات میں سو سو معراج، اس کا سواد سمجے نا کوئی عاشق باج، اس کتاب کی لذت پانے عالم سب محتاج۔ کیا عورت کیا مرد، جس میں کچھ عشق کا درد، اس کتاب کوں پینے پرتی ہلاسی نا، اس کتاب بغیر کوئی اپنا وقت بھلاسی نا۔ جو کوئی پڑھے گا جنس جنس کا اثر چڑھے گا۔ جو کوئی اس کتاب کا سمجے گا مانا، کیا حاجت ہے اسے کیف کھانا۔ یو کتاب عاشقاں کا جیو صاحب، معشوقاں کا یار مصاحب۔ یو رنگ رنگ کے پھول سرنگ مقبول، سب کسے بھاتے یو پھول۔ دایم تازے، ہرگز نیں کملاتے، ایسے خوش باس کے پھولاں اجھوں کسی باغ نیں نیں کھلے، ایسے پھولاں اجھوں کسے نیں ملے۔ سنگتے دل میں بھرے اساس، کہاں ہے وہ پھول جس میں ایسی باس۔ جو کوئی یو کلام سنے گا پڑے گا، ہور فاتحہ نہ پڑے گا، تو وو بے خبر خام ہے، اس کی دانش پر اس بات کا لذت حرام ہے، کیا واسطہ کہ یو بات نہیں یو تمام وحی ہے الہام ہے۔ جسے خدا کی محبت سوں غرض ہے، اس پر فاتحہ ہمارا فرض ہے۔ اگر ممات ہے ادھر کی سعادتی کا، وگر حیات ہے تو ادھر کی سلامتی کا۔ اگر کسی میں سخن شناسی ہور اسرار دانی ہے، تو یو کتاب گنج العرش بحر المعانی ہے۔ جیتا کوئی طبیعت کے کواڑ

کھوے گا، اس کتاب میں نیں سو بات کیا بولے گا۔ جو کچھ آسمان ہور زمین میں ہے اس کتاب میں ہے، جو کچھ دنیا ہور دین میں ہے سو اس کتاب میں ہے۔ ہرگز کوئی فصیح اس فصاحت سوں بات نیں کیا۔ اس دھات بات کوں سلاست نیں دیا۔ ہر یک ابشر کا کام نیں۔ اس کتاب کوں وو سمجھے گا جو کوئی صاحب راز ہے۔ یو کتاب تمام اعجاز ہے۔ اگر دین ہور دنیا کا امید پانے منگتا ہے تو یو کتاب دیکھ، اگر بڑا ہو کر عالم کوں سمجھانے منگتا ہے۔ تو یو کتاب دیکھ۔ کہ سدھن مرشد ہیں مسلماناں میں پیر و مرشد ہوے گا، ہندواں میں جنگم سدھ ہوے گا۔ ہم ہندو تجہ تی بات پا تجے مانیں گے، ہم مسلمان تجے بڑا ہے کر جانیں گے۔ ایک لکھے کا فرق ہے، باقی خدا کی وحدانیت میں ہندو ہور مسلمان غرق ہے۔ اگر خدا کوں سمجھے ہندو اسے ایمان ہووے عجب کیا جو ہندو بھی مسلمان ہووے۔ اس بات کی جو کچھ بانت ہے سو سمجھانے ہارے کے ہات ہے۔ اگر سمجہارا واصل اور کامل ہے، وو ہندو بی اگر دانا ہے تو اسے بھی یہ جیوتی دل ہے۔ خدا حق ہے اور حق سب ٹھار ہے، آدمی کے جنس کوں حق پر آتے کیا بار ہے۔ جیتے چوساراں، جیتے فہم داراں، جیتے گن کاراں ہوئے سن آج لگن، کوئی اس جہان میں، ہندوستان میں، ہندی زبان سوں اس لطافت اس چھنداں نظم ہور نثر ملا کر گلا کر یوں نیں بولیا۔ اس بات کوں اس نبات کوں کوئی آب حیات میں نیں گھولیا، یوں غیب کا علم نیں کھولیا۔ خضر کے مقام کو انپڑنا تو اس بات میں پڑنا۔ میں تو یو بات نیں کیا ہوں، عیسیٰ ہو کر بات کوں جیو دیا ہوں۔ دانش کے باغ میں آیا، بہار ہو کر پھولاں کھلایا، اگر کوئی کوڑ ہور جہالت سوں، بد اصالت سوں، رذالت سوں، بات کرے نا سمج یو پایا۔ تو خدا بی اس جا گا حضرت جیسے کوں کہیا ہے کہ کوڑاں ہیں مجہول، نامعقول، مردود نا قبول سن یا رسول، اول کے پیغمبراں کوں بی لیے آیتہ اتری تھی اس وصول۔ کہ واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ یعنی اگر کوڑاں

کا یو فام ہے تو کوڑاں کو ہمارا سلام ہے۔ انو پر خدا کی نیں رحمت، انوں پر خدا کی لعنت، خدا اس بات کا مانا کھولیا ہے، خدا یو بات بولیا ہے، والیم انو کی ہاری بازی۔ خدا انو تے کدھیں نیں راضی۔ جاہلاں جہالت پر جاتے، جیتا سمجائے بی حق پر نیں آتے۔ کافر تاریک دل، توبہ استغفراللہ بہوت مشکل۔ اور گوالیار کے فہیم، انو بی یوں کتے ہیں "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کہ کوڑ بہشت، کوڑ سوں مشت۔ بات یوں بی آئی کہ جانے کا کر، انجانتے کا بھائی۔ فارسی میں یو بولتے ہیں کہ کوڑ پر پروا سٹے ہیں فراموشی، جواب ابلہاں خاموشی۔ کوڑ کی ذات، ہنا فہم بڑی بات، نہ اپس کوں جانے، نہ دسرے کو پچھانے، یو کوڑ پاپی خدا کے رانے۔ یو جھنتی، لچ فامی کی انو کوں کیا کمی۔ جاں فہم کی بات آئے، وہاں کوڑ کی چھاؤں نہ پڑیا جائے۔ چراغ میں جیو جیو رنگ میں کر کر۔ کافراں کوڑ تھے تو محمدؐ تے معجزا دیکھے۔ بی ایمان نیں لیائے۔ لاعلاج تے تیغ آئے، انو کے دلاں، انو کیاں انکھیاں، انو کے کاناں قدرت سوں باند کر غفلت کی دی گرہ، جو مصحف میں خدا کتا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ۔ جنوں کوں خدا باٹ دکھلایا تھا، جنوں کے دل میں خدا کا کچھ محبت آیا تھا، جنوں کے دل میں دانش نے کیا تھا گھر، انو دیکھتیچ کہے کہ تمیں حق کے بر حق پیغمبر۔ بات سنتیچ مسلمان ہوئے، صاحب ایمان ہوئے، تابع قرآن ہوئے۔ جاہل کسے بھاتا ہے جاہل پر قتل واجب آتا ہے۔ جاہل تھے تو خدا کے فرمان کوں نیں بچارے، جاہل تھے تو لھواں سوں انو کوں مارے۔ جو قوم کافر ہے جہال ہے، مسلمانوں کوں خون ان کا حلال ہے۔ ملا روم جو خدا کے عشق سوں متے ہیں، جاہلاں کوں انو بی یوں کتے ہیں۔ پیئے جہال ابوجہلم محمد بہر دانایاں، دیکھ تو عارفاں کی بات کا معنا اپڑتا ہے کاں۔ غرض بہوت نادر نادر باتاں بولیاں ہوں، دریا ہو کر موتیاں رولیاں ہوں۔ موتیاں کی موجاں کا میں دریا ہوں، تمام موتیاں سوں بھریا ہوں۔ اس دریا میں غوطہ کھائیں

گے، تو جا گا جاگا کے غوطاں موتیاں پائیں گے۔ یو کتاب عجائب ایک بندر ہے، اگر سورج منگتا و گر چندر ہے۔ فرہاد ہو کر، دونو جہان تے آزاد ہو کر، دانش کے تیشے سوں پہاڑاں اٹھایا، تو یو شیریں پایا۔ تو یو نوی باٹ پیدا ہوئی تو اس باٹ آیا۔ ناداناں اتی باتاں میں یو بی ایک باٹ کر جانے۔ وے یو باٹ کیوں کاڑے کس وضع سوں لکی محنت نیں سمجے مشقت نیں پچھانے۔ انو کوں نیں کتے زبان آور۔ یو بوتے جناور۔ عقل میں سر دغصہ میں تپتے انوں کوں عربی میں حیوان ناطق کتے۔ نادان کا وجود عدم ہے، فیض میں شمار، دانایاں کوں سجدے کی ہے ستھار۔ دانا موم دل ہے دانش کے آگ پر گلے گا، دانا ہمارا ہے ہمارا حکم اس پر چلے گا، دانا ہمنا رمنا کر جانے گا، ہادی ہے کر پچھانے گا۔ یو باٹ نہ تھی سو لکی اتاں۔ تو بی یکایک چلنے کس کا مجال۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے دل کے تلویاں میں چھلے آتا ہے تو یو باٹ پاتا ہے۔ نیں تو یو بی کیا کچھ نہنوادان کا کھیل ہے یو بی کیا کچہ کھانا ہے۔ ہماری بات میں عجب کچہ ٹونا ہے، جنے سنیا انے گھایل ہونا ہے۔ غرض اتاں رہیا دیک کر کنا، اسی کون کرتا منا کنا۔ جتے گن کار کرتے ہیں گن، اس باغ میں تی لیں گے پھول چن چن۔ جس کے دماغ میں پھول کی باس جاوے گی، تازی ارواح تن میں آوے گی۔ جکوئی اچایا بنیاد، اول آخر وہی استاد۔ یو عجب نظم ہور نثر ہے، جانو بہشت میں کا قصر ہے۔ سطر سطر پر برستا ہے نور، ہر یک بول ہے یک حور۔ اسے پڑ کر جنے حظ پایا، جانو بہشت میں آیا۔ یہاں خدا بی بولنہارا پچ ہے، جکوئی باٹ ہماری چلیا وہ ہمارا رچ ہے ہر چند فہم داری ہے، چلیا تو کیا ہوا باٹ ہماری ہے۔ اگر نکتہ کسی تے کچہ جانیا، ہم ظاہر ہم باطن اسے نیں مانیا، تو وہ مسلمان نیں، اسے ایمان نیں۔ ایسے سے ڈرنا بہوت بہوت پرہیز کرنا۔ یو بی ایک چوری ہے۔ یو بی ایک حرام خوری ہے۔ نمک بر حرام اس کا کیا اچھے گا فام۔ جسے انصاف کی نیں سکت، اسے دل کا وپیچ میں انپڑتی

لت ۔ جنے انصاف چھپایا، انے دل کو ۔ بے دل کیا کام گنوایا ۔ حاجت نیں جکوئی کرے زبان، ایس کوں اپے کیا نقصان ۔ اگر تو ہے فہم دار، اپنی ریچ نکو مار، یو بات دل میں رکھ مرداں کی یادگار ۔ جنے رتج کوں جلایا، انے خدا کوں پایا ۔ کھیچ کچھ جدا ہے، رتج میں خدا ہے ۔ رتج کے گھٹ، نکو پی گھٹ گھٹ، اگر کچھ نیں تو ٹک پکار تو بی اٹھ، اساس تو بی بھر، چپ نکو اچھ، کچھ تو بھی کر ۔ دل میں اجالا پڑے گا، موں پر نور چڑے گا ۔ یو بات اعجاز ہے، اس بات میں خدا کا راز ہے، یو بات غیب کی آواز ہے، ماننا جاننا، پہچاننا ۔ انسان یعنی گیان، جس میں کچھ گیان نیں وو حیوان ۔ بے درد نامرد، سخت بے کٹر، وہ آدمی نیں پھتر ۔ عاشق معشوق سوں دل بند اچھتا ہے، عاشق بہت دردمند اچھتا ہے ۔ بے درد، دردمنداں کوں کیا جانتے، یو نداں مستمنداں کو کیا جانتے، معشوقاں کے نازاں کیا سمجھتے عاشقاں کے چھنداں کو کیا جانتے ۔ اپنا عجب ایتا حسد، جنو حق تے گزرے انو میں کیا اچھے گا حد، انو کوں حق کیوں ہونا مدد ۔ موں پو مسجد دل میں بت خانہ، خدا تو سمجتا ہے یو مانا، آدمی کے حضور چھپایا خدا کے حضور کیوں چھپانا ۔ بعضے عجب لوکاں ہیں او دھرم، انو کو خدا کی بی نیں شرم ۔ مسلمان ہیں آتے جاتے، مسلمان کہواتے ۔ اگر یو ہے مسلمانی تو کافراں کی کیا ہے نشانی ۔ تا نوی باٹ پاڑیا ۔ گاڑیا سو گنج کاڑیا ۔ کچھ نیں تھا سو لیایا، باٹ دکھلایا ۔ ہمیں تو بہوت سند سوں باٹ سنوارے، آتال چل یو باٹ چلنہارے ۔ جس کا ۔ ل صاف اچھے گا، جس میں کچھ انصاف اچھے گا، مصحف کی سوں وو ہمنا بھوت ۔ نے گا، خوب ہمنا پہچانے گا ۔ جس کا دل روشن ہے، وہ نور کا گلشن ہے ۔ جکوئی ۔ رہوا، وو خدا کے حضور رہوا ۔ ہر کچھ اجالے میں نظر پڑتا، اندھارے میں کا رنہا ۔ ا اڑتا، تر پھڑتا، بڑبڑتا، اجالے کے رہنہاریاں سوں لڑتا جھگڑتا ۔ اندھارے کو ۔ ے اجالا کر سمجتا، لال کوں کالا کر سمجتا ۔ یو برا اجالا، اس کا موں کالا ۔ جس کے دل کو ۔ ں صفا ہے

اسے بھوت نفا ہے۔ دل کی صفائی کن نے پائی، جسے خدا دیا اسے آئی۔ دل کی صفائی نہ کچھ خیال ہے، عین وصال ہے۔ یہاں کچھ ہے غرض، کہ کہے ہیں اللہ نور السموات والارض۔ یعنی خدا آسمان ہور زمین کا نور ہے، اس کا نور ہر شے میں بھرپور ہے۔ نور ہوئے تو نور سوں ملیا جائے، ظلمات نور سوں کیوں ملنے پائے۔ ظلمات کوں نور سوں کوئی کیوں کر ملائے، ایتا ہے جو کچھ عقل اچھے تو جنے دیکھا وو ورتے دکھلائے کام بہوت خاص کیا ہوں، چلتی عمارت راس کیا ہوں۔ یو غیب کی بشارت، جسے کتے سو یو عمارت۔ ماٹی پتھر کی عمارت کچھ سدا رہنہاری نیں، وو بے وفا کچھ اس میں وفاداری نہیں۔ دنیا وو دیس کی کوئی نیں کس کا، آخر رہے گا سو یو چہ قدر جاننا اس کا۔ مال دھن سب خرچ جاوے گا، آخر یو چہ کام آوے گا، آخر نام یو چہ اچھا وے گا۔ تمام یو چہ ہے کام یو چہ ہے۔ یو خدا کی عنایت، یاں کیا شکایت، خدا بہوت بڑا ہے بے نہایت۔

آغازِ داستان، زبانِ ہندستان

نقل۔ ایک شہر تھا، اس شہر کا ناؤں سیستان، اس سیستان کے بادشاہ کی ناؤں عقل۔ سو اس عقل پادشاہ کوں، عالم پناہ کوں، ظل اللہ کوں، صاحب سپاہ کوں، ایک فرزند تھا کہ اس کا جوڑا دنیا میں کیں نہ تھا۔ واصل کامل، عاشق عاقل، عالم عامل، ناؤں اس کا دل۔ دانش مندی، ترکش بندی، بقول صورتی، ولاوری سب عالم تی اسے حاصل۔ فرد:

کرے نت دل یو نازش عقل جیسا
کہ فرزند نیں کسے دنیا میں ایسا

تخت تاج کا لایق، سب پر فایق۔ بات میں قابل، سب میں فاضل،

سو ایک دیس اس عقل پادشاہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، حقیقت آگاہ کے دل پر کچھ آیا، اپنا اندیشہ اپس کوں بھایا۔ سو اس دل شاہزادے کوں، اس ماہ زادے کوں، اس مستغنی کوں، اس سب علماں کے دھنی کوں، تن کے ملک کی بادشاہی دیا، تن کے ملک کا بادشاہ کیا۔ سرفراز کیا، ممتاز کیا۔ بیت:۔

عقل دل کوں دیا ہے پادشاہی
عقل دل کوں دیا عالم پناہی

سر چھتر چھپایا، تخت بسلایا۔ دل بادشاہ کے ہات ییں تن کا ملک آیا، ٹھایے ٹھار، کوچے کوچے، بازار بازار اپنی دورائی پھرایا۔ تن دل کا فرماں بردار، جوں نفر خدمت گار۔ بیت:۔

خبر دلیچہ کوں معلوم ہر ایک منزل کا
فقیر تن یو بچارا مطیع ہے دل کا

جدھر جدھر دل جاتا، دل کے پیچھے تن بی آتا۔ نوے نوے قانون دھرنے لگیا، دل تن کے ملک کی بادشاہی کرنے لگیا۔ دل جان، دل عاشق دل کوں شراب کا بہوت دھیان۔ چتر سگھڑ دل، شراب بغیر نیں رہتا ایک تل۔ شراب اسے بہوت بھایا تھا، شراب پینا اسے آیا تھا۔

القصہ ایک رات دل پادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ نے کماچ، طنبور، قانون، عود منگا کر، مطربان خوش سرود بلا کر، دف، دائرا، چنگ، رباب سوں بے حجاب سوں دو چار پیالے شراب کے پیا تھا۔ ارکان دولت، ندیم، شاعر، قصہ خواں، شہ نامہ خواں، خوش طبعاں، لطیفہ گویاں، حاضر جواباں، گل رویاں، خوش خویاں سب حاضر مجلس تھے، مجلس کیا تھا۔

بارے اس وقت ایکایک عین مستی ییں، بادہ پرستی ییں، فراخ دستی ییں اس

کماں ہستی میں ایک قدیم ندیم بہوت لطافت سوں، بہت فصاحت سوں، بہوت بلاغت سوں بات کا سہر رشتہ تکار کر ایک تانزے آب حیات کا قصہ پڑیا، وے پڑتے وقت اس قصے کے مستی چڑی سو آپے بی ٹک گر پڑیا۔ دل کھولیا، بات سنا تھا سو بولیا۔ کہ جکوئی یو تمازہ آب حیات پیوے گا، دسرا خضر ہوئے گا، اس جگ میں سدا جیوے گا۔

اس آب حیات کی ایک بات ہے، یو تو آب حیات ہے۔ جکوئی دھایا ہر گز تر و زاں سوں کنے نیں پایا۔ یو خدا کے ہے ہات، اس آب حیات کا جیو ہے یو آب حیات، آب حیات کوں جو پیئے گا دنیا میں جیونا اسیح کا ہے، جکوئی یو آب حیات پیا، نیں تو دنیا میں عبث آیا، کیا لذت دیکھیا کچھ نیں کیا عبث جیا جس کے دل میں یو نیں طمع کیا اس کا جیونا کس جیونے میں جمع۔ جس کے آب حیات سوں تر ہوئیں گے لب، حیران ہوئے گا تماشے دیکھے گا عجب عجب۔ اُن آب حیات نے اس آب حیات کا رکھیا ہے لاج، نبی ہور ولی سب اس آب حیات کے محتاج۔ اس آب حیات کی بات کا اثر بہوت دھات سوں دل بادشاہ، عالم پناہ ظل اللہ، صاحب سپاہ کے سر چپڑیا، دل بادشاہ اس آب حیات کی بات پر مطلق عاشق ہوا، بے تاب ہو پڑیا، کام ایسا کھڑیا۔ بیت:۔

ناؤں سنتیچ دل ہوا بے تاب ؎ باس آتیچ میں چڑیا یو شراب

دل بہوتیچ طالب ہوا، اشتیاق غالب ہوا۔ بات سنتے اس حال کوں اپڑیا، عاشق تھا بچارا بیچ سپنڑیا۔ اس فکر تی گھٹیا، بادشاہی کا سکہ سٹیا۔ عاشق تھا تمام، آخر اس حد لگن آیا کام۔ بات سنتے حال ہوا اس دھات کا تاثیر دیکھو اس آب حیات کا۔ دل اس آب حیات کوں مطلق منگتا ہے، الحق برحق منگتا ہے۔ ناؤں تی اثر چڑیا، نیں تو جیپ ہلاک ہونا کسے کیا پڑیا۔ اس ناؤں میں ایتا زور ہے، تو

دل کے دل میں یو شر شور ہے۔ جیو کوں محبت کے رنگ میں رنگنا، جو کوئی کسی کوں منگنا۔ کوئی کچھ بی لطافت دھرتا ہے، تو ایس کے دل میں ٹھار کرتا ہے۔ پولاد کے ٹانکیاں سوں تن اپنا کھڑیا ہے، تو ہر ایک۔ کوئی اسے منگتا نیں تو کیا منگنا مفت پڑیا ہے۔ یو بات کھیل نیں بہوت مشکل، کسی میں کچھ خوبی دیکھتا ہے تو ریجتا ہے دل۔ نیں تو دل جیسا دانا، دل جیسا عاقل ہور یوں ہوتا دیوانا۔ بیت:۔

ہوا دل بہوت اب بیدل کہ مشکل وقت آیا ہے
یو دل لانے کی جا گا ہے اگر دل دل لگایا ہے

ایسی دیوانگی سوں اس دل کوں کیا نسبت، یہی اپس کوں سنبھالیا ہے شاباش رحمت۔ دل میں تی اٹھے جھال، کیوں کر رکھے سنبھال۔ بیت:۔

عاشق ہے اس کوں عشق اپنا ہے
عشق جلنا ہے عشق تپنا ہے

القصہ دل بادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ، بہوت بے دل ہوا، دل پر کام مشکل ہوا۔ شہر سب حیران، گھر گھر لوکاں پریشان۔ جیتے جتنا دوڑے، سرگرداں ہو کر سب سر پھوڑے۔ پیشوا، دبیر، امیر، خان، وزیر، کوئی کر نیں سکے اس کی تدبیر۔ بیت:۔

بادشاہ کے جو دل پہ آوے غم　　　تل منے ملک سب ہوئے درہم

ویسے میں دل بادشاہ کوں، عالم پناہ کوں، ظل اللہ کوں، صاحب سپاہ کوں خصوص ایک جاسوس تھا۔ اس کا ناؤں نظر، سب ٹھاؤں اس کا گزر، سب جا گا کی معلوم اسے خبر۔ صاحب فراست، صاحب ہمت، خوش طبیعت، خوش صحبت۔ عقل بہوت دھرے، نیں ہونا سو کام کرے۔ کوئی نہ جا سکے وہاں جاوے، کوئی خبر نیں لیاتا سو خبر لیا وے۔ سارے شہر کی خبر دل کوں تل میں دیوے،

ہر روز ہزار ہزار شاباشاں لیوے۔ بیت:۔

گھر دھنی وو چہ جس کوں گھر ہے خوب

وو چہ صاحب جسے نفر ہے خوب

سو وو نظر جاسوس، دل پادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ کے حضور آکر، سر اکر، تعظیم کر، تسلیم کر، بہوت ادب سوں، ایک سبب سوں بولیا، بات کا مایا سب کھولیا۔ کہ اے دل بادشاہ، عالم پناہ ظل اللہ دل کوں رکھ گھٹ، تقوا نکوسٹ۔ خدا سر پر دھرتا، فکر کی کرتا۔ بیت:۔

بھائی ہے اسے نفر نہ کہیا جائے

آپڑے پر جکوئی نفر کام آئے

جیتاں کوں تو کستا، اس کام پر کوئی نیں دھنستا۔ اس کام پر اتال میں راضی دیکھ میری جانبازی۔ مجھے رخصت دے اس کام کوں میں جاؤں گا، جدھر تدھر دھونڈ کر توں منگتا سو آب حیات کی خبر لیاؤں گا۔ بیت:۔

کھینچا ہے دل کو عشق نے، اب دل کوں کچھ چارا نہیں

عاشق کوں کوئی کیتا رکھے کس تے رہنہارا نہیں

تو منگتا سو آب حیات ہے تو اس کی خبر تجھ لگن آئی، اگر یو آب حیات دنیا میں نا اچھتا تو نا دیتا کوئی تجھے یو بدھائی۔ ندیم یو پڑتے وقت میں کیا فام، کہ یہاں تو کچھ ہے دام، ولے آخر ہونہار اہے یو کام۔ بارے دل پادشاہ عالم پناہ نظر تی تقوے کی یو بات سنیا، امید کے چمن میں تی گود بھر بھر پھول چنیا۔ فرد:۔

من کے چمن میں باد اپھل کے ہے غنچہ آس کا

ڈالیچہ پر پھول ہنس پڑیا امید اب ہے باس کا

خوش ہوا جیو نیں رہیا، نظر جاسوس کوں شاباش شاباش کہیا۔ گلے لایا بہوت

منت کیا خدا کے درگاہ امیدوار ہو کر رضا دیا کہ توں جا۔ یو خوش خبرے کر بیگ آ۔ کہ یو وقت بھائی پنے ہوریاری کا وقت ہے، مخلصی ہور خدمت گاری کا وقت ہے، دل واشتی ہور دوست داری کا وقت ہے۔ تاخیر نکو کر۔ اس کام پر جد دھرے گا، تو خدا بی تیری مراد حاصل کرے گا۔ مقصود آئیں گی بریں، دایم خوشی اچھے گی تیرے گھر میں۔ مبارک ہے جا کہ تیرے نصیب، کہ نصر من اللہ و فتح قریب۔ بیت:۔

شاہاں کنے کوئی آدمی قابل اچھے تو خوب ہے!

صاحب سوں اپنے یک جہت یکدل اچھے تو خوب ہے

جاسوس نظر دل پادشاہ عالم پناہ سوں وداع ہو کر قدم انگے دھر روانہ ہوا، اپنے کام کی شمع پر پروانہ ہوا۔ جوں باؤ کیں اوٹھیا کیں گریا، جا گا جا گا ڈھونڈیا، عالم سب پھریا۔ جس وقت جس ٹھار گیا جب، تماشے دیکھتا عجب عجب۔ بیت:۔

سفر کی کیا ہے خبر جو لگن وو گھر میں ہے

سفر کیا سو وو جانے کہ کیا سفر میں ہے

عقل کے پیالے سوں متا ہے، جوں فارسی میں کہتا ہے۔ فرد:۔

صد تجربہ شد حاصل در راہ بہر گامے

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

چت اس دل سوں لایا، پھرتے پھرتے ایک شہر میں آیا، اس شہر کے عمارتاں جیسیاں کسی شہر میں کوئی آج لگن نیں بندھایا۔ کہ اس شہر کے آس پاس تمام پھلواری تمام پھولاں کی باس، لوکاں سب واں کے ادب دار، تمیز دار، نیک بخت برخوردار، شیریں گفتار، نیک نیت نیک کردار، پردیسی کوں آئے گئے کوں بھوت کرتے پیار۔ فرد:۔

دنیا دغا باز ہے بھوت اوباش ہور چیلیاں بھری
آدم وہی ہے جو کرے آدم ستی آدم گری

نظر وہاں کے لوکاں تے لیا خبر۔ کہ یو ٹھاؤں کیا ہے، اس شہر کا ناؤں کیا ہے، وہاں کے لوکاں ہوئے یک کولے، سب بولے۔ کہ اس شہر کا ناؤں عافیت ہور اس شہر کے بادشاہ کا ناؤں ناموس، نظر اپنے مقصود کوں دل میں یاد کر ہزار ہزار کیا افسوس۔ کہ آخر یو کام کیوں ہوئے گا، اس کام کا سر انجام کیوں ہوئے گا۔ بیت:۔

خدا مدد ہے اسی کوں جسے ہمت کچھ ہے!
وہی مراد کوں اپڑیا ہے جس میں ست کچھ ہے

یں تو جوں تیوں وہاں تی یاں لگ زمین چکلیا، منم کر نکلیا بھوت اہم کر نکلیا۔ ایتاں خدا نشرم رکھے، خدا یو نیم دھرم رکھے۔ اتنا کہہ کر ٹک ایک رہ کر عقل سوں اپنے دل میں کچھ لیایا، دل کوں سمجھایا، وہاں کے بڑے لوکاں کوں میانے بچھایا۔ ناموس پادشاہ عالم پناہ سوں جا کر ملیا، اپنے کام خاطر بھوت بلبلیا۔ ناموس پادشاہ اسے دیکھ کر، اس کی ادا دیکھ کر، اس کی روش دیکھ کر، بھوت خوش ہوا ہنسیا ہلیا، غنچہ تھا سو خوشی سوں جوں پھول کھلیا۔ فرد:۔

ادب ہے جس میں تواضع ہے جس میں وہ مرد ہے
وہ کچھ یو جس میں نہیں ہے وہ مرد سر درد ہے

دور تھا سو اسے اپنے نزدیک بلایا، پوچھا کہ تو کون ہے، تیرا مقصود کیا ہے، تو کاں تی آیا۔ بیت:۔

جکوئی کس کنے آوے غرض عرض کرے
وہی بھلا جو غرض وو الیس پو فرض کرے

بارے ناموس پادشاہ کے حضور نظر راز کا پردہ پھاڑیا، اس تانے آب حیات کی بات کاڑیا۔ ناموس بولیا کہ اس تانے آب حیات کا قصہ ایک تاویل دھرتا ہے، اک تمثیل دھرتا ہے۔ ہر یک کوئی آگر ناسمجھ کر اس ٹھار بات کرتا ہے، عقل کوں بول لگاتا ہے، فہم پر گھات کرتا ہے۔ یو بڑا ایک پیکھنا ہے یہاں اندیشہ کر دیکھنا ہے۔ آب حیات کتے سو دو آب حیات مرد کے موں کا پانی، جو لگن یو پانی تو لگن مرد کی زندگانی۔ اس پانی کی خاطر یو کاں مرتے، کیا کیا مشقت جو نیں سو کرتے۔

یو سکندر کو نیں ملیا یک جام
زور ہور زر سوں نیں یو ہوتا کام

جوں حافظ طبیعت کا تتا، یو کتا

سکندر را نمی بخشند آبے!
بزور و زر میسّر نیست ایں کار!

یو پانی روشنائی میں ہے ظلمات میں نیں، یو پانی خدا دیوے کسی کے ہات میں نیں۔ یو پانی ہوے تو حیات خوب، یو پانی کے ماننے، پانی رکھیا سو جانے جیو اس تے پانا یو چہ پرانی ہے، دنیا میں جو کچھ ہے سو یو چہ پانی ہے۔ فرد:۔

دین و دنیا کی خوبی بھی نیم اور دھرم ہے!
ایمان کی نشانی سو مرد کوں شرم ہے

کہ کتے ہیں الحیاء من الایمان، حضرت کا حدیث ہے یو تحقیق جان، اگر اس آب حیات کی کچھ بات ہے، تو حیا میں آب حیات ہے۔ میں بولیا نشان، اتاں تو سمجھ پچھان۔ کھول کہیا اس بات کے چھپے معنے، اتاں اس پانی سوں تجے کچھ کام اچھے گا تو توں جانے۔ نظر بولیا کہ ناموس پادشاہ، عالم

پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، توں مرد ہے، فرد ہے، ہمدرد ہے۔ نیم دھرم تجھ کنے رہتا ہے، توں جلیچہ کتا سوپیچ کتا ہے۔ مجھے تیری بات کری شہ مات، سونے کے پانی سوں لکھ رکھنا یو تیری بات۔ فرد:-

آدمی نیں وو جس منے کچھ نام و ننگ نیں
آدمی نیں وو جس منے آدمی کے ڈھنگ نیں

دلے مدعا میرا اچھ اور ہے، میرے مدعے میں ہنوز شر و شور ہے۔ وو آب حیات جو میں منگتا ہوں اسے کون پچھانے، کاں اچھے گا سو خدا جانے۔ بیت:

چلیا امید کوں امید کون بر لیاوے
وو نا امید ہو آتا امید توں پاوے

نظر ناموس پادشاہ کوں عالم پناہ کوں سلام کر، کچھ کلام کر چلیا، نشان اس آب حیات کا کیں نیں پایا کر بھوت تلملیا، کام تاخیر ہوا، دل گیر ہوا۔ بھی یاد کر اس دل کی یاری، خدا سوں لگایا امید واری۔ جاتے جاتے تلملاتے تلملاتے، جیفے کھاتے کھاتے، باٹ میں دیکھیا ایک ڈونگر عظیم الشان، دسرا آسمان، ہر یک کھورے میں اس کے چاند سورج کا مکان، ہر یک بھاڑ کی بیل اس پر جوں کہکشاں، خیال کا ہاتھ اس پر نیں اپڑتا، خیال چڑ چڑ کر پڑتا۔ نظر اس کی بلندی پر نہیں جاتی، کچواتی بھی، پھر پھر آتی۔ جیو نیں رہیا، اس ڈونگر کے نزدیک گیا۔ وہاں کے لوکاں کو پوچھیا کہ اس جاگا کوں کیا کہتے ہیں، یہاں کون رہتے ہیں۔

بیت:-

خدا کریم ہی سب کوں مکر میں تی کاڑے
کسی کے مکر کے پھاندے کسی کوں نا پاڑے

انو بولے کہ یو ڈونگر ہے زہد و زرق کا آشیانا، مشکل ہے اس ڈونگر پر

لیکایک جانا۔ ڈونگر پر ایک کہنا بڈھا اچھتا ہے رات دیس، اس سے پرسن ہوا ہے پربیس، اس کا ناؤں زرتق، مگر ہور اس میں کچھ نہیں فرق۔ نظر کو بھوت تھی طلب کی آس، بیاؤ ہو کر ڈونگر پر چڑیا گیا زرتق کے پاس۔ انے کہیا اے پیر سلام، صاحب تدبیر سلام، انے کہیا اے جواں علیک السلام علیک السلام، یو بے غرض اب غرض تمام، خدا کرے تو ہوے یو کام۔ بیت:۔

یو کاں کا وو کاں کا یو دونو ہوا ئی!
تماشا عجب ہے نوی آشنائی!

زرتق کہا کہ یہاں توں کیوں آیا، کون تجھے یہاں لیایا، کون تجھے یو باٹ دکھلایا۔ یہاں کیا ہے تیرا کام۔ حیران ہوں میں نیں ہوتا فام۔ نظر اپنے دل کی گانٹھ کھولیا، اس تازے سے آب حیات کا قصا بولیا۔ زرتق کہیا آب حیات کا چشمہ کتے سوں نہ کس باغ میں ہے نہ کس کشت میں ہے، او وو ایک چشمہ توں کتا سو بہشت میں ہے۔ توں اس چشمے کوں ڈھونڈتا دنیا میانے، اس کا نشان کوئی کیا سمجے کیا جانے۔ فرد:۔

یو غرضی ہے پوچھے بغیر نیں رہتا
یو کچھ پوچھتا وو اسے کچھ کتا!

غرض اگر تجھے ہونا چہ ہے یو پانی، تو عاشق کے انجھواں میں ہے اس پانی کی نشانی، عاشق کے انکھی کا پانی کیا ہے عشق کی جو ہے، اس پانی تے کیا عجب جہ موا سو جیوتا ہوئے۔ مسیحا کا دم اس پانی تی فیض پایا، مسیحا اس پانی تی موے کوں جلایا۔ پانی کے ہر قطرے میں لاکھ فیضاں ہیں اگر کوئی پچھانے، یو چہ پانی آب حیات ہے اگر کوئی جانے۔ فرد:۔

جو اپنے رونے تی محظوظ ہیں درد منداں ۔۔ سو ہنسنے تی نیں پاتے ہیں حظ یو محبوباں

چنداں کس کس لذت بھرے وردان سوں انکھیاں میں تی پڑتا ہے بُند ایک ایک، اگر تو عاشق ہے تو بند بند کا لذت دیکھ۔ اس غم میں کیوں خوشی آئی اس کڑوائی میں کون رکھے مٹھائی۔ کانٹیاں تی پھول کی باس کون لیا ہے، آگ میں پانی ہے وو پانی کون پیا ہے۔ وو بھنورا کاں ہے جو یو باس لیوے، وو پرند کاں ہے جو یو پانی پیوے، ہور اس پانی کی خبر دیوے۔ یو قطرا ہے بھوت لذت بھریا، ہر قطرے میں سو سو دریا۔ مجھے معلوم تھا سو کیا عرض، آتاں، توں جانے تیرا فرض۔ نظر ہنس کر نرق کوں، چیلے کے برق کوں، بولیا ہور توں بی کتا ہے سو اس میں ایک مانا ہے، وے یو مانا پانا ہے۔ مکر کتے تھے وے یہاں کچھ مکر نیں وسیا، تمام میٹھا بغیر شکر کچھ نیں وسیا۔ شاباش انجھواں کا عجب بیان کیا عاشقاں کا خاطر نشان کیا۔ عاشقاں کے انکھیاں کے آنسو ایسچ ہیں، جوں توں کتا ویسچ ہیں۔ جس انکھیاں کو دیدار کی لگی حیرانی، اس انکھیاں کا کیوں نہ ہووے ایسا پانی۔ تیرا سخن مجھے خوشی دیا، تیری بات تی میں بہت حظ کیا۔ عجب فہم دھرتا ہے، شاباش بھوت ہیچ سوں بات کرتا ہے۔ توں کہیا سو بات بی میری بات میں ہے، وو ویس بی اس رات میں ہے۔ توں جو موتی سٹیا میں چنیا، توں جو بولیا سو میں سنیا۔ وے میرا مدعا کچھ جدا ہے، کس تی کیا ہوئے گا آتاں خدا ہے۔ یو کہہ وہاں تی اٹھیا، اس کی خدمت کے بند میں تی چھٹیا۔ اس کام پر یوں تھی قضا، جاتا ہوں کر منگیا رضا۔ اس فکر تی جلیا، بھوت تلملیا، بھی اپنے کام کوں یاد کر جنگلے جنگل چلیا۔ اس جنگل میں دیکھتا ہے جو یکایک ایک کوٹ نظر آیا، آسمان پر پڑیا تھا اس کا سایا، سات زمین اس کوٹ کے یک طرف کا پایا۔ ہر یک کنگورا اس کا عرش کا ہمسایا، ایسا کوٹ دنیا میں آج لگن کوئی پادشاہ نیں بندھایا، جانو اپے کچھ قدرت تی مستعد ہو آیا۔ فرد:۔

عجب کوٹ اوٹ ہے کیتا بکھانوں
کہ حلقہ اژدہا ماریا ہے جانوں

اس کوٹ کنے آکر، وہاں کے لوکاں کی روش پاکر، پوچھیا کہ اس کوٹ کا نانوں کیا ہے، اس کوٹ کے بادشاہ کا ناؤں کیا ہے۔ اس کوٹ کے بادشاہ کی کیسی ہے عدالت، وہاں کے لوکاں بولے کہ اس کوٹ کا نانوں ہدایت، اور اس کوٹ کے بادشاہ کا نانوں ہمت۔ فرد:۔

ہدایت لگ تو آیا ہے دیکھیں کیا ہوئے ہدایت سوں
نظر نے لیئ جفا دیکھیا لگیا اب کام ہمت سوں

نظر بولیا کہ شکر الحمد للّٰہ اتا دکھ دیکھے سر دھن، بارے اپڑے ہمت لگن۔ اتال خدا ہمت دیوے، خدا فرصت دیوے۔ ہمت تی کچھ ہمت پاویں، مراد اپنی بر لیاویں۔ القصہ جاسوس نظر ہمت بادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ سوں جا کر ملیا کہ خدمت کرے، عظمت پاوے، نامرادی جاوے مراد آوے محنت کا جھاڑ راحت کے پھل بار لیاوے۔ بیت:۔

غرض دھرتا ہے نیں تو کیا غرض ہے یاں لگ آنے کوں
جکوئی سیوا کرے کس کی سو کچھ مقصود پانے کوں

سینا ہوا خفا، کو لگ یو جفا، خدا جانے کدھاں ہونا لقا۔ نظر کا خاطر وہاں ٹک جمیا، چند روز ہمت کی خدمت میں گمیا، گتے گتے ہمت کنے ایک دیس اس تازے آب حیات کی بات کہیا، اپنے سب واقعات کہیا۔ ہمت سن ہنسیا ہنس کر بھی رویا، انجھواں سوں موں دھویا۔ لہو کو پانی میں گھولیا، ہور بولیا۔ اس تازے آب حیات کی بات کنے، طاقت نیں مجھ منے۔ یو آب حیات تو ہے، یو شہد یو نبات تو ہے۔ دلے بات کتے اثر چڑھتا آدمی بے ہوش ہو پڑتا۔ رگے رگ میں

لہو کو آتا جوش، یو عالم سب فراموش۔ یو بات بہت تند اور تیز، خونی، خوں ریز، اس بات تی پرہیز حذر کر، اے نظرؔ خوب نظر کر، اس بات تی درگزر کر، بلکہ دسریاں کو بھی خبر کر۔ بھوت لوکاں اس باٹ میں آکر جیواں گنوائے ہیں، ایمان پر بات لیائے ہیں۔ صنعان نے تین سو ساٹھ مریداں سوں مصحف کو جالیا، سور چرایا، شراب پیا، اپس کوں کفر میں گھالیا۔ داؤد اس خاطر اپنے جیو پر اٹھے ایکس کوں جیوں مارے، خدا کوں بسارے۔ ایسا کئے جو آخر پچھتا کر کمر لبسلائے۔ مجنوں جیوتی اٹھیا، اپنا لہو آپی گھٹیا، مجنوں کا سینا پھٹیا۔ اس خاطر زلیخا نے کیا کری، شرم تی اٹھی جیوتی نیں ڈری۔ طالب تھی بچاری سچی، کا کلوت میں آکر یوسف پر کیا کیا فتوے رچی۔ مرد کوں بے ہمتی خوش نیں آتی، جسے ہمت ہے اسے صاحب ہمت کی صحبت بھاتی۔ توں بی یو بات سنتے کچھ کا کچھ ہوے گا، دیوانہ ہوے گا، پیچ ہوے گا۔ بے تاب ہوے گا، بے آرام ہوے گا، چپ عالم میں بدنام ہوے گا۔

بیت:۔

شراب پئے تو بھی کوئی نہیں ہوتا ماتا
حسن شراب کہ جس دیکھتے اثر آتا

تجھ میں نارہ سی تیری شد بھچیں کاں کی غفل کاں کی بد۔ تتے دل کوں جوڑ، اس بات کا دنبالا چھوڑ۔ میں کہ ہمت ہوں سو اس سٹھار میرا یو احوال، اتاں دسریاں کی بات کیا کہوں دسریاں کا کیا حال۔ نظرؔ یو خبر سن بھوت گھابرا ہوا، چپ جیت کا برا ہوا۔ معاملہ کچھ کا کچھ گھڑیا، اندیشے میں پڑیا۔ یو حیرت ہے اسے کون نہایت کوں انپڑیا، اس کوں انت نہیں کوئی اس کا انت پایا۔ کہ یو آب حیات کہ اس آب حیات کے خاطر ولیاں ولیاں نے یو جفا دیکھے، کیا لفا دیکھے تو بہ کیے پچھتائے آخر بھی پھر اپنی جاگا آئے۔ کوئی اس باٹ میں جا کر اپس کوں پورا

نیں انپڑایا، جس بات گیا تھا اس بات کا مقصود نیں پایا - گریا، پھریا، ڈریا نہیں کریا - گرم دل بھی اگر اس آب حیات کی خبر پاوے گا، تو کیا نہایت کوں انپڑاوے گا - اگر دل کے ادھر دیکھتا ہوں تو دل کے فائدے کیاں بھوت باتاں ہیں، ادھر جیو کے رہنے کا کچھ فکر کرتا ہوں تو نئی حکایتاں ہیں، میانے میاں بچارا اٹریا، بچارے پر مشکل کھڑیا - بیت :-

نفرشتہاں کنے کوئی دور اندیش ہوے تو خوب
کہ زیر کام نہوے کام بیش ہوے تو خوب

دلے عاشق کوں قایل کی بات خاطر میں کاں آتی، پند کسی کی کاں بھاتی، دوستی جاکر دشمنی بساتی - دل میری بات کاں مانے گا، اگر بولوں گا دشمن کر جانے گا - بیت :-

جکوئی خوبی کوں کہے اور کوئی برا مانے
نہ بول بول کہ کیا کام بیٹھے پچتانے

کہیا خوب مت سوں چیت دھرنا، اتاں کیا کرنا، کیا سکے کیا ہرے، جسے خدا ہمت دیوے سو کرے - دل کے دل میں میری ہے آس، میں بھی انپڑیا ہوں ہمت پاس - بارے یاں لگ آیا ہوں، مقصود کو جگایا ہوں - کام ہوتا چہ بھلا، کم ہمتی کا خطر سوتا چہ بھلا - دسریاں کا قصہ سناؤں گا، دل کوں بی ہمت پر لیاؤں گا - دل ہے آخر یو کام کچھ کرے گا، بالذات مردانہ ہے مردانگی پر دل دھرے گا، ہرگز نہ ڈرے گا - ایسا کچھ اندیشہ اندیش کر، قدم کچھ پیش کر، ہمت کوں بولیا کہ توں بادشاہ توں ہمت، توں فتح توں نصرت، توں صاحب ملک توں صاحب مملکت، توں صاحب دین توں صاحب دولت، توں ہمت، مجھے میرے کام کوں ہمت دے، ہمت کی کچھ مت دے - ہمت تی ہمت خوب

ہے، ہمت مطلوب ہے۔ تیرا جیو نیں رہیا توں یو بات البتہ میرا جیو دیکھنے کہیا نیں تو توں ہمت تجے یو بات کدھر تجے اس بات پر کہاں نظر۔ توں سعادت مند، توں ہمت ہمت بلند، جہاں تی ہمت ہاری، پچھیں وہاں تمام خواری۔ جو لگ خدا کی خدائی قائم، تو لگ ہمت قائم ہمت دائم۔

مجھے کیا ہے توں بے دل یو کیا عقل کرتا

ہوے سو کام میں میرے تو کی خلل کرتا

خوب خدا خاطر جوں تیوں اس آب حیات کی بات توں بول، اتال دل کوں کھول۔ جو اس کے اثر تی کیا ہوتا ہے گھڑی بھر ایک جاگا دونوں مست ہو کر پڑیں ایکس کے ایک گلے لگ لگ ٹک ہلنیں ٹک ردئیں ٹک جم جھڑیں۔ یو بی ایک تماشا دیکھیں، اس معاملے کو بے خطر لیا دیکھیں۔ یو بی ایک عالم ہے، آخر خوشیچہ ہے کیا غم ہے۔ یک ساعت مست اچھیں ایس ییں اپے ہم دست اچھیں۔ دونوں بی مست، دونوں بی مے پرست، دونوں بی دانے، دونوں بی دیوانے۔ دونوں بی دانش مند، ایکس سوں ایک بچارے ایکس کوں ایک دے پند۔ آج لگن عاقل تھے ایک دیس دیوانے اچھیں، یو بی ایک گل دریزی ہے دیکھیں اچھیں، جانے اچھیں۔ پیرت پتلی کیوں کھڑتی، ناوں تی مستی کیوں چڑتی کوئی کتے یو بات خرافات ہے، ناؤں تے مستی چڑنا بھوت بڑی بات ہے۔ فرد۔

نفا ہے کیا جو چھپا راکھے دل منے دھر کر

جو کام دل منے آوے دو دیکھنا کر کر

توں ہمت، توں صاحب شوکت۔ بارے ہمنا کچھ فیض اپنڑے، تیری دولت مقصود انپڑے۔ دل کوں کھول، وو آب حیات کاں ہے اس کا نشان بول۔ کیتا تپا دے گا، صبوری کرتے جیو جا دے گا۔ ہمت نظر

کوں بھوت کسیا، پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسیا۔ کہا شاباش تجھے اس کام پر بھوت ہم ہے، توں بھوت ثابت قدم ہے۔ جس کا نفر ایسا اچھے گا، اس کا صاحب کیسا اچھے گا۔ فرد:۔

نفر جسے کتے دنیا میں وو نفر کاں ہے!
نفر بے بہیج کہواتے کسے خبر کاں ہے

القصہ ہمت نے نظر کوں اس خوش خبر کوں، خلوت میں لے جا کر اپنے نزدیک ابسلا کر، سمجایا مقصود اس کا پایا۔

جنے یقین سوں جیو اپنے یار سوں لایا
جکوئی ثابت ہو آیا مراد اُنے پایا

کہیا خوب توں مرد سد ہے، ہور اس کام پر بھوت تیج بجد ہے۔ تو قصا کتا ہوں سن، کہ اپڑے اس آب حیات کے چشمے لگن۔ کہ مشرق ولایت میں، بے نہایت میں، ایک بادشاہ ہے، ظل اللہ ہے، عالم پناہ ہے، صاحب سپاہ ہے، حقیقت آگاہ ہے۔ عشق اس کا ناؤں، ہر دل میں اس کا ٹھاؤں، سب سوں جوڑیا کسی سوں نیں توڑیا۔ کیتا کریں گے بیان۔ اگر ملیں گے ہر دو جہان۔ عشق آپ بھاوتا، عشق مدماتا۔ عشق خدا کوں انپڑاتا، عشق خدا کہواتا۔ عشق کوں نہ پچھیں کی فکر نہ اگے کا اندیشا، عشق سرمست بے پروا اس کا پیشا۔ عشق کس تی نہ ڈرے، عشق خوشی بھاوے سو کرے۔ بیت:۔

وو شاہ عشق ہے جو سب جہان اس کا ہے!
ستارے چاند سورج آسمان اس کا ہے

القصہ اس عشق بادشاہ کوں، عالم پناہ کوں ظل اللہ کوں ایک بیٹی ہے بھوت مقبول، بھوت خوش اصول، بھوت معقول، بھوت خوش رنگ،

بھوت خوش ڈھنگ، نور میں سورنیں اس کے سم، نازک نرم جوں پھول جوں ابریشم، بالاں کرناں دیکھتے انکھیاں کو گھیرے آگر کرناں، سدھ چھوڑ دیوانے ہو کر پھرناں۔ بیت :۔

گھر میں تی ہنس تے نکلے انگن منے پھولاں چھڑیں
عاشق ہو کر چاند اور سورج دروازے پر آ گر پڑیں

یو نوا نور نوا آفتاب، اسے دیکھنے کا کسے تاب، عالم عالم اس کی خاطر خراب، ہر دل میں اس کا اضطراب۔ ہر طرف عاشق ہزار مجنوں ہزار فرہاد، سر مست، دلربا، بے پروا بے داد۔ بیت :۔

گل کے رنگ کیاں چمن میں شاباں ہیں!
لالے نیں جا نوا آفتاباں ہیں

ناؤں اس کا حسن لکتے بولوں اس کے گن۔ القصہ کوہ قاف کے ادھر ایک شہر ہے اس شہر میں ایک باغ ہے، کہ بہشت اس باغ کے رشک تے داغ ہے۔ جس کے پھول دیکھتے جیو آوے، اس باغ کوں بہشت سوں کیوں تشبیہ دیا جاوے۔ صحن اس کا موتیاں سوں بھریا جوں تاریاں سوں گگن، بہشت اس کے ایک باغ کے کونے کا چمن۔ ملایک آرزو دھرتے ہیں اس باغ میں آنے، حوراں ترستیاں ہیں اس باغ کے پھول کا طرہ لانے۔ بیت :۔

بلبل ہو کر نالے بھرے چمنے چمن سیراب ہو
پھولاں کے خاطر جا پڑے کانٹیاں اپر بیتاب ہو

مجنوں لیلیٰ نالیا، اپس کوں بھوت سنبھالیا۔ آخر دیوانہ ہوا اس باغ کے پھولاں باس تی، فرہاد کوہ میں آہ بھرتا ہے اجنوں اس باغ کے شیریں پھلاں کے آس تی۔ زلیخا جو پھرتی یوسف کے آس پاس، سو اس باغ کے پھول کی

پائی تھی باس - بیت :-

جدھر تدھر بھی حسن ہے جو دل بھلاتا ہے
کدھر کدھر کی بلا عاشقاں پہ لیاتا ہے

جس دلربا شہر میں یو دلارام باغ ہے، اس دلربا شہر کا ناؤں دیدار، اس دلارام باغ کا لقب رخسار - اس باغ میں ایک چشمہ ہے اس چشمے کا ناؤں دہن، من موہن جگ جیون - بھوت بیٹھا جوں نبات، اس چشمے میں ہچ توں منگتا سوں آب حیات - اس چشمے پر جاوے گا، تو وو آب حیات پاوے گا - ہور وو حسن نار، دل کا سنگھار، جس پر بھولیا سب سنسار - فرد :-

لاے دتے سینے یو گل پھل پھل کے تیرے گال پر
دریا میں تی ہنس آئیں گا عاشق ہو تیری چال پر

عشق کی بیٹی لطافت کی بی بی، بھوت ناز سوں، بھوت ساز سوں، لٹکتی، ٹھمکتی، جھلکتی، رخسار کے پھل باڑی میں، اس پھولے پھل واڑی میں ناز غمزہ، عشوہ ادا، حرکت دلربائی، خوش نمائی، لطافت ایسیاں، چاند جیسیاں، سگھڑ سہیلیاں سوں مل مل، ایسیاں رنگیلیاں چھبیلیاں سوں مل مل، دایم تماشے دیکھتی پھرتی تھی، جا بجا دیکھتی پھرتی تھی - بیت :-

آئی ہے دھن چمن کے آنگن میں
پھول پھرتا ہے پھول کے بن میں

ایسا خیال کتی ہے، وو آ کر اس چشمے میں تی ہمیشہ آب حیات پیتی ہے - ہمت یو بات کہا، گم ہو رہا نظر سنیا، بے سد ہوا، سر دھنیا - دونو ہوئے بے ہوش، دونوں کئے اپس کوں فراموش - نہ یو دیکھتا اس کے ادھر، نہ اس کی اس کوں خبر - دونو مست دونو بے سد ہو پڑے، بارے کتے وقت کوں دونو

ہشیار ہوئے دونو اٹھ کھڑے۔ دونو حیران، دونو پریشان۔ ایکس کا ایک دیکھ موں، کہے عجب تھا یو جنوں۔ نظر دل پر فکر کی کسوت تپیا، ایسا تماشہ نہ کوئی دیکھیا نہ کوئی سنیا۔ یو قدرت کا کام، یو حیران ہونے کا مقام۔ ہمت کہا ایں کہا سو آگے آیا بارے الحمدللہ جن تیوں توں نے مقصود پایا۔ بیت:۔

سب کسی کوں خدا مراد دیوے
اس کے محنت کی اس کوں داد دیوے

اتال تجھے میں کیا کہوں، نہ کہوں تو چپ بی کیوں رہوں۔ توں تو بہوت دانا، بہوت عاقل ہے، ولے ہشیار دلربا شہر دیدار کوں اپڑنا بہوت مشکل ہے۔ باٹ میں جنس جنس کی محنت حائل ہے، اس دریا میں کہیں غرقاب کہیں ساحل ہے۔ کیا واسطہ انگے ایک شہر ہے اس شہر کا ناؤں سگ سار، توبہ استغفار۔ دل کوں واں بہوت اکراہ لاحول ولا قوت الا باللہ۔ ایک دیو ہے پادشاہ دو سیاہ گمراہ بدکار، اس کا ناؤں رقیب نابرخوردار دل آزار، پلشٹ مردار، ہیچ کارا، بے بہرا۔ فرد:۔

عشق کے دروازے پر سب کس کوں سر دھرنا پڑتا ہے
جو عشق فرمائے اپنے اختیار ہو کر نا پڑتا ہے

ولے عشق بادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ کے ہات میں ہے اس کا اختیار، عشق پادشاہ کوں اس جنس کا آدمی بی ہے درکار۔ بادشاہاں نیں اچھتے پر کم، پادشاہاں کنے جنس جنس کا اچھتا آدم۔ عشق بادشاہ کے فرمان تلے رقیب سر دھرے، جکچھ عشق بادشاہ فرمائے سو رقیب کرے۔ دلربا شہر دیدار کا نگہبان، اغیار کوں واں نیں دیتا آن۔ ہرگز کس تی نیں ڈرتا، جکوئی آتا اسے منع کرتا، اس کے ڈرتی نظر بھر کنے نا پاوے، اندازکس کا جو کوئی واں آوے۔ جکوئی آتا سی

سوں جھگڑتا، کتا ہو کر لڑ لڑ پڑتا۔ جہاں ایسا آدمی اچھے نت، کتا رکھنے کی وہاں کیا حاجت۔ نہ بھلے تی ڈرے گا نہ برے تی ڈرے گا، ایک رقیب ہزار کتے کا کام کرے گا۔ بیت:۔

باغ میں مالی کیوں کسے چھوڑے
بن رضا آئے تو کمر توڑے

توں اگر اس شہر سگسار تی، اس بے اعتبار ٹھار تی؛ خلاصی پاوے گا، ہور خدا لے جاوے گا۔ یاد اچھو وہاں میرا ایک بھائی ہے، ایک مائی جائی ہے۔ قامت اس کا نام، استقامت اس کا کام، دلربا شہر دیدار میں اس کا مقام۔ قبول صورت، مدن مورت، بلند بالا، بھوت ہیچ آلا۔ دن کوں لگے، جیو کوں ٹھگے، سد چھینے، بد چھینے، فراق کوں سلگاوے، اشتیاق کوں آنگے لاوے۔ بے تابی کوں پالے، آرام کوں جالے، قرار کوں بے قرار کرے، انتظار کوں پیار کرے۔ صبوری کوں لوٹ لیوے، اضطراب کوں قوت دیوے۔ بیت:۔

یو دنیا میں حسن نیں یک بلا ہے
کہ عالم اس بلا پر مبتلا ہے

قامت نیں وہ ایک آفت ہے، عاشقاں کے دلاں کا ضیافت ہے۔ اس قامت کوں، اس قیامت کوں تیری سفارش خاطر ایک کتابت لکھ دیتا ہوں۔ میرا ناؤں لے، یو کتابت اس کے ہاتھ دے۔ البتہ تجھ سوں کچھ محبت دھرے گا، مروت کرے گا، تجھے کام آئے گا، وہاں کے روش سمجائے گا۔ فرد:۔

ایکس پر مہر دھرنا خوب ہے کچھ
مروت کس سوں کرنا خوب ہے کچھ

جس وقت توں وہاں تی بھی قدم انگے رکھے گا اے یار، تجھ پر لتی لئی

قصے گھڑیں گے اس ٹھار - فرد :-

نفا ہے تیو پنچہ جفا بھی اسے سفر میانے
خدا کسے نہ لے جاوے برے شہر میانے

القصہ جوں ہمت نے نظر کوں اس پرُ ہنر کوں، اس بے بخیل نظر کوں، اس آب حیات کا نشان دیا، خاطر نشان کیا - نظر ہمت کنے رضا منگ کر، امنگ کر بھوت محبت سوں، بھوت مروت سوں، چکور ہو کر، شرم حضور ہو کر بھی مشرق کے اُدھر رخ کیا، توکل کے ہات میں ہات دیا - نظر کوں پکڑیا اچاٹ، بھی اپے اور اپنی باٹ - کتیک دیس چلتے چلتے، تلملتے تلملتے اپنے دل کوں تقوا دیا، سمجھایا - ایک دیس اس بیت المال اس شہر سگسار میں، اس پلشٹ ٹھار میں، باٹ وہیچ کتی لاعلاج ہو آیا - رقیب پادشاہ کے لوکاں، اس روسیاہ کے لوکاں دیکھے کہ یو آدمی اس شہر میں نوا آیا ہے، پا لیتی ہے جاسوس ہے، بھیدی ہے چور ہے آیا اس شہر کا کیا مایا ہے - بیت :-

پرائے شہر میں ہر گز خدا کسے نہ لے جائے
اگر ہزار بھلا ہے بی اس کوں کون پتیائے

دل میں سب یوں جانے، اس کا مایا پانے - پکڑ کر جکڑ کر رقیب پادشاہ روسیاہ بد کردار کنے کتے جنے مل کر لیائے، احوال اس کا سب سمجائے - رقیب نے روسیاہ نے بے نصیب نے بولیا توں کہاں کا ہے، اس جاگا توں کیوں آیا، اس شہر کی باٹ تو کیوں پایا، تجھے کون دکھلایا - نظر عاقل تھا سمجیا کہ یو طرفہ وقت ہے، کام بھوت سخت ہے - یہاں عقل نا بسرنا، اندیشں کر کچھ کام کرنا - بیت :-

عقل اچھنا وقت اوپر خدا کا کچھ کرم ہونا
اگر فولاد ہے تو بی ضرورت کوں نرم ہونا

رقیب روسیاہ کوں، اس گمراہ کوں، خواہی نخواہی، وقت میں قصور تھا۔
سلام کر کچھ کلام کر چپ نہیں رہیا، کیا کہ میں حکیم ہوں بھوت معتبر ہوں، سب حکمت تی باخبر ہوں، سرتی پاؤں لگ علم ہوں ہنر ہوں، بے جان کوں دیوں گا جان، شاگرد ہے میرا افلاطون ارسطو، بو علی، ہور لقمان۔ دنیا میں عقل کچھ بی جو دھرتا سو وو چہ خوب، مجلس میں سمجھ کر بات کرتا سو وو چہ خوب۔ نیں جانتا ہوں کیا تھا خدا کا بھایا، جو مجھے اس ملک میں لایا۔ اگر حکمت پر میں دھیان دھروں گا، تو ماٹی کوں سنا کروں گا۔ گر کسی کوں سنا بھاتا ہے، تو مجھے راس کرنے آتا ہے۔ بغیر پٹ بغیر آس، پیتل کوں کر دکھلاؤں گا سُنے تی خاص۔ رقیب بے نصیب، بے روش بے ترتیب، سنے کا طالب تھا۔ اشتیاق بھوت غالب تھا۔ بولیا کہ الحمدللہ یو توں نیں آیا ہے، الحق کہ یہاں تجے خدا لیایا ہے حکمت کے علم میں نادر ایسا۔ بھوت دیساں پھریں مجھے ملیا تجھ جیسا۔ بیت:۔

خدا سنبھالے بری ہے طمع کی دشواری

جہاں بھوت طمع بھوت ہے وہاں خواری

بارے رقیب بے نصیب کا طمع تی سنیا گیا تھا چکلیا، نظر کے حضور موں میں تی یوں نکلیا۔ کہ تیرے باتاں سن میں رہا ہوں آس آکر، اتال جوں توں کہا تیوں سنا راس کر۔ بیت:۔

سنے کا چٹ برا ہے آدمی کوں

کہ غم کرتا ہے سب بے غمی کوں

نظر جواب دیا کہ اس سنے کی ترکیب کوں کچھ کچھ داروں کا سوپ درکار ہے، معدن اس داروں کا دلربا شہر دیدار ہے، ہور گلشن رخسار ہے۔ رقیب بد بخت بے نصیب بولیا اگر سنا راس کرنا میسر ہے، تحقیق اکسیر ہے تو بہتر ہے۔

دلربا شہر دیدار ہور گلشن رخسار نزدیک بلکہ نزدیک تر ہے، خدا قادر ہے جو کچھ تو منگتا ہے سو سب حاضر ہے۔ ہمیں تمیں مل کر جائیں، جو کچھ مستیدی ہونا شہر دیدار تی لیائیں۔ انے بی کہا خوب، انے بی کہا خوب، انے بی کہا بھوت خوب، مطلب پر آیا مطلوب۔ بیت:-

زباں یک تھی دونو کا دل جدا تھا
سمجتا حال ان کا سو خدا تھا

رقیب بدبخت، گمراہ دل سخت، ہور نظر دل کا دولت خواہ دونوں مل کر، ایک دل کر، دلربا شہر دیدار کے اودھر چلے، دل میں کوڑ کپٹ موں پر دونو بھلے۔

اگر کوئی مرد ہے یا استری ہے!
دنیا میں سب دغا بازی بھری ہے

القصہ وو رقیب ناپاک، یو نظر سینا چاک، اس مصفا دلکشا قامت کے بستان میں ایسے نادر مکان میں، بارے دونو آئے، دیدیاں کوں دورتی شہر دیدار کا تماشہ دیکھلائے۔ بیت:-

خدا امداد دیتا اس کوں جس کی ہے ہمت عالی
عجب ہے اس وقت اس آدمی کی خوشحالی

قامت جو نظر کوں رقیب کے سنگات دیکھا، چوری سوں اس کے احوال کی بات پوچھیا۔ فرد:-

چھپے کچھ رمز ہور نزدیک اغیار
انجھی سوں بات کرنا عاقل اس ٹھار

نظر اپنا قصہ قامت کوں بولیا، ہمت نے مکتوب لکھیا تھا سو قامت

کے آنگے کھولیا - قامت اس مکتوب کا مضمون خاطر لیایا، بھوت محظوظ ہوا، بہوت خوشی میں آیا - قامت کوں یک غلام تھا، سیم ساق اس کا نام تھا - اسے بولیا کہ نظر کوں کدھر تو بی پنہاں کر، جیو دان کر، مشکل اس کا آسان کر کہ رقیب جتنا دھونڈے تو بی اسے کیں نا پاوے، رقیب کے ہات میں نظر پھر نا جاوے - رقیب کے ہات تی نظر دیکھیا ہے بھوت جفا، ہمنا تی اسے یو چہ نفا - بیت:-

مرد وو جو اسم اپنا اچا وے
کہ جوں تیوں کچھ کسی کے کام آوے

قامت تی، خوبی کی علامت تی، یو بات سن سیم ساق غلام نے، دل کے آرام نے، نظر کوں فرش فرح بخش کے آمرے چھپایا، جیکوئی نہ پاوے اس کا مایا - فرد:-

خدا نہ روزی کرے کس کوں بند دندی کا
خبر خدا چہ لیوے اس بچارے بندی کا

رقیب دیکھتا ہے جو نظر نیں، جدھر ڈھونڈتا ہے بی کدھر نیں - کہیا سنا راس کرتے سو دھتیارے ہیں، ایسے دھتیاریاں کوں تو چہ لوکاں مارے ہیں - دنیا میں کون سنا راس کرتا، ہمیں عبث کئے تھے سنے کی آس اتا - سنا یوں ہوتا تو سب کوئی کرتے، یوں کی لوکاں بھوک مرتے - نرجیوں کوں جیو دینا ہور سنا راس کرنا، جاں ایسی بات ہوئے واں بھوت ڈرنا - خدا کا عالم ہے نا تو نا کہا جائے، ولے ہمیں تو اس طلب تی بھوت ادب پاتے - نظر آخر گیا اپنے تو ہم نیں رہیا، دغا دیا، دغا باز تھا دغا بازی کیا - اس کا مکر اسے نہ تھا فام، انے تو کیا اپنا کام - فرد:-

رقیب بند کیا تھا سو بارے بندتی ٹٹیا ✽ ہوا خلاص بچارا یو اس کے بندتی چھٹیا

رقیب گمراہ، روسیاہ، حیران، پریشان، سرگرداں، فکر میں پڑ گیا، عقل تی گمریا، آخر کچھ تدبیر نیں دسی لاعلاج ناخوش ہو کر اپنے شہر ادھر پھریا۔ فرد:-

امید سٹ کو رقیب آج نا امید ہوا

خدا کیا جو نظر پر نظر۔ تو بھید ہوا

نظر رقیب کے ہات تی خلاصی پایا، خوش ہو کر بھی قامت کنے آیا۔ دل کا مدعا کھولیا، بولیا۔ کہ تیری ہمت تی، تیری دولت تی رقیب کی محنت تی آسودا ہوا، تیری مہر، تیری مروت کا مجھے آزمودا ہوا۔ توں مج پر لئی شفقت لئی پیار کیا مج پر توں لئی اپکار کیا۔ یو کام کرنے توں نچہ سکے، خدا تجھے سلامت رکھے۔ جمجھے لگیا ہے شہر دیدار کا خیال، رضا دے اتال۔ بھوت ضرور ہے یو کام، یو ضرور میرا خدا چہ کوں قام۔ قامت کہا اے واللہ، بسم اللہ، بہ صحت و سلامت خدا تجھے تیری مراد کوں اپڑائے، جکچھ توں منگتا سو خدا تی پاوے۔ بیت:-

دنیا میں مل کر بچھڑنا یو بھوت مشکل ہے!

لگیا ہے دل ستی دل مل رہینچہ پر دل ہے

بھوت استقامت سوں، نظر قامت سوں، وداع ہو کر، تسلیم کر کر، سر پر ہات دھر کر، اپنے ٹھارتے ہلیا، چلیا۔ سو دیکھنے اس شہر دیدار کوں اس رنگ بھرے گلزار کوں، اس لطافت کے لالہ زار کوں، اس نوے روپ کے نو بہار کوں۔ لذت سب محبت ہور پیار میں ہے، جسے سوادکتے دیدار میں یں ہے۔ بیت:-

جکوئی عاشق ہے اس کوں ہوا بلا دیدار

کیا دلاں کوں بچاریاں کے بتلا دیدار

القصہ بارے ہزار مشقت سوں، ہزار محنت سوں، شہر دیدار کوں آیا،

نظر کا جیو بہوت خوشی پایا۔ اس شہر دیارمیں دیکھیا رخسار عجائب گلزار، مگر نوی بہشت پیدا کیا ہے پروردگار۔ جھاڑاں ڈالیاں سب پھولاں سوں بار، پھولاں سب نادر سب اچنبا سب اوتار۔ بیت:۔

صفت اس باغ کی گر کوئی سناوے
عجب کیا رشک جو جنت کوں آوے

مقبول وہاں ہر پھول پھلتا، پاتیں پات جیو بہلتا۔ عاشق دیکھ وہاں جیو کھونا، ہر پھول میں لاک طلسم لاک ٹونا۔ رنگ اس کا کرے انکھیاں سوں ہم آغوشی، باس اس کی تمام وارد کیے بے ہوشی۔ طوبیٰ سوں دعوا کرتی ہر جھاڑ کی ڈالی، اس نادر پھولاں سوں بھریا ہے چمن کیں نیں خالی۔ عاشق ہوا سو سمجھیا یو مانا، جنے یو پھول دیکھیا سو ہوا دیوانا۔ عاقلی پڑی، دیوانگی کھڑی، ہشیاری اتری، مستی چڑی۔ کیا لطافت کیا ناز کیا چھب، جنے یہ تماشے دیکھیا انے بھی رہا عجب عجب۔ کمر کوں دیکھیا کہ بال تی باریک، دیکھتے وقت نظر ہوتی تاریک۔

نظر حیرت تی یاں گم ہو کو جاوے
کمر دستی چہ نیں کیوں باٹ پاوے

کوٹھی میں کیوں پکڑے بچارا، جادھر دیکھے ادھر باڑ بارا۔ نظر کوں ایسے جاگا پر تی گذرنا بہوت مشکل ہوا، نظر حیران پریشان فکر مند بے دل ہوا۔ بیت:۔

نظر کوں ٹھار نیں کس ٹھار جاوے
وقت مشکل خدا کچھ کام آوے

نظر خوار آوارا، کچھ نیں دستا چارا، عاجز ہوا بچارا۔ قضا یوں ہوا خدا کا رضا یوں ہوا۔ جو دیس میں حسن نار، اوتار، خوش دیدار، خوش گفتار، خوش رفتار، دیریاں کا سنگار، دل کا آدھار، پھول ڈالی تی خوب لٹکتی، چلنے میں

ہنس کوں ہٹ کتی۔ راویں تے میٹھی بولے بات، آوازتی قمری کوں کرے شہ مات، کنول کے پھول کے پھنکڑیاں جیسے ہات۔ چمن میں پھول شرم حضور، لاج تی آسمان پر چھپے چاند سور۔ مست ہتی تی مغرور، ماتی بھاتی، کسے خاطر نیں لیاتی۔ بال جانو کالے ناگ، گال جانو عشق کی آگ۔ بیت:۔

یو موہن دھن عجائب موہنی ہے

سورج اس کے درس کا درسنی ہے

جوبن الماس تی گھڑے، اودھر یاقوت تے اعلیٰ نیٹ۔ اس کیاں انکھیاں جانو لالے، جانو شراب کے پیالے۔ دانتاں دیکھ موتی کے دانے، گھر گھر پھرتے دیوانے۔ بیت:۔

عجب پری ہے سو اس پر جو ہور عاشق ہوے

مسیح دیکھ کے گم ہوے سور عاشق ہوے

سواس دلربا نار کوں، دیدیاں کے سنگھار کوں، چتر چوسار کوں ایک سہیلی تھی، بھوت چھبیلی تھی، رات رنگیلی تھی۔ ناؤں اس کا لٹ، سانولی نیٹ۔ رنگ کوں کالی، گھنگروالی۔ قامت کے گلزار کا، ہور شہر دیدار کا تماشا دیکھتی تھی، جابجا دیکھتی تھی، آب و ہوا دیکھتی تھی۔ تماشے سوں جیو لائی تھی۔ آسائش پائی تھی، سو وقت دھوپ کی گرمی تھی، اپنی نرمی تھی، کمر کے چھاؤں تلے آتی تھی۔ آپس میں یکایک نظر پر اس کی نظر پڑی، بیٹھی تھی سو بچک کر اٹھ کھڑی۔ بیت:۔

آشنا آشنا کوں جانیا نیں

آشنائی کوں کوئی پچھانیا نیں

نظر کوں پوچھی تو کون کدھرتی آیا، اس باغ کی خبر تو کیوں پایا۔ تیرا خاطر نیں جمع، تجھ میں بھوت دستی طمع۔ پریشان سا دستا، حیراں سا دستا، کچھ

گنوالیا تیوں دستا، کسی کی چوری کیا تیوں دستا۔ دونوں حیران دونوں سرگرداں،
سکتے نیں ہیں اکیس کوں ایک پچھان۔ نظر کی ماں تھی ہندوستانی، سیاہ پیشانی،
باپ تھا ترکستانی۔ لٹ سوں لٹ پٹ ہو کر، یار نپٹ ہو کر، آشنائی و ہم شہری
کا اظہار کیا۔ جیب لگا کر بالیں بال، بولیا اس کنے سب احوال۔ بیت:۔

مہر عاجز پہ ہر کسے آتی!

کہ خدا کوں بی عاجزی بھاتی

کہ یاں لگ آکر یوں پڑیا ہوں، کیا کروں تدبیر نہیں اڑیا ہوں۔ یو
پُل صراط کی بات ہے، بھوت یاں آٹا آٹ ہے۔ اتا کچھ مجہ پر کھڑیا، ولے ایسا
مشکل مجھے کیں نیں پڑیا۔ لٹ کوں اس کی پریشانگی پر، اس کی حیرانگی پر، اس
کی سرگردانگی پر مہر آئی، اسے گلے لائی، کہی اے بھائی۔ خدا ہے کچھ غم نکو
کر، خوش اچہ خدا کوں نکو بسر، تقوا کم نکو کر۔ یو بول بول لٹ بھوت لنبی بھوت
بڑی، وہاں تی پیچاں کھاتے کھاتے کمر پر چڑی۔ وہاں تی دو چار تار سٹ
نظر کوں کمر پر لیائی، کہی اتال تیری خوشی کدھر جاتا ادھر جا بھائی۔ نظر لٹ
کوں بھوت بھلی کر جانیا، بھوت اس کا اپکار مانیا۔ ہمت منگیا، رخصت
منگیا۔ لٹ نے پیار سوں لٹ میں تی چٹ کاڑ کر تھوڑے دی بال، کیں تجے
کام کچھ مشکل پڑے تو یو آگ پر جال۔ میں حاضر ہوں گی اس ٹھار، بیلاڑ کام
کرنہار پروردگار۔ فرد:۔

خدا کا کھیل کچھ سب تی جدا ہے

جسے کوئی نیں مدد اس کوں خدا ہے

ڈر نکو، اس وقت ہمت بسر نکو۔ لٹ سوں وداع ہو کر نظر وہاں
تی شہر دیدار کے ادھر، چلنے سر کوں قدم کیا، خوش ہوا ہور غم کم کیا۔ بارے

نیگچ شہر دیدار میں، رخسار کے گلزار میں، عجائب نادر بہار میں آیا، آسودہ ہوا راحت پایا۔ انکھیاں نرگس زلف سنبل رخسار لالا، قد پھول کی ڈالی دہن غنچہ سو بال کالا بالا۔ جوڑا طاؤس گلا قمری بچن میں طوطی دکے، تو دے، تل بھونرا چال کبک ادھر علین شکر خورے۔ گلے میں چاروں طرف گوہراں جانو میٹھے پانی کے لڑیاں۔ جدھر دیکھتا ہے ادھر خوشی ہور انند، جدھر دیکھتا ہے ادھر ناز ہور پھند۔ بیت:۔

نظر اپنی مراد کوں اپڑا | تھا یو بیداد داد کوں اپڑا

لیکا یک وہاں کتیک جلبشی بچے نظر کے نظر پڑے، بچے کچے نظر کے نظر پڑے۔ جلنے اتنے بھوت سہانے، جانو تل کے دانے۔ باتاں بولتے اپنچ سن میں، چھالی ایسی جلیسی جن میں۔ اتنے، وے سب فلتنے۔ ہر ایک تیز تند، جانو شراب کا بند چنگیاں تی گرم، ہم دل جلیں ہم چرم۔ صورت اس تل کا، جانو قطرا زہر ہلاہل کا۔ بیت:۔

تل نہیں ہیں حسن کے دیدے ہیں
جیو لینے کوں بھوت سیدے ہیں

نظر پوچھیا کہ تمیں کون ہیں کیا نام دھرتے ہیں، کیا کام کرتے ہیں، انو بولے کہ حسن نار، عالم کے دلاں کا ادھار، دلربا شوخ چشم دل شکار، جبس ہور زنگبار تی ابھوت پیار تی، منگائے تھے۔ سو ایک تل دھرتی ہے تل اپنے پر بھوت دل دھرتی ہے۔ وو تل آفت ہے بلا ہے، عاشقاں کے دلاں میں اس کا غلبلا ہے۔ سار ٹونے میں وو ایک، جیو کا جھونٹے مار دل کا چور یا ایک۔ عاشقاں پر کرتا ظلم، سب عاشقاں ہوتے یہاں حیران ہور گم۔ جس عاشق کو انے ماریا وو عاشق نہ کیں داد منگیا نہ کیں پکاریا۔ بھوت چھبیلا لڑا ہٹیلا۔ ہمیں سب

اس کی غلاماں ہیں، عاشقاں کے دلاں کے داماں ہیں۔ اس باغ کی نگہبانی کرتے
ہیں پھنے چمن پانی دیتے پھرتے ہیں۔ جھاڑ پات پھل یہاں کا ہے ہمارے جو ہے
یو پھل جھاڑاں سب پانی دے دے ہمیں پالے۔ بیت:۔

دو آشنا یو بچھڑ کر ہوتے سو بے گانے
یکس سوں ایک مل یکس کوں ایک نیں جانے

دے نظر کوں ایک بھائی تھا بھوت خوش قام، غمزا اس کا نام۔ نہن پن
تیج جدا پڑیا تھا، ایسا کچھ قصا کھڑیا تھا۔ آخر حسن کی خدمت اسے روزی ہوئی
فیروزی ہوئی۔ بیت:۔

جکوئی کام کوں چاہتا ہے کام پر اچھنا!
دے دو کام ہوے لگ بھی بھوت ڈراچھنا

القصہ قضارا یوں ہوا جس وقت کہ نظر رخسار کے گلزار کا نظارا کرتا تھا،
دل پارا پارا کرتا تھا، خدا کیا کرے گا کر استخارا کرتا تھا۔ غمزا نرگس زار میں، اس
عشویاں کے گلزار میں مست پھرتا تھا، دے شور دھرتا تھا، سب ٹھار نظر کرتا
تھا۔ نظر کوں نظر سوں دیکھیا غمزا نیں پچھانیا، کوئی بے گانہ ہے کر جانیا۔ ہڑبڑا
اٹھیا، اپنا لہو آپی گھٹیا۔ ہور لھوا اس پر اچایا، کہ تو کون ہے کیوں اس باغ میں آیا!
غمزا مست، غصے سوں ہمدست، نظر کوں مارنے خاطر نظر کی انکھیاں باندیا۔ تن پر کے کپڑے اتاریا،
منگتا تھا کہ مارے دے نیں ماریا کچھ دل میں بچاریا۔ نہن پن میں نظر ہور غمزے کی ماں نے کچھ،
فکر کی تھی، دونوں کوں دو لعل دی، بازو کوں باندنے، ہور محبت سوں ناندنے۔ دنیا کوں
کیا پتیانا ہے، کہ ایک وقت ہے زمانہ ہے۔ کچھ ہوئے تو ایکس کوں ایک پچھانے،
ایکس کوں ایک جانے۔ غمزے نے نظر کے بازو کا دو لعل پچھانیا جانیا کہ یو تو
اپنا بھائی ہے اپس میں ہور اس میں کیا جدائی ہے۔ بھوت رویا گلے لایا، بھوت

عذر خواہی کیا ۔ بیت :۔

جکوئی بچھڑے پچھیں نہیں ملنے پاتا ہے
خدا ملانے کوں منگتا تو یوں ملاتا ہے

بولیا یو قصا کسے تھا خام، خدا کے ایسے ہیں کام ۔ بھوت عزت سوں، بھوت حرمت سوں، غمزے نے نظر کوں اپنے گھر لے کر گیا دلاسا دیا ہور تواضع کرنا تھا تیوں تواضع کیا ۔ القصہ حسن نار نے، گلعذار نے، انکھیاں کے سنگار نے، دل کے ادھار نے سنی کہ غمزے کا بھائی جو نہن پن تی بچھڑیا تھا سو ملیا، غمزے کے دل کا غنچہ جوں پھول کھلیا ۔ بیت :۔

جکوئی طالب ہے اس کوں طلب اپڑتا ہے
طلب میں ثابت ہوتا ہے تو سب اپڑتا ہے

حسن نار چتر چوسار، صاحب صورت صاحب دیدار، دسرے دیس غمزے کوں بلائی، کہی میں سنی ہوں کہ بھوت دیساں بچھڑیا تھا سو ملیا ہے تیرا بھائی ۔ کیا نام دھرتا ہے، کیا کام کرتا ہے ۔ غمزا بولیا کہ میرے بھائی کا ناؤں نظر، عجب مرد ہے باخبر ۔ بولی کہ کیا ہنر جانتا ہے، بولیا کہ لعل مانک ہیرے رتن خوب پچھانتا ہے ۔ بیت :۔

خوبی اچھتی ہے خوب کے سنگات
خوب ادمی کتے ہیں خوب پچھ بات

حسن ناؤں دل پرور دلدار، جو کے آدھار پاس بڑے مول کا بھوت تول کا، عجب ایک جوہر تھا، کہ کسی بادشاہ کے خزانے میں ویسا جوہر نہ تھا ۔ کہ جو پڑتا اس جوہر کا جھلک، روشن ہوتے ساتوں فلک ۔ بولی کہ مرے دل میں بھوت دیساں تی یو تھا، خبر لیتی تھی جا بجا، کہ کوئی مرد خاص پیدا ہوئے، جوہر

شناس پیدا ہوے، کہ جوہر کوں جانے، جوہر کی قدر کو پچھانے۔ بیت

آدمی کوں آدمی کی طلب گر آئے
آدمی جیسا منگے وو دیا پائے

بارے الحمد للہ ایسا جوہر شناس آدمی آیا، خدا نے اسے یہاں لایا۔ یو بات ہوئے پچھیں غمزے نے نظر کوں دسرے دیس حسن کے حضور لایا، نظر آیا، نظر کا رویش حسن کوں بھوت بھایا۔ نظر کی نظر حسن پر پڑی، حسن کی نظر نظر پر پڑی۔ سلام علیک علیک السلام، جیوں دنیا کا رویش تھا تیوں چلیا دنیا کام۔ بیت:۔

چتر تھا گیا بیگ مجلس کوں فام
یہ بھا کر لینا دل چتر کا ہے کام

حسن دھن، من موہن، جگ جیون، جس علم کی جوں جوں پوچھی بات، نظر تیوں ایک ایک بات کوں کہا سو سو دھات۔ چھبیلی نار، رنگیلی سحر کار، وو بات سن ہوئی شہ مات۔ حسن دھن خوش طبع خوش فام، جیو ہور دل کا آرام۔ بات تی دکھیا کا دکھ جاوے، موں دیکھتے دل میں خوشی آوے۔ خزانے دار کوں بلائی فرمائی کہ وو سنگ خوش رنگ تراشی صورت ہے، من مورت ہے جا، بیگ لے کر آ۔ خزانے دار بی بیگ دھایا، جو صورت حسن دھن من موہن منگی سو لے کر آیا دکھلایا۔ نظر کی جو اس صورت پر نظر پڑی، حیران ہوا عقل گر پڑی۔ بیت:۔

یو گوہر دیکھ کر گوہر پچھانیا
جو اس گوہر میں جوہر تھا سو جانیا

کہیا من ہرن مورت، یو آشنائی کی صورت، مجھے بھوت بھائی، وے

یو صورت یہاں کیوں آئی۔ یو پاک صورت، اوتار صورت، مغرب ہور شام کے پادشاہ کی ہے، عالم تمام کے بادشاہ کی ہے۔ یو اس کی صورت ہے جس کی صاجی سب پر چلے، یو اس کی صورت ہے جس کے حکم تی زمین آسمان ہلے۔ صورت بھوت عاقل، اس صورت کے صاحب کا ناؤں دل۔ بیت :۔

صفت دل کی کیا لئی حسن کے پاس
لگایا دل کی آخر حسن کوں آس

نظر جاگا جاگا کے پردے کھولیا، چھپیاں چھپیاں باتاں بولیا۔ حسن یو سواد بھریاں باتاں سن، یو کھریاں باتاں سن، کچھ فکر دل پر لیائی، دل پگھلائی۔ عاشق ہوئی، دل پرتی اڑ گئی دوتی۔ بیت :۔

حسن پر دل بھلیا دل حسن اوپر
پڑیا اب کام مشکل حسن اوپر

دل پر عشق چھایا، ناز نیاز پر آیا۔ حسن کوں دل کا لگیا دھیان، دل حسن کا ہو پران۔ حسن کا فکر ہوا دل، حسن پر وقت کام ہوا مشکل۔

غزل گفتن حسن از فراق دل :۔

غزل

سہیلی یار بچھڑیا ہے مجھے وو یار یاد آتا!
بسر نہیں سکتی ٹک تل میانے دو سو بار یاد آتا!
جہاں میں دیکھتی ہوں وہاں مجھے اس کا رچ موں دستا
وہی بستا ہے دل میں وو جو بھار ہے بھار یاد آتا
مرے یو دیدے نادیا سے کدھیں ٹک دیکھیں گے دیدار
مجھے دیدار روے آٹک مجھے دیدار یاد آتا!

مری انکھیاں میں پھرتا ہے ترے مکھ کا خیال آکر
ترے رنگ روپ پر بھوے ترا رخسار یاد آتا
کھڑے قد کی بلا لیونگی نظر بھر دیکھونگی جب دیس
ترے نیناں ترے سیناں ترا گفتار یاد آتا
سٹی ہوں سدھ میں اپنی کہاں بُدھ ہے مجھ میں
نہ مجھ خوشبوئی خوش لگتی نہ مجھ سنگار یاد آتا
ترے دیدار کا میں دھیان دل میانے پکڑ رہی ہوں
نہ مجھ کوں پھول خوش لگتا نہ مجھ گلزار یاد آتا

کھانا نیں بھاتا، پانی نیں بھاتا، دل کی خاطر حسن کا جیو جاتا۔ بیت:۔

حسن پر اندھارا ہوا سب جہاں
حسن پر پڑا ٹوٹ کر آسماں

عشق کے پھاندے سنپڑی، بات انچہ سن اس حال کوں اپڑی۔ گمان جو اسے تھا سخت، پانوں سوں پڑنے کا آیا وقت۔ بارے حسن دھن، جیو کا جیون عجائب رتن، گل رو غنچہ دہن، نظر کوں خلوت کر گھر میں بلائی، نزدیک بسلائی۔ عشق سوں سینا جالی، انکھیاں میں تی انجھو ڈھالی۔ القصہ حسن دھن موہن جگ جیون دل کھولی، دل پر جو عاشق ہوتی تھی سو نظر کنے سب اپنا احوال بولی۔ سمجھائی کہ اے بھائی جیوں توں دل کی صفت کر مجھے دل پر عاشق کیا ہے تیوں چہ اتال اس کے ملنے کی بی فکر کر خدا تجھے فرصت دیا ہے۔ مجھے دل پر عاشق کرنے تجھے آتا، دل کوں مجھ پر عاشق کیا تو تیرا کیا جاتا۔ بیت:۔

جو دل کا یار اچھے کوئی توکنوں میں بات لے دل کی
کہ آسانی کچھ اندیشے کر م کر میرے مشکل کی

جکوئی چتر ہے جکوئی جان ہے سو تجے پہچانتا ہے، توں یوں کیا سو وون بی کرنے جانتا ہے۔ تو بچہ ہے مجھے دل کو ملانے کا ضمان، تو بچہ ہے میرے ہور دل کے میلانے میان۔ اتنا کیا سو تو بچہ ہے، یو کام سب تجھ سو بچہ ہے۔ محبوب خوب نیں کہیں ایسے دنیا منے، سورج چاند دو تو مل اس تارے کوں جنے۔ نظر بولیا کہ اے حسن وھن، جگ جیون، من ہرن، من موہن، محبوبی کی روشنائی، نازاں کی صفائی، جیواں کی پیاری، دلاں کوں آرام دین ہاری۔ دیدے مشتاق تیرے دیدار کے، عاشقاں امیدوار تیرے پیار کے، یو ہور کچھ نیں دل ہے، دل ہات لینا بھوت مشکل ہے۔ دل بادشاہ دل آپ بھاتا، دل سوں دل بغیر دل ملے ہات نیں آتا۔ بیت ؎

کرے کوئی دل کو کیوں اپنا سینے میں چھپے یو دل ہے
تجے آسان دستا ہے مجھے یو بھوت مشکل ہے

بارے اے من موہن تو جو کہتی ہے کہ میں دل پر عاشق ہوئی ہوں مجے دل سوں ملا، میرا دل غنچہ ہوا ہے پھول کر کھلا۔ اے بن کی پری، اے نادر سندری۔ اے دنیا کے مرگ کی اپچھری، اے گنونتی گن بھری۔ توں دل لائی ہے۔ تجے بھوت بڑی ہوس آئی ہے۔ توں حسن تجے دل سوں دل لانا سہاتا ہے، دل کوں بھی حسن بھوت بھاتا ہے۔ ولے میں کیوں تجے دل سوں ملاؤں، میں دل کوں کیوں تیرے کنے لیاؤں، میں تجے کیوں دکھلاؤں۔ یکایک کیوں لیایا جاتا ہے، کیوں ملایا جاتا ہے۔ بیت

میرے کہنے تی آتا ہے جو میں لیاؤں
وو دل کیا اپنی بھاتا ہے جو میں لیاؤں

دل کوں تیرے کنے لیانا ہے، سو خون جگر کھانا ہے، یک پادشاہی کوں اُٹھانا ہے، یک پادشاہی میں خلل بھانا ہے۔ کچھ عقل، کچھ تدبیر، کچھ ہنر کرنا ہے،

عالم عالم کوں زیر و زبر کرتا ہے۔ مہر کا خطر ہے، جیو کا ڈر ہے۔ عقل پادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ حقیقت آگاہ، جو دل بادشاہ صاحب سپاہ کا باپ اُنے دل پادشاہ کوں تن کے کوٹ میں اسیر کیا ہے کیں نا جاوے کر تدبیر کیا ہے۔ نہ کدھر جان دیتا، نہ کدھر آن دیتا۔ کہ دل عاشق ہے، جان ہے، کیا جانے کیا کرے گا کر دل میں گمان۔ دل کوں تو اس باب جفا ہے۔ وے بڑے جو کچھ کرتے ہیں اس میں بہت نفا ہے۔ فرد:-

جو کوئی بند میا نے کس کے سنپڑے

خدا بن حال کوں کون اس کے انپڑے

اس باپ کے حکم میں گرفتار ہے، اپنے بھاتے میں نہیں، بے اختیار ہے۔ دل ہزار ہزار جاگا پھرتے تلملتا، وے وو باپ ہے کیا کرے گا باپ سوں کچھ نہیں چلتا۔ ماباپ مجازی خدا انو کے حکم سوں کیوں ہونا جدا۔ انو دنیا میں لے آتے، انو پرورش کئے، انو بڈھائے۔ انو سوں بے ادبی کیوں کریا جائے۔ دلے اے نار اس ٹھار بھی ایک بات ہے، وو تیر یچ ساتھ ہے۔ اس درد کا دارو سو تو نچہ ہے، اس دریا کا اتار و سو تو نچہ ہے۔ اس زخم کے مرہم کا مایا تیرے پاس ہے، اس داغ کے ریش کا پھایا تیرے پاس ہے۔ اس بیمار کوں شفا تج تے آتا ہے، یو نقصان نفا تج تے پاتا ہے۔ اس امیدوار کی اُمید توں برلیانا، اس غم کیش کوں خوشی توں دکھلانا۔ مجے یو فام ہوتا ہے کہ توں ٹک کرم کرتی ہے تو سب کام ہوتا ہے۔ کیا واسطہ کہ آج برساں ہوئے ہیں، قرنا گذرے ہیں جو دل کوں آب حیات کی پیاس لگی ہے، پیاس پکڑیا ہے، محبت راسک راس پکڑیا ہے، بہت آس لگی ہے۔ اُس آب حیات کی خاطر بہت حیران ہے، پریشان ہے، سرگردان ہے۔ نشان پوچھتا ٹھار یں ٹھار۔ کوئی نیں ہے اس آب حیات کا نشان دینہار۔ جو کوئی غم میں سپڑ کر

اسیر ہوتا ہے، خدا چہ اس وقت آ دستگیر ہوتا ہے۔ اگر کوئی توں نزدیک کا آدمی دیوے گی میرے سنگھات، ہور و جیوں آب حیات کاں ہے سو بولے گی بات۔ تو میں جا کر، سمجھا کر، دل کوں تل میں رام کروں گا، تیری خاطر یو کام کروں گا۔ تیرا بی کام ہوتا ہے، اسے بی آرام ہوتا ہے، میرا بی نام ہوتا ہے

کسے ہے عقل ایتی ہور کسے ہے ایتا فام

بہوت عقل سوں کیا ہے نظر یو دل کا کام

حسن دھن، من موہن، جگ جیون، ایک غلام دھرتی تھی کہ غلام ایک پل میں مشرق ہور مغرب میں پھر آوے۔ آسمان زمین عرش و کرسی کی خبر لیا دے۔ بیگی میں بہوت مشہور، باد اس کی شرم حضور۔ صورت نویسی کے کام میں تمام خیال اس کا نام۔ چتر چہ سارا حسن کا آئینہ دار۔ ہر ایک کام میں اس کا آر تھا، تعریف تی کچھ پیلا ڑ تھا۔ بیت:۔

دل کوں کوئی جا کو بیگ بولو بات

دل ملیا ہے اتال آب حیات

بارے حسن دھن، من موہن کنے ایک یاقوت کی انگشتری تھی، اوس آب حیات کے چشمے پر مہر کری تھی۔ حسن ہور نے، انکھیاں کے نور نے، دل کوں بلانے خاطر وو انگشتری دی خیال ہور نظر کے ہات، اپنے جیو کی جو کچھ تھی سو بولی بات۔ کہ آب حیات کا یہ مہر نشان ہے لے کر جاؤ، دکھلاؤ ہور دل کوں مجھ لگ جیوں تیوں لے کر آؤ۔ کہ وہ طالب ہے، آب حیات کا اشتیاق اسے غالب ہے۔ آب حیات کی یو بات سن بہوت آرام پاوے گا، البتہ البتہ آوے گا۔ بیت:۔

حسن یوں منگتی ہے جو دل کوں بھلائے

دل بھولا بھالیا سو کیوں نا آئے

خیال ہور نظر حسن کنے تی رضا لے کر، دعا دے کر، تن کے شہر کوں چلے، دونوں عاشق، دونوں چلے۔ کتیک دیساں کو چلتے چلتے تن کے شہر میں آئے۔ دل پادشاہ، صاحب سپاہ ظل اللہ کا دیدار پائے۔ نظر یو خوش خبر لیا، تسلیم کر گذریا۔ سو قصا بیان کیا، حال حقیقت جو کچھ تھا سو سب عیاں کیا۔ فرد۔

دل خوشی بیانے آج بہوت آیا

دل نے مقصود آپنے پایا

دل نظر کوں اپنا ہم راز کیا، بہوت سرفراز کیا۔ ہزار ہزار شاباشی دیا گلے لایا۔ کہیا کہ مرداں جو ہیں سو ہمت کرتے ہیں، جیوں بولتے تیوں پنچ کرتے ہیں۔ ہمت دھرے تو یوں دھرنا، کچھ کام کرے تو یوں کرنا۔ فرد۔

خبر معشوق کا جو کوئی لیاوے

وو بی معشوق آدھا کیوں نہ بھاوے

دل رو رو کر، ہنس ہنس کر، یو چہ بات پوچھیا، کتیک وقت لگ پونچہ پھیر پھیر کر یو چہ بات پوچھیا۔ اس کا بس ہوئے تو سارا دیس ساری رات، پوچھتا اچھے یو بات۔ جیتا نقل کہے کھول کھول، دل کہے کیوں کیوں پھر ا بول پھیر ا بول۔ عاشق کنے جو معشوق کے موں کی بات آتی ہے، وو ایک بات لاکھاں پاتی ہے، اس کی لذت کیا کہوں کہی نہیں جاتی ہے۔ من ذاق عرف یعنی چاکھی سو جانے، نہیں چاکھیا سو کیا پہچانے۔ نظر سوں اس دھات بول، یو بات بول، حسن دھن، من موہن، محبوبی کا گلشن، جگ جیون نے خیال کوں، اس خبر وہندہ وصال کوں، انگے بلایا بہت خاطر داشتی کیا، بہت سمجھایا، تقوا دیا۔ آخر خیال ہور نظر دونوں مل کر، یک دل کر، وو یاقوت کی انگشتری کا نشان کہ اس پری نے، ان جو رتی حالی استری نے، ان گنونتی گن بھری نے دی تھی سو وہی کے ہاتھ میں دتے، خدمت

اپنا مجرا کئے - دل وو انگوٹھی دیکھ چوم چاٹ سر چڑپایا کہیا بارے کام یہاں لگ آیا، ہیں آتاں اپنی اُمید پایا - یو باتاں ہوتے پچھیں، یو حکایتاں ہوئے پچھیں، نظر نے صاحب ہنر نے، جیو کے جگر نے، خوش خبر نے بولیا کہ اے دل بادشاہ، صاحب سپاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، حقیقت آگاہ اپنی مشقت اپنی محنت میں اس خاطر کیا کہ توں پچھانے، توں مجھے مانے، میرا تھا سو میں کیا اتال تیرا توں جانے۔ آصف نے ایسا کام سلیمان کی خاطر نہیں کیا بلقیس کے باب، تو صاحب تھا، اس عشق میں بڑی بے تابی دیکھ میں ایس پر قبول کیا یو عذاب۔ اے دل بادشاہ، عالم پناہ، توں جس کی خاطر تلملیا، ہیں تجھے دیکھ جلیا، توں اتھا بے تاب، بے دل، بے آرام، ہیں نفر تھا مجھے آسودگی ہوئی حرام - ساری پادشاہی تھی دلے یو کام کوئی قبول نئیں کیا میں قدم آنگے رکھیا، جیو پر ہوڑ کھیلیا، میں یو کام اپنے سر کیا۔ مرد وو جہاں سب ڈرتے وہاں نہ ڈرے، مرد وو جو کوئی نہ کر سکے سو کرے۔

دل بادشاہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ نے بولیا کہ اے نظر، اے پُر ہنر، جو کچھ بولتا ہے سو خوب بولتا ہے، بھوت خوب بولتا ہے، دل کی کھڑکیاں کھولتا ہے - یو سچ ہے، جوں توں کتا تو سچ ہے - میں بی جانتا ہوں، نفر کوں پچھانتا ہوں۔ جیوں تیرا منگتا ہے دل - وو سچ تیری مراد ہو رہینگی حاصل۔ توں دانشمند دانا، دور اندیش، بھوت راست ہے، مال کیا تج تے ریاست ہے۔

بارے القصہ نظر نے حسن کی دیا تھا خوش خبر، دل کا دل تازہ ہوا بلکہ تازہ تر - دل کی دل میں بھری تھی آس، اس یاقوت کی انگشتری تی آنے لگی آب حیات کی باس - دل کے دل میں جیو آیا، خیال کوں نزدیک بلایا - پوچھا کہ توں کیا کام کرتا ہے، کیا ہنر دھرتا ہے؟ بیت

اے یار آدمی آئے اگر یار پاس تی ! پھر پھر کے بات اس سوں کرے عاشق آس تی

وو بات بھوت سواد بھری، جو بات وو نار کری، جیوں جیوں سنتی تیوں تیوں بھاتی، جیو میں ہزار ہزار خوشی لیاتی۔ معشوق کنے کا جو آدمی آتا، وو بھوت بھاتا، اس پر بی بھوت پیار آتا۔ معشوق بول بھیجے سو باتاں دل کا دلاسا ہے، یو باتاں پھر پھر پوچھتا، پھر پھر سنتا عاشق کا فعل خاصا ہے۔ جہاں جیو لگتا، وہاں ان باتاں تی جیو نہیں بھگتا۔ بارے خیال بولیا کہ میں نقاش ہوں صورت نویسی میں میرا نانوں ہے، چتر ہوں چتر چترتا میرا کام ہے۔ ایسا چتر چتروں جو دیکھے سد نار ہے، جو کوئی دیکھے سو شاباش شاباش کہے۔ بیت:-

خوش خیال نے ایس کے ہنر کی صفت کیا!
عاقل اتھا تو جیو بھلا نے یو گت کیا!

دل کہیا کیا چتر نا سو چتر، دیکھیں تیرا ہنر۔ خیال خوش حال ہو کر ہات میں لے قلم، اسی دم، من موہن کی صورت، جگ جیون کی صورت۔ حسن دھن کی صورت لکھ کر دکھلایا، دل دیکھتیچ اس حسن کی عجائب صورت پر، من ہر مورت پر، عاشق ہوا وو نقش بھایا۔ اُس نقش کوں جیو لایا، سد کھویا، بد کھویا، آہ نالے بھرنے لگیا، دیوانی دیوانی چالے کرنے لگیا۔ عقل سٹیا ہیچ ہوا، کچھ تھا سو کچھ ہوا طاقت گئی صبوری نہ رہی، بے خواب ہوا، بے تاب ہوا۔ عاشق میں اپنی دوری، عاشق میں کاں کی صبوری۔ نس دن کہے حسن حسن، لو بچہ لگی تھی اس کوں دھن۔ بیت:-

بہت بے تاب ہے دل، دل منے کچھ تاب نیں اُبریا
جگر میں لہو کہاں کا لہو کی جا گا آب نیں اُبریا

بارے آخر خیال ہور نظر سوں بچار کر دل شہر دیدار کا عزم کیا، عزم جزم کیا۔ اس وقت دل پاس یک وزیر تھا وہم اس کا نام، دو ہم اس کا کام، بر ہم اس کا قام۔ فرد:-

نزیک دل کے تو دل کا مراد سب آیا
یو دل کے کام منے وہم آخلل بھایا

ان نے سنیا کہ دل اتاں جاتا ہے، آپ دل بھاتا ہے۔ ایسا اندیشا اندیشا اپی مارتا اپنے پانوں پر تیشا۔ خیال ہور نظر کی بات کوں لگے گا، تو کیا ہمارے ہات کوں لگے گا۔ بھوتیچ پڑیا ہے اضطراب، آخر ملک سب کرے گا خراب۔ پروا نہیں کرتا تاج ہور تخت کا، کیا جانے کیا لکھا ہے بخت کا۔ بیگ بیگ عقل بادشاہ، عالم پناہ، ظل اللہ، صاحب سپاہ، کنے جاکر جیو لا کراں چیرنے ان حرام خورنے چاڑی کھایا۔ پچھاڑی کھایا، انکھیاں میں پانی لیایا، سب کھول کر کہا مایا۔ کہ نظر جو تن کے شہر میں تی تائب ہو گیا تھا، غائب ہو گیا تھا، کیا جانے کاں رہیا تھا، سو اتاں آیا ہے، فتنہ اچایا ہے۔ عشق پادشاہ، عالم پناہ کی بادشاہی میں تی یک گھر گھالو دغاباز خیال ناحم نقاش کوں سنگھات لیایا ہے۔ یو دونو جنے مل کر منگتے ہیں جو دل کوں دیدار کے شہر کے ادھر لے جاویں۔ اس بھرے شہر میں کچھ فتنہ اچاویں، تن کے ملک کوں خراب کریں، ایک بلا لیاویں۔ لشکر سب بے خبر، کون جانتا ہے کس میں کیا ہے مکر۔ مبادا کیں کی بلا آوے، یو ملک ہمارے ہات تی جاوے۔ اس بات کوں نکو تاخیر کرو، بیگیچ اس کی تدبیر کرو۔ جو کرنا ہے سو کر آج۔ کچھ بھلا برا ہوا تو پچھیں کیا علاج۔ نئیں تو وہی مرہٹی مثلا ہوتا۔ بھوت جھیلا جھیل جھیلا، بیل کی لاہکی نہ ہوں، پاکیلاہ ہور فارسی میں بھی یو لیا ہے سمجھایا ہے مرد (مصرع) کہ علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ ایسیاں تی بہتیاں کا گھر گیا، زر گیا، نہ نانوں نہ نشان رہیا۔ اگر کچھ دل میں برائی لیاوے تو کیا عجب، ہمارے لوگاں کو ہاتے تی پھراوے تو کیا عجب۔ جو کوئی اس مکر سوں جاکر اس مکر سوں پھر آوے گا دو کیا ایسے کاماں تی پچھیں جاوے گا۔ میں کتا ہوں تجھے، توں تو عقل ہے

دے مجھے یوں دستا کہ آخر کچھ خلل ہے۔ یو نظر کا آنا جانا۔ یو خیال کوں سنگات لیانا، یوں دل کوں پھسلانا، ہور یو زمانہ۔ خدا خیر کرے، کسی سوں نہ بیر کرے۔ مجھے کچھ دھرکت نیں دستا، کچھ گت نیں دستا۔ میری فکر میں یو درست نہیں آتا، مجھے نہیں بھاتا۔ میرے بول بہت تتے، وے دانایاں کے دل میں رہتے۔ باقی سب ٹکڑے کے کتے۔ جو صاحب کہے تو ہوے صاحب ہوے صاحب کتے خوش آمدی کا یک بد، اے عقل بادشاہ میری بات جان پہچان کہ عشق بادشاہ آخر تجھ سوں لڑے گا، تجھ میں ہور عشق میں کچھ قصہ کھڑے گا، کام مشکل پڑے گا۔ تو راجوٹ کر عشق سوں صلح کیا ہے، عشق نے تجھے بھاگ بھروسا دیا ہے۔ قول و قرار ہے کر کتا ہے، ہمارے تمارے میانی میاں پروردگار ہے کر کتا ہے۔ اپنی محبت، اپنی ہمت دکھلایا ہے، بہت اخلاص میں آیا ہے۔

القصہ عشق پادشاہ سوں صلح صلاح کئے ہیں کرنے غم نا اچھنا، ہر چند بھاگ بھروسا کئے ہیں کر بے غم نا اچھنا، اپلے اپنی جاگا کم نا اچھنا، بہت ہشیار اچھنا، ورہم نا اچھنا۔ تیرے پاس بی صبر و شکیب طاقت و قرار، آرام راحت، نشاط، آسودگی، فراغت، آسائش، خوش دلی، خوشی خرمی، عیش و عشرت، بہجت، شادمانی، بے غمی بہت خوب وزیراں ہیں، صاحب ہمت، صاحب دانش، صاحب رائے، صاحب شمشیر، صاحب تدبیراں ہیں۔ اینو کا دل ہات سے، اینو کی سوں کی بات لے۔ اینو سوں قول قرار اچھ، اینو کوں یک وقت کر کے یاد اچھ جو تیرے دل میں ہے اس پر ایس کوں اختیار کر اچھ۔ عشق پادشاہ بہت ہے زورآور، تیرا عالم کچھ ہور۔ ہوتا ہے تقدیر کا کرنا، وے ہر تدبیر نا بسرنا۔ جیتے دنیا میں آئے، انو میں دو جنیاں نے حیفی کھائے۔ جنے جان کر غفلت میں پڑیا کچھ نیں کیا، جنے اچہ کر نیں کھایا کسے کچھ نیں دیا۔

القصہ زور آور سوں لگیا ہے کام۔ اتال یہاں بہت ہونا عقل بہت ہونا نام زور آور کوں زور سوں ناہنکارنا، زور آور کوں ہنر سوں مارنا۔ آپاپچ تی کچھ سمجھ کر، اپنا لشکر سج کر کیا ہوا جو پانچ لاک جوڑے، کام کے لوگاں بہت تھوڑے توں عقل پادشاہ، توں صاحب سپاہ، تجے واجب ہے چن چن کر خوب لوگاں ملانا، ایک جاگا کا نہیں بل پچھیا تو یک جاگا کا دھندا اچانا۔ دشمن تی مکھ ناموڑنا، لھو اہات، کانا چھوڑنا۔ لھوے تیچ پادشاہی آئی، انگے بھی لھواچ کرے گا رہنمائی، نہیں لوکاں کے ہات تی کیوں ہووے گا بڑا کام، توں عقل پادشاہ یو تجے بہتر ہے فام، تجی روشن ہے تمام۔ القصہ اگر تج میں کچھ زور اچھے گا تو عشق تجہ سوں صلح پر ہووے گا راضی، وگرنہ زور تجہ میں نا اچھ سی تو عشق البتہ تجہ پر کرے گا دست درازی، ہشیار ہوے تو کچھ کا کچھ ہووے گا اتا لیچہ تی کر کچھ کارسازی۔ تو پادشاہ، تو عالم پناہ، تو ظل اللہ، تو صاحب سپاہ۔ عشق پادشاہ بھوت مست بھوت زبردست۔ مست کوں پتیا کر اچھنا عقل کا کام نہیں، بھروسا اس پر بھا کر اچھنا عقل کا کام نہیں۔ ہر روز خوشی کر ہور اپنا لشکر سج، سمجھ باز دھونک ہور بادل ہو کر گرج، ہر دو کوں رج ہور رج۔ یو بات نکو لسر، جتنا سکے گا اتنا اپنا لشکر درست کر۔ جس لھوے تی بڑائی پائیے، اس لھوے کوں لسر یا کیوں جائے۔ لھوے تی یو ملک یو راج آیا، لھوے تی یو تخت یو تاج آیا۔ تو بھی عقل پادشاہ ہے، عالم پناہ ہے، صاحب سپاہ ہے۔ فرصت دھرتا ہے۔ جو کچھ کرنے منگتا ہے سو کرتا ہے۔ تیرا فہم، تیری دانش، تیری دانائی مشہور ہے، میں تیرا دولت خواہ ہوں کیا کروں مجھے یو بولنا ضرور ہے۔ اس جاگا چپ رہنا نمک حلالی تی دور ہے۔ بیت:۔

حرامش بود دولت پادشاہ　　　که هنگام فرصت ندارد نگاه

عقل پادشاہ عالم پناہ صاحب سپاہ نے یو سب سن وہم کوں گل لایا، وہم کا اندیشہ بہت بھایا۔ کیا شاباش وہم، تیرا بہت خوب ہے فہم۔ تیری فکر میرے خاطر آئی، تجھے ہم وزیری دینا ہم پیشوائی۔ اگر افلاطون اچھتا تو تیرے فہم کی داد دیتا، بلکہ خدمت کرتا، کچھ فیض لیتا، جانتا کہ خدا کے عالم میں ایسے بھی خرد مند کامل ہیں، صاحب ہمت صاحب دانش صاحب دل ہیں جوں فارسی میں کتا ہے فرد:۔

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

اے وہم، تجھ پر مجھے بہت آتا ہے رحم۔ دل نے تجھے نیں جانیا، تیری قدر نیں پچھانیا۔ توں بہت دور اندیش، تجھے ہم پادشاہ منگے ہم درویش۔ توں کیا یو بات کیا ہے، تمام کرامات کیا ہے۔ دانش منداں نے طاق بلند پہ ہاتھ رکھے، لوگاں نے اس کا ناؤں کرامات رکھے۔ دانایاں میں یو چلی ہے بات، العقل نصف الکرامات۔ وہم کیا سو باتاں بہوت خوب ہیں بہوت معقول ہیں کر دل میں لایا، فی الحال لشکر بھیج کر دل کوں ہور نظر کوں بند کرنے فرمایا۔ کہ ہمارے شہر میں آتے کیا منتا ہے، جو کچھ وہم کتا سو خوب کتا ہے۔ وہم کی باتاں کا اثر چڑیا، جو کچھ وہم کیا تھا سو اس کا ماں کے خیال میں پڑیا۔

بلند عقل دل کا اجالا، بہوت بچہ خوب بہوت آلا۔ یو بات سمجھایا، یہی قصہ کتے تھے سو آیا۔ کہ وو یاقوت کی انگشتری جو دل نے حسن دھن من موہن نی عاشق ہو لیا تھا، وو انگشتری کچہ مصلحت دیکھ نظر کوں دیا تھا۔ وے سناراں اس انگشتری کوں ایسے وقت گھڑے، کہ جو کوئی وو انگوٹی موں میں رکھے تو کسی کی نظر نا پڑے۔ ہور دسری خاصیت اس میں یو تھی کہ جو کوئی وو انگوٹی رکھے اپنے سنگھات

اس کی نظر تلے دسے چشمۂ آب حیات - نظر وو انگوٹی موں میں لے کر سب کی نظراں کوں دغا دے کر ہنستا کھیلتا اس عقل پادشاہ کے بند میں تی بھار آیا خیال کا وہاں چہ خیال لایا۔ بھی ہزار شوق سوں، ہزار ذوق سوں، دیکھنے اس حسن نار کوں، دیدیاں کے سنگھار کوں، دل کے آدھار کوں، شہر دیدار کوں، جانے اختیار ہوا، پانوں سار ہوا - نظر تھا طالب، طلب تی غالب، بگیچہ شہر دیدار میں، رخسار کے گلزار میں آیا، سیر کرتے کرتے دہن کا چشمہ ہور لبن کا چشمہ جسے الوج نبات کہتے ہیں، جسے آب حیات کہتے ہیں، سو اس رخسار کے گلزار میں پایا۔ نظر لالچی، لالچ بھریا، خام طبعی کریا، غلط قصد دھریا۔ اس شیریں چشمے تی آب حیات کا سواد دیکھے، ایک گھٹ پیوے - ہور لیوے بھی دنیا منے دائم جیوے - جیتا کوئی ڈھونڈے جیتا کوئی دھاوے، بختاں میں لکھیا سو پاوے۔ بارے جیوں آب حیات پینے کوں موں پساریا، اپنا ست اپنا پت سب ہاریا - چوری کیا تنا خوری کیا - قضا اس وقت یوں گھڑی کہ وو انگوٹی موں تی نکل اس آب حیات کے چشمے میں پڑی - فرد:-

امانت میں خیانت کیا ہے درکار
جو کوئی یوں ہوے اسے کیوں ہوے بھلی بار

دغا کھا کر بہت پچھتا کر، حیفی کھانے لگیا، دل پر کچھ کچھ لیانے لگیا لئی ترسیا لئی تپیا، آب حیات کا چشمہ نظر تلے تی چھپیا۔ نظر حیران ڈانواں ڈول، کسے کہے کھول موں میں تی بھار نیں نکلتا بول - فرد:-

گنوالیا چ توں اب کیا گما تے پچتاوے
یو بست وو نہیں جو گئی سو ہات پھر آوے

نظر ندھال، نظر کا یو حال، جو یکا یک رقیب کیں دیکھیا سو نظر کے لگیا

دنبال، پکڑیا، جکڑیا، آزار دیا، مار دیا، دند سار یا، جالیا۔ اپنے گھر لے جا کر بندی خانے میں گھالیا، کتیک دیس یو نچہ ٹالیا۔ نظر وہاں نیت بدلایا، یہاں اس کا اجر پایا۔ اس بات کا اس بات وہاں کا وہانچہ خدا نے دکھلایا۔ بہت دیکھیا خواری، بدنیتی کی تاثیر باری۔ خدا کوں نہیں ڈرتا، یکس کے مال پر کیوں نظر کرتا۔ پریشان و درہم، جدھر دیکھتا اُدھر اندیشہ ہور غم۔ کوئی دست گیر نہیں، کچھ تدبیر نہیں۔ یکایک یک رات، زلف نے جو اس دیس اپنے بالاں دیے تھے اس کے ہات، وقت پر یاد اچھو سو اس وقت وو وقت آیا، فی الحال یک دو بال لے کر بیگ بیگ آگ پر جالیا۔ تو کا تو یچہ دیکھتا ہے جو زلف حاضر ہو آئی، پوچھی کہ کیا حال ہے رے بھائی۔ کیا کیا پوچھیں گی میرا حال، میں کیا بولوں اتال۔ زلف کہی غم نکو کر، ہمت کم نکو کر۔ ہر ایک بلا ہے سو مردانچہ پر ہے، صاحب دردانچہ پر ہے۔ فرد:۔

ہمت دینا مرد نے عاجز ہو کر اڑے کوں
رکھنا نظر وقت پر ہر یک وقت پڑے کوں

القصہ بارے زلف نے دھرم کری، بہت کرم کری۔ بندی خانے میں تی، اُس بلا آشیانے میں تی، کچھ فند کر، دست بند کر، بھار کاڑی، اس رقیب کوں، اس بدبخت بدنصیب کوں، پچتاوے میں پاڑی۔ نظر کوں گلے لائی، رخسار کے گلزار ہور شہر دیدار کی باٹ دکھلائی۔ اِہی ایتال جا، اپنا مدعا پایا۔ بیت:۔

مروت بہت کی لٹ چوٹی کی جائی
بلاتی بھار کاڑی باٹ دکھلائی

نظر زلف سوں وداع ہو کر چلیا سو دیدار کے شہر میں آیا، حسن دھن کا، جگ جیون کا ملاقات پایا

دل کا حسن کے دل میں بہت انتظار تھا
دیدار دیکھنے کوں دل امیدوار تھا

گھڑی ایک آہ بھریا گھڑی اساس، گزریا تھا سو قصہ کہیا حسن چھند بھری ادتما استری پاس۔ حسن نار کوں، خوبی کے گلزار کوں، محبوبی کی نوبہار کوں حیرانگی لگی پریشانگی لگی۔ کہ میں جانتی تھی کہ دل جیوں تیوں آوے گا، بارے دیدار دکھلاوے گا، میرا دل دل تی آرام پاوے گا۔ یوں نہیں جانی تھی کہ یو قصہ یوں کھڑے گا، بھی ایسا وقت پڑے گا۔ ہر کوئی اپنی سمجھ پر گمان دھرتا، بندہ کچھ سمجتا خدا کچھ کرتا۔ غلبہ کیا اشتیاق، بھی قوت پکڑیا فراق۔ دل میں کچھ لیائی، اپنے غمزے کوں نزدیک بلائی، اپنے عشق کی جو بات تھی سو اسے سمجائی۔ فرد:۔

کرنے آسان اپنی مشکل کا!
راز غمزے سوں بولی سب دل کا

کہی اتال اس کا علاج یو ہے کہ توں ہور نظر دونو مل کر، ایک دل کر تن کے شہر کو جاؤ، ہور دل کوں کچھ تدبیر کر، تسخیر کر، کچھ فن کر، سحر ٹونا ٹامن کر جیوں تیوں مجھ لگ لیاؤ۔ فرد:۔

بار نا لگ سی دل کوں آنے کوں
غمزے کوں بھیجی ہے بلانے کوں

حسن دھن من موہن، جگ جیون کے فرمائے پر غمزہ ہور نظر دوگاں پھنے چھنے جلے بھلے بھنے اپنی سنگھات لے کر شہر دیدار تی تن کے شہر کے اُدھر رُخ دھرے، یوں چلے سو منزل کی ایک منزل کرے۔ دو نو چست دونوں چالاک، اروشن ضمیر دونو دل کے پاک۔ دونو چڑ بھڑے، اپنے کام میں بھوت کھرے۔ امار وایت یوں آئی ہے کہ نظر جس وقت عقل کے

منڈر میں تی بھار آیا تھا، عقل تو یچہ بھید پایا تھا۔ کہ نظر یہاں تی جو جاوے گا البتہ کچھ فتنہ اپجاوے گا، کام کبّں ہوئے گا، کچھ خلل ہوئے گا، بلا کچھ لیاوے گا۔ فرد۔

عاشق کی بات توڑنے کو اس میں ٹوٹ نہیں

عاشق کے دل اوپر جو گزرتا ہے جھوٹ نہیں

دل میں ریح کر، اویچہ تی بُجھ کر، لکھیا تھا اپنے سرحد کے سرداراں کوں، کہ چاروں طرف کے مستعد رکھو بہادراں کوں، اس نظر کوں اس نڈر کوں، اس ملک میں تی بھار جان نکو دیو، ہشیار اچھو خلل اپجان نکو دیو۔ بیت

اھر ہوتا سنبھال کر ایتا

جاتے کوں کوئی جتن رکھے کیتا

زہد وریا کا کوہ کر تھا ایک مقام، ہور زرق کا ایک بیٹا تھا تو یہ اس کا نام، اسے فرمایا تھا یوچہ کام۔ کہ نظر کوں سنبھال کہ سرحد تی بھار نہ جاوے، مبادا کیں کی بلا لیاوے۔ جوں عقل فرمایا تھا کاربار، دو بچہ سب اپنی جبا گا تھے ہشیار۔ بارے قضایوں ہوتا ہے جو غمزہ ہور نظر، دو تو بے خبر رات کی خماری سوں بہت باری سوں، مل کر اس ڈونگر تلیں آئے، اس ڈونگر تلیں ایک پھول باڑی تھی اس پھول باڑی میں کھڑے آسائش پائے۔ جاگا بہت سبھائی، رات کے جاگے تھے ٹک نیند آئی۔ بیت۔

غم میں عالم اچھے تو بی غم نیں!

نیند کہتے سو موت تی کم نیں!

القصہ کتیک وقت کوں سورج نے سر کاڑیا، آسمان کا پردا پھاڑیا۔ اجالا بینجریا ٹھار یں ٹھار، روشن ہوا سب سنسار۔ ابھوں دلیں چڑیا نہیں پاؤ گھڑی، جو صباح پڑی۔ اس قلعہ کے دیدبان نے دیکھیا، اُس بلا اس طوفان نے دیکھیا۔

کہ نظر نڈر بے جگر، سنگھات لشکر لے کر یہاں اُتریا ہے، حیران ہوا کہ میں نہیں سو یو کیا ہوا ہے۔

جاسوس کا ہے کام یہی جو خبر کہے
دیکھا ہے وہنچہ ایک ایک سر بسر کہے

بیگ بیگ توبہ کنے آ کر، سمجا کر نظر کوں، جیوں لشکر سوں ڈونگر تلے دیکھیا تھا تیوں کہیا، توبہ کوں اس وقت بہت غصہ آیا، چپ نہیں رہیا۔ عقل پادشاہ ظل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ کے فرمائے پر، خوبی خاطر لیائے پر، اپنے لشکر سوں، شان ہور فراست سوں، نظر ہور غمزہ پر جا کر پڑیا، نظر ہور غمزہ دونوں اپنے لوگاں سوں یکایک نیند میں تی ہر بھبڑتے اٹھے ہکا بکا ہوئے، لڑتے پڑتے اٹھے، اپنا لہو اپے گھٹے جھگڑا انو پرآ کر کھڑیا۔ نظر ہور غمزہ دونو مست دونو بی دلاور دونوں اپس تی توبہ کوں خوار کیے، مار کر استغفار کیے۔ گھڑی میں جھگڑا ہوا فسخ۔

بیت:۔

غمزہ ہے اپنی بات سنے توبہ چھوڑے گا
غمزہ ہزار توبہ کوں اک تل میں توڑے گا

توبہ کا لشکر نہاٹیا، توبہ کا سینہ پھاٹیا۔ توبہ کوں پکڑیا اُچاٹ، اتال نہاٹا نہاٹ، توبہ بارہ باٹ۔ بیت:۔

کتا غمزے کی کھاوے مار توبہ
بچارا کیا کرے اس ٹھار توبہ

توبہ کا کوٹ لوٹے توبہ کوں ننگا تے، توبہ کے سر پر ہزار ہزار بلایاں لیائے۔ توبہ کوں مشکل پڑیا سخت، توبہ کوں توبہ کرنے کا آیا وقت۔ توبہ پائمال ہوا، توبہ کا یو حال ہوا، پچھیں زرق کا جو وہاں صومعہ تھا اسے بھی توڑے، جھگڑا

بجیتے وو جاگا بھی چھوڑے۔ وہاں تی عافیت کے شہر کوں جانے انگے رکھے قدم، غمزہ ہور نظر اپنا لباس پھرا کر قلندری پکڑے رسم۔ باٹ سری، من میں امید بھری، عافیت کے شہر میں آ کر بات کیے، ناموس بادشاہ سوں، عالم پناہ سوں ظل اللہ سوں، صاحب سپاہ سوں ملاقات کیے۔ ناموس پادشاہ عاشق صفت تھا، صاحب ہمت تھا، گلیا تھا، تلملیا تھا، جلیا تھا۔ یو دو تو چور پایک، یو دو ٹونے وایک، یو دو نو حسن کے مدنایک۔ ناموس پادشاہ انو کوں دیکھتیچ مال ملک سب چھوڑیا، کچھ نہ لوڑیا۔ قلندر ہوا، سمندر ہوا۔ فقیر ہوا، بے تدبیر ہوا، اسیر ہوا، غمزے کے ہات میں سپڑیا، ناموس نے عشق میں ناموس گنوایا، لکھیا تھا سو انپڑیا۔ فرد:۔

جس ٹھار پہ سایہ سٹے مژگاں وہاں نشتر اُٹھے
غمزا ہے خنجر برہنہ جاں بیٹھے واں کچھ کر اُٹھے

ناموس کا یوں حال ہوا، ناموس پائمال ہوا۔ بعد ازاں نظر ہور غمزا شہر بدن کے اُدھر چلے، مقصود حاصل ہوئے، دو نو پھولے پھلے۔ وے جو شہر بدن کے نزدیک انپڑے، بھی اپنا لباس پھرائے بدلائے پھر کر پہنے کپڑے۔ غمزا شراب پیا اتھا کیفی، اپنے لشکر پہ پڑ پھونکیا دعائے سیفی۔ اس دعا میں تھا بہت اثر، ہرناں کی صورت پکڑیا سب لشکر۔ فرد:۔

دیکھیا جو کوئی غمزے کوں وہ مبتلا ہوا
غمزے نے جو شراب پیا تھا بلا ہوا

القصہ کہ جس وقت تو یہ غمزے کے لشکر تی شکست کھایا، سو بدن کے شہر کے اُدھر روانہ ہو کر عقل کنے آیا، تسلیم کیا خدمت بجا لایا۔ غمزے تی جو کچھ بیدادی ہوئی تھی سو سب بیان کیا، عقل کوں پریشان کیا حیران کیا۔ عقل جیسا پادشاہ

عالم پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، غمزے کی یو بیدادی سن کر بہت بیگ دل کوں طلب کریا، جتنا سعی کرنا تھا اتنا سب کریا، دل کے ہات پاواں کے بنداں باندیا تھا سو کھولیا، غمزے کی بیدادی کا قصہ بولیا۔ فرد:۔

موں موچ کر سب چپ رہے فریاد نیں کرتا ہے کوئی
غمزہ بہت بیداد ہے یہاں داد نیں کرتا ہے کوئی

حسن کا لشکر ہے بہت بیداد، اس کی بات کوں وفا نہیں اس کا کام تمام ہے بے اعتماد، یہاں داد نہ فریاد۔ اگر ایساں کے حیلیاں پر توں مغرور ہوے گا، تو اپنے تخت اپنی شاہی تی دور ہوے گا۔ فرد:۔

جکوئی عاقل اچھے گا اپنی بالذات!
بریاں کی کیا سنے گا وو بری بات!

جنوں نے ایسے دغے کی باتاں پر بھروسا لیائے، انو آخر اپنی پادشاہی اپنا ملک گنوائے۔ یو غمازاں ہیں، یو دغا بازاں ہیں۔ انو سوں جیو لاگو، انو کوں پتیا نکو۔ پچتاوے گا، دغا کھاوے گا۔ اگر اتنے پر بھی تیرے دل پر آ تاچ ہے کہ شہر دیدار کوں جانا پنچ، ہور حسن دھن من موہن کا وصال پانا پنچ، اسے گلے لانا پنچ، تیری انکھیاں تلے اس کی محبوبی دستی، جتنی برائی اس کی تجھے خوبی دستی، جیوں تیوں بھی جانا پنچ منگتا ہے، مقصود اپنی پاپنچ منگتا ہے، تو یک بات میری سن، اس بات میں ہیں بہت گن۔ ہمارا لڑتا سو لشکر، دشمن پر پڑتا سو لشکر تن کے ملک میں تی اپنی سنگھات لے۔ ہور شہر دیدار کے اودھر ڈیرا دے۔ فرد:۔

برا کی سو براچ ہے اس تی ڈرناچ
عقل میں خوب دستا ہے سو کرناچ

یکیلے جانا بہت زیان ہے، عقل میں بہت نقصان ہے۔ حسن دھن

من موہن جگ۔ جیون پاس لشکر بہت ہے، عورت کی ذات میں حیلہ مکر اکثر بہت ہے۔ فرد۔

مکر سوں کوہ کوں توڑے کمر تی!

دغا عاقل بھی کھاتا ہے مکر تی!

اس عشق کے بہانے کیا ہوتا، کوئی کیا جانے کیا ہوتا۔ اگر تیرے پاس بھی لشکر اچھے تو خوب ہے، توں بھی ور زور ہو کر نڈر اچھے تو خوب ہے۔ اگر یکھاوے وقت، معاملہ ہوے سخت، تو توں بھی کچھ کام کرے، بارے اپنا نام کرے۔ ڈاواں ڈول نہ ہوئے، گھانگر گھول نہ ہوے۔ دل کوں یو بات بہت خوش آئی بہت بھائی۔ باپ کوں کیا اتال میں اختیار اپنا تیرے ہات دیا۔ جو کچھ توں کتا سو میں کیا۔ عاشق جانباز ہوں، جوں توں کتا ہے دونچہ راضی ہوں، جوں توں فرمایا ہے۔ تیوچہ جاتا ہوں، خدا کرتا ہے تو حسن سوں مل کر حسن کوں بھی پھاندے میں بھاتا ہوں۔ عاشق و وجہ معشوق کوں بھاوے، عاشق و وجہ معشوق کوں رجھاوے۔ جوں اپنے تلملتا تیوں اسے بھی تلملواوے۔ جوں اپے ترستا ہوں اسے بھی تپاوے۔ عاشق معشوق کوں بچھے تو خوب، معشوق بی عاشق خاطر تپے تو خوب۔ دو تو گدھن تی محبت اچھے تو محبت کی خوش حالی، دونوں ہاتھ ملتے بجتی ہے تالی۔ غزل گفتن دل در فراق حسن از عشق۔

غزل

اے ماہ شام ہوتی ہے سحر تجھ فراق تی!

کاں وصل دیکھوں جاوں کدھر تجھ فراق تی!

ہنستی ہے توں سکھیاں سوں سکی پھول ہوئے کر!

روتا ہوں میں سو خون جگر تجھ فراق تی!

تیرے ادھر کوں یاد کر اے نار من موہن
لڑ لڑتا ہوں اپنے ادھر تجھ فراق تی!
طاقت نہیں ہے مجھ میں تیری دوری اتال
یں مار کر لیوں گا خنجر تجھ فراق تی!
دکاں یہ لیاتے ہیں سو معلوم نیں مجھے
مجھ بے خبر کوں کاں ہے خبر تجھ فراق تی!
توں کیوں ملے گی مج کوں یو شکل بہت ہوا
بسلا لیا ہوں میں تو کر تجھ فراق تی!
بر آئیں گی امید کدھیں تو بھی وصل کی
گر جیو یو بچا سی سند تجھ فراق تی!

بیت :۔

لگیا چہ ساری دل پہ بہت لیا نے
کہ دل منگتا حسن کا دل بہلانے

ہمت کے ترنگ پر چڑیا، عاشق تھا اپنے کام کی شمع پر پروانہ ہو پڑیا۔ ہور عقل کا سپہ سالار، جس کے حوالے عقل کا سب گھر دار، صبر اس کا نام، شجاعت اس کا کام، لشکر آراستہ کرنے میں بہت اسے فام ولاور ہٹیلا رن کا رن کھام۔ بیت :۔

صبوری تی خدا راضی صبوری پر خدا بھلتا!
صبوری کیلی ہے جس تی کلف مقصود کا کھلتا

یارے دل صبر کوں بلا کر لشکر حاضر کرنے کا حکم دیا، لشکر اپنا سب دیکھیا لشکر کی گنتی لیا۔ ہمت کر ریا، سینے میں اُساس بھر یا۔ شہر دیدار کے باٹ میں

پاؤں کی جاگا سر دھریا۔ عقل دیکھیا کہ دل تو روانہ ہوا، میری بات اسے بہانہ ہوا بہت مہر و محبت سوں، اپنے ارکان دولت سوں، کچھ فکر کر، ذکر کر تین منزل انپڑ آتا آیا۔ دل کوں عقل سمجایا۔ ایسے میں سنگھات کے لوگاں کیں سد پائے، خبر لے کر آئے، کہ اس صحرا میں ہرناں بہوت ہیں ستھار، بارکیاں موٹاں ہویاں ہیں آشکار۔ بیت:۔

بلا تی یو بلا پیدا ہوتی ہے یہاں تو ٹک ڈرنا:۔ جہاں غمزہ کرے عشوے وہاں عاشق ڈنیا کہنا سلگے ہیں وے سلگے ایسے دس نہیں آتے، نظراں تلے دستے نہیں جھالاں جاتے۔

بیت:۔ لاگے لاگاں یو باؤ پر پینے :۔ عقل دل دونو کو دغا دینے

بارے پر چڑتے، پون پر اڑتے۔ یوں ہرن من ہرن، کون سکے انو کوں رام کرن۔ پھاندے میں پاڑیں گے وے پھاندے میں پڑسیں نا، دوسریاں کو سنپڑا دیں گے وے اپے سنپڑسیں نا۔ ہرن تو ہیں بھوت پچہ آلے، وے ہرناں ہیں ہیں آدمی کے چالے۔ جنگل میں رہتے، اتنا بچہ ہے جو بات نہیں کہتے۔ عجب ہے یو حیوان، سب آدمی کا دھرتے گیان۔ یا جنان نے ہرناں کا لئے لباس، اس بات کوں خوبی کرنا تفاس۔ ہرناں میں اتی تندی اتی چالاکی کہاں ہے، ہرناں میں اتی لطافت اتی پاکی کہاں ہے۔ دل بادشاہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، بات اس دھات سن بہت پکڑیا امس، اس ستھار شکار کھیلنے کی آئی ہوس۔ بیت:۔

دل عشق میں ہلاک ہوئی آہ بھرن سوں
منگتا شکار کھیلنے ٹونیاں کے ہرن سوں

اے نواں نوتی کا جوان، تیزی پر سوار ہو ہات میں لے تیر ہور کمان۔ ہرناں کے پچھیں گھوڑے کوں دیا تاؤ، یا باؤ پچھیں جانوں دوڑی باؤ۔ انو کیں ہرن لکتے، وو ہرناں تھتے۔ تھا غمزے کا حشم، انو کوں پکڑنے کون کر سکتا ہم، تو

کوں ایسے شکار کا کیا غم - بیت

ہرناں نے اپنا اکھ دکھالیائے ہیں دل کوں کشت میں
صیاد ہوا ہے صید یہاں کیا سحر ہے اس دشت میں

دل نزدیک آئے لگن ہرگز دور نہیں جاتے تھے، عقل ہور دل کوں انو کے لشکر کوں باٹے باٹ یو نچہ کھینچتے لیاتے تھے - دور گئے تو کھڑے رہ کر ایس کوں کھلاتے بہت نزدیک آئے پر نکل جاتے - غمزے کے لشکر کوں بھی غمزے کی عادت پڑی، ہر ہرن یک نازکی پھل بھری - ایک ہرن صد فنی، اس نازاں کوں غمزاں نے جنی - ایک غمزے پر عاشق اِتا خوش حال، جہاں غمزیاں کا لشکر اچھے وہاں عاشقاں کا کیا حال -

کاں کاں سنبھالے جیوں کوں عاشق بچارا کیا کری!
روں روں کوں دیدے لا لیا غمزیاں کے ہنکاں تی بھری!

یو عشق کا ہے گھاٹ، دل ایک باٹ عقل ایک باٹ - بارے عقل نے دیکھیا کہ دل کوں حسن کی محبت کا اثر چڑیا، اس من ہرن دنبال لگ یو تو بیابان میں پڑیا - بیت :-

دل کے میانے شوق بل پکڑیا!
دل دیوانہ ہوا جنگل پکڑیا!

عقل پادشاہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ رہیا تھکیا، عقل پادشاہ صاحب سپاہ کوں برا لگیا - بہوش آیا، خون جوش آیا - فرزند جگر گوشہ، ہردو جہاں کا توشہ - سینہ پھوڑیا کیوں جاتا ہے، فرزند کوں چھوڑیا کیوں جاتا ہے - فرزند اگلا دل جان تی، فرزند اگلا دل ایمان تی - مہر سوما باپ کی، باقی مہر پن باپ کی - دنیا میں سب ملیں گے یو تحقیق جان، نا مل سی سو ما باپ ہور سگے

بھائی ہور بھان۔ انو کی مہر ہے، سو طلسم ہے، سحر ہے۔

القصہ عقل پادشاہ اپنا لشکر جوڑیا، یوبھی ہرناں کے پچھیں لگیا شہر بدن کوں چھوڑیا۔ کام ہوا کدھر کا کدھرتی، عقل بھی پھاندے میں سنپڑیا دل کے ادھرتی۔ دل ہور عقل دونو ہوئے بیابانی، دونوں کوں لگی حیرانی سرگردانی۔ بارے نظر ہور غمزا جو دل پادشاہ عالم پناہ صاحب سپاہ کوں بلانے جاتے تھے، لیانے جاتے تھے، سو دل کوں پچھادھر آتا دیکھے، حسن دھن موہن جگ جیون خاطر تلملیا دیکھے کہے الحمد للہ کام پایا سرانجام، ایتاں فتح ہوا کام جس کی خاطر ہمیں جاتے تھے، سو وو پچہ انگے آیا، خاطر ہمار تسلی پایا۔ ایس میں اپنے فکر کرے ایکس کوں ایک عقل دینے کہ ہمیں تو بہ کوں شکست دے کر ناموس کوں نکاٹے، ہور عقل کوں بھی ڈرائے۔ جو دل کوں ایلیچہ بلاکر دلاسا دیا، جیوں دل کا مدعا تھا وو نچہ تدبیر کیا۔ عقل دل کوں آن دینا نہ تھا سو اپے تی اپنے لشکر سوں آتا ہے، عقل بھی بڑا پادشاہ ہے کیا جانے کیا فتوا اچاتا ہے۔ فرد:۔

نظر غمزا دو ٹھگ دونو دھتارے

اپس میں آپ مل کچھ بچارے

تاں فکر یو ہے جو ہمیں دل کے کنے نا جانا، عقل ہور دل ہمنا نا دیکھے تو نچہ ان دونوں کوں شہر دیدار کے نزدیک لیانا۔ کیا واسطہ کہ لشکر ہور حشم آتا ہے، دیکھنا خوشی آتی ہے یا غم آتا ہے۔ کام قضا کا ہے، معاملہ یک دضا کا ہے۔ ایک پادشاہ ایک بادشاہ کے ملک میں جاتا، کیا جانے کس کے جیو میں کیا آتا۔ عقل ہور دل کوں کتے، ان دونو نے یو متا متے۔ ٹونے کے شہر شور سوں، سحر ہور مکر کے زور سوں، عقل ہور دل کوں کہیں کا کہیں لیا پاڑے، ان دونوں زیناں نے ان دونو عاقلاں کوں تاڑے۔ بیت:۔

نظر ہور غمزے کے چالے بلالیائے
کہ دل ہور عقل دو نو ہل دغا کھائے

یو نچھ چیٹک لاتے لاتے، پھاندے میں بھاتے بھاتے، پھسلاتے پھسلاتے دیدار کے شہر لگن لائے اپنا کام فتح ہوا کر بہت خوشحالی پائے۔ ہزار ہزار انند سوں لاکھ لاکھ چھند سوں حسن دھن جگ جیون من موہن کنے گئے سلام کئے، گزریا سو قصہ بولے تمام کئے۔ سرخ رو ہو آئے بہت شاباشی پائے۔ حسن دھن من موہن جگ جیون نظر ہور غمزے کوں گلے لالئی، بی کچھ بخشش لی کچھ دئی۔ ہور فکر اپس میں کئے کہ عقل بھی بڑا پادشاہ ہے، بہتوں کا پناہ ہے۔ اپنے لشکر سوں نزدیک آیا ہے، کسی کوں پتیایا ہے۔ کون ہنستا کون روتا۔ خدا جانے کیا ہوتا۔ بیت :۔

جو کچھ ہے سو کتا نزدیک آنا
بڑیاں تی بات ہرگز نا چھپانا

اس مصلحت کا کام، اس وقت کا کام، یوں دیکھے کہ قصہ یوں ہے کہ باپ کوں خبردار کرنا ہوشیار کرنا کہ اس لشکر کوں دور کرنے کا کچھ علاج کرے کچھ کام ہوے اپنا رواج کرے۔ بیت :۔

عاشق جو کوئی ہوا اسے آرام نہیں ہے!
اپنے سجن کے کام بغیر کام نہیں ہے

مکتوب معقول مقبول جوں محبوب لکھ کر بھیجے باپ کنے، مضمون یوں تھا اس مکتوب منے۔ کہ نقاش خوب بے بدل، سب نقاشاں میں اوّل۔ میرا تھا یک غلام، مانی تی زیاست اس کے کام۔ خوش طبع بہوتیچ خوش فام، جس کے کام کوں دیکھتے دل کوں ہوے آرام، خیال اس کا نام۔ آج مدتیک ہے کہ

میرے پاس تی گیا ہے، عقل بادشاہ کے بند میں سینٹر رہیا ہے۔ عقل بادشاہ نہ اسے پانی نہ اسے کھان دیتا، نہ ادھر آن دیتا۔ اسے واں بہت خفا ہوا ہے، اس پر بہت جفا ہوا ہے۔ ہمیں اسے بلا بھیجے تو بہت غصہ کر، اپنے لشکر ہور حشم سوں آکر بہت غوغا کرتا ہے، فتنہ برپا کرتا ہے۔ فرد:-

جیتا حق بولے تو ہرگز کسے تاثیر نہیں ہوتا
دنیا کا کام مشکل ہے یو بے تدبیر نہیں ہوتا

منگتا ہے جو شہر دیدار کوں اس گل بھرے گلزار کوں لیوے، یاں کے متوطناں کوں آزار دیوے۔ عورت کی ذات، کچھ جھوٹ کچھ سچ ملا کر بولی بات۔ کہ اس کی تدبیر کچھ کرنا، یو بات نہ بسرنا۔ کام گیا ہات تی، پچھیں کیا فائدہ کس بات تی۔ نکتہ چلنی بہت کچھ خوب ہے، پیش بینی بہت کچھ خوب ہے۔ توں عشق ہے تجہ سوں عقل کیا کرنا، ولے عقل مکری ہے اس کے مکر تی بہت ڈرنا۔ توں مست وو ہشیار، دغا دیتے کیتی بار۔ جیتا کوئی قوت دھرے گا، دغے کوں کیا کرے گا۔

عشق بادشاہ ظل اللہ، صاحب سپاہ، عالم پناہ یو واقعہ سنیا، غصے تی سر دھنیا۔ بیت:-

غصہ چڑیا ہے عشق کوں اب عقل پر آئی بلا
کیا حال آخر ہوئے گا کیوں سوئے گا یو زلزلا

کہیا عقل کوں وجود کیا ہے جو ایسا کام کرے، اپس کوں رسوا ہمنا بدنام کرے۔ اگر عقل کوں اپس پر گمان اتنا ہے، تو میں بی عشق ہوں خدا ہے یو کام کتنا ہے۔ بیت:-

جلالت میں یو عشق آیا نہ ہوسی کم قہر ہرگز   عقل کے گاڑوڑتی تی یاد ترسی نانہ ہر ہرگز

عقل دیوانہ ہے جو عشق سوں کلاتا، عقل کوں عقل اچھتی تو عشق کا مایا پاتا، عقل کوں اِتی کاں ہے زیادہ سری جو عشق سوں کرے برابری۔ عشق سوں قوت کرنی عقل ہوتی دیوانی، ہتیاں انباریاں سوں ڈبتے بچی کتے مجھے کیتا پانی۔ عقل عشق سوں لڑنے آیا ہے، سو عقل گم کیا ہے، قطرے نے دریا سوں ہم کیا ہے۔ ذرّہ آفتاب سوں کیا کرے گا، آتش آب سوں کیا کرے گا۔ چمٹی کا سلیمان سوں کیا چلے گا، زمین کا آسمان سوں کیا چلے گا۔ فرد:۔

دوڑیا ہے دل پر عقل کے بادل ہو لشکر عشق کا
کس کس کوں جا کر مارتا کیا جانے خنجر عشق کا

بارے مہر نام، خوش خام، شیریں کلام، شجاعت میں تمام، نڈر بے جگر ہمیشہ مستعد اپنے کام پر، عشق کا یک سپہ سالار تھا، اپنے ٹھار بہت ہشیار تھا سب لشکر تی خبردار تھا اسے فرمایا کہ جفا، ہمت، درد، محنت، غم الم، قلاشی، زاری، بے نوائی، بدنامی، رسوائی، فراق، اشتیاق، زاری، خوں خواری، دشواری، افغان، زاری، آہ نالہ، مبتلائی، حسرت، سوزش، بلا، رنج، عتاب، آزار، عذاب، حیرانگی، پریشانگی، سرگردانگی، دیوانگی یو ندیم بڑے بڑے، سب حاضر کھڑے، انو کے جی کی بات لے، انوں کا دل ہات لے، انو کوں اپنے سنگھات لے بجان ایسے اچھیں وزیراں، وہاں کس کیاں کیا چلے گیاں تدبیراں۔ جو کوئی انو کا ناؤں سنتا سو ڈرتا، انو سوں کون لڑنے کوں دعوا کرتا۔ یو نام کے وزیر، بہت بڑے کاماں کے وزیر۔ ہور مشرق کے ادھر کا جیتا لشکر ہے باقی وزیر سردار جیتا تر ہے کارگر ہے یو سب یک۔ بادشاہ دیدار کے ادھرے جا، بارے عقل ہور دل کے لشکر سوں ٹک بھگڑا بجا۔ اس لشکر کوں بے جان کر بھاگ یکساں کر، دانا دان کر پریشان سرگردان کر، کہ دوسرا ایسے کام تی ڈرے۔ دوسری بار بھی کوئی

ایسے چالے نہ کرے۔

عشق لشکر رواں کیا سمت کا
وقت آیا ہے اب قیامت کا

مرد بے ہمت نا اچھنا، ہمت دھرنا، دشمن کوں اپس پر دلیر نا کرنا۔ جان ادب واں سب جتنا قاعدا اتنا فائدا، بے ادب بے تمیز، ادب دار سب کون عزیز۔ مہر سپہ سالار نے، مرد کار زار نے، جوں عشق پادشاہ، عالم پناہ ظل اللہ صاحب سپاہ نے فرمایا تھا، جیوں عشق کی خاطر میں آیا تھا، تیوں سب لشکر جمع کیا، سب ترجمع کیا، ایک تی ایک خوب ترجمع کیا۔ چاروں طرف صف باندے جیوں پولاد کی کاند، بسم اللہ کر ہمت دھر عقل ہور دل کے لشکر پر چلیا، جانو کوہ قاف کا ڈونگر ہلیا۔

دل نے کیا ہے کام یو اس عقل پر کیا بول ہے
دل کی ادھرتی عقل بی حیران ڈاواں ڈول ہے

عقل یو فوجاں، یو قہر کے دریا کی موجاں دیکھ اپنی جاگاتی ہلیا، تلملیا، ہیبت تی آپس میں آپے گلیا۔ فرد :۔

یو واقع عقل کوں آیا، سو اس دل کی اولالیاں تی
بلا ماباپ پر آتی ہے فرزنداں کی چالیاں تی

ناجان کر گمان کر ایسے کام میں پڑیا، اپے اپنی عقل سوں اپے اس دام میں پڑیا۔ عشق کا مایا نہیں پایا، ایسی عقل تی یہاں دغا کھایا۔ فتنہ جاگیا، جھگڑا لاگیا۔ بارے اول ایک دیس غمزا آکر عقل کے موں پر چڑیا، خوب دو دو ہات لڑیا، عقل کوں سنبھالتے مشکل پڑیا۔ دوسرے دیس قامت نے استقامت کیا، عقل کے لشکر میں قیامت کیا۔ تسرے دیس رات کوں زلف جاکر شب خون پڑی، کوتی

تھی سو ہوئی بڑی - بھوتاں کو پنچی، بھوتاں کوں بھنچی - ٹھار ٹھار ہیری، دھواں ہو کر گھیری، ناگ ہو کر چاروں طرف لڑی، بہت قائم ہو کر کھڑی - فرد:-

جو غمزا آتے لڑنے کوں عقل اس ٹھار کیا کرنا

اٹھے گا ہات کیوں اس ٹھار یہاں تروار کیا کرنا

دیسے ییں خوش ہوئی کی بات کہ دل کوں جلا نہاری تھی، دل کوں بہوت پیاری تھی، دل ییں ہور اس ییں یاری تھی، غم خواری تھی - دو ہوئی دل کے اُدھر دل کوں کبھی نکو ڈر - یو باڈکاں لگتے اسے کس کے زخم، زخم کا اسے کیا غم - اگر بارہ ہزار جنے ماریں گے، تو بی مارا ماریچ ہاریں گے - یو باڈ بارا، اس سوں کس کا کیا چارا - آڑے وقت دل کوں مدد آئی بارے سنبھالی، یاری کوں قرار رکھی، دل اپنا یک ٹھار رکھی - محبت کوں پالی اپنے آشنائی ہوئی کا م ہوا ہے مشکل، ایتاں ہمت چھوڑنے ییں کیا حاصل - مارنا یا مرنا، اپنا ناؤں کرنا - نہاٹے تو کیا آوے گا، نہاٹے تو کیا بانچنے پاوے گا - بختاں ییں لکھا سو کیا جاوے گا، یہاں ناٹے تو خدا کوں بھی بھاوے گا - جیو کوں کیتا ڈرنا، یو مردی کا وقت ہے کچھ بھی تو کرنا - جیو گیا تو کیا دے شرم نا جانا، نہ کہ جیو ہور شرم دونو گنوانا، یوں ہوا تو مرداں ییں مرد کیوں کہوانا، ہور لوگاں ییں بھی کیا موں دکھلانا - یو حضرتؐ کی حدیث ہے سن (من مات العزت فقد مات شہید قد قتل عند عزۃ فھو شہید) یعنی جو کوئی اپنی عزت خاطر مارا گیا سو شہید ہے، جو کوئی اپنی عزت خاطر اُتارا یا گیا سو شہید ہے - دل کہیا خوب کبھی لے سو بات راسک راس، اس وقت مجھے تیریچ ہے آس - ییں بھی دل ہوں بڑا ہوں، قائم ہو کر کھڑا ہوں - کیا کروں عشق ہور حسن کا لشکر قوی ہے، یو عشق کا کھورانیں ہاگاں کی گوری ہے - یہاں باگاں ہیں پھاڑیں گے، ہڈیاں

میں تی گد بھاڑیں لگے۔ یہاں تی اٹھنا، اپنا لہو اپے گھٹنا۔ یہاں مرد کوں مرن کا قصا ہے، یاں باگ او رہرن کا قصہ ہے۔ یہاں چھٹی کے انگے ہتیاں ہارئے اس جنگل کے کولیاں نے شیریاں کوں مارے۔ بنی ہور دنی جو ویسے تتے مست' دیساں کا لشکریاں کھایا شکست۔ میں بھی یہاں ہات جیو تے جھاڑیاں ہوں، ہمت کیا ہوں رن کھام گاڑیا ہوں۔ کوئے یاں ٹک کر ہمری کاٹنا نہیں پچھیتا، عاشق کو نھاٹنا نہیں پچھیتا۔ دل تو ہمت دھرتا، دیکھیں اتال خدا کیا کرتا۔ تا اللہ تو ہمت علی اللہ۔ جوں فارسی میں کہتا ہے استاد کہ " زدیم بر صف رندان ہرانچہ باداباد"۔ بارے دو سو باس جو دل کنے آئی تھی، دل سے دل لائی تھی' ان نے خوب دو چار حلے کری، بہت تی ہمت بھری، ہمت دھری۔ ہمت بڑائی فوجاں اچائی۔ عشق کے لشکر کوں حیران کری، پریشان کری، سرگردان کری۔ فرد:۔

لطوے تانڈاں کے ہاتاں میں ہیں دل تا مل جھگڑتا کیوں
کہ عقل ہور عشق سا جھگڑا ایکا یک یوں نبٹرتا کیوں

چوتھے دیس بھی یو جھگڑا آفتی نیٹ رہا۔ پرتھتیج تھا یو غوغا و ہیچ تھا۔ ایس میں اپے لڑتے تھے، جھگڑتے تھے۔ نہ یو نھاٹتے نہ دو نھاٹتے ایک کوں ایک ڈراتے ایک، کوں ایک ڈراتے۔ آٹا آٹ تھا، کاٹا کاٹ تھا۔ ڈاواں ڈول سب شہر تھا، یو کچھ خدا کا قہر تھا۔ حسن دھن من موہن جگ جیون لشکر تی ایسی خبر پائی، بہت حیفی کھائی، دل پر شکست لیائی۔ کہ آخر خوشی ہے یا غم، اس جھگڑے کا کیا عالم۔ یو جھگڑا کیوں آخر نبٹرتا ہے، کس پر کیا وقت پڑتا ہے۔ قضائے آسمانی، بلائے ناگہانی۔ فتح شکست خدا کے ہات، یہاں نہ کہی جائے بڑی بات۔ حیران ہوئے، اندیشوان ہوئے۔ آخر دو بن پر کی پری، آپس میں

اپے کچھ فکر کرکے، ہمت پر دل دھری۔ بیت:۔

ہر ایک کام اول اختیار کر کرنا

جکر کام کرتے اسے ٹک بچار کر کرنا

اپنے خاں کوں، عالم کے کال کوں، جگ کے جنجال کوں، اس نیک خواہ نمک بر حلال کوں بلائی، اس سوں مشورت لائی۔ فرد:۔

وو من ہر دل ربا او تار مورت

سواس کا بی بلا سوں کی مشورت

اُن خاں نے بولیا، عالم کے کال نے بولیا، جگ کے جنجال نے بولیا، حسن کا نمک حلال نے بولیا۔ کہ اے حسن و حسن من موہن جگ جیون کہ تجھے کوہ قاف کی پریاں میں ایک جھزادہے تجھ تی ہمیشہ اس کا دل شاد ہے۔ عالم اسے دیکھن کوں آرزو مند ہے، سرمست آزاد ہے۔ بہت دلاور بہت زور آور کسی تی نہ ڈرے، جاں جاوے وہاں فتح کرے۔ جیتا کوئی شجاعت میں پنوا تا، اس کے موں پر کون آتا۔ جکوئی میدان میں مرد ہو کر نکلتا، اس کے آنچ تی گلتا۔ جیتے مرد ہیں مرداں نے اندازہ نہیں اس کے انگے ہات ادچانے، تقوا کر کھڑے رہنے کسے تاب، سامنے آکر کون دے سکتا جواب۔ ہٹیلی ہٹ بھری جکچھ کہی سو کری۔ خوش شکل قبول صورت، من ہر مورت، روپ بھوتیچ آلا جاں بیٹھے وہاں پڑے اجالا۔ ہنسے تو پھول جھڑے، بولے تو بات ہور موتی پڑے۔ جو کوئی دیکھے سو بے تاب ہوئے، جاگتا اسے خواب ہوئے۔ بیت:۔

برائی خویش تی دیکھیا نجاوے

عزیز ہوئے سو وقت کام آوے

وو یہاں آئے تو بہت بھلا ہے، وو نا آدمی نہیں یک بلا ہے۔ وو دھن

ٹک بھار نکلے تو بس خدا دیا ہے اسے جس۔ وے ان نے ایسی جاگہ پر کری ہے گھر، کہ ہرگز نہیں پڑتا کسی کے نظر۔ وہاں جاں کوئی کہہ دسے نا، اس کا نشان کوئی کیسے دسے نا۔ اس کا ناتوں بھی چسنخ ہے اسے بھی چسنخ کہتے ہیں، جیتے عشاق دنیا میں رہتے ہیں۔ فرد:۔

کنول کر کیا کہوں کہ کیسی ہے

حسن کی بھان حسن جیسی ہے

دو بھی لئی ناناں لئی چھنداں لئی غمزے لئی عشوے کچھ دھرتی ہے عاشقاں پر ظلم کرتی ہے۔ تیرے یہاں اتنا جو قوت دھرے تو کیا عجب، عاشقاں پر یوں ظلم کرے تو کیا عجب۔ تج میں کیا عشوا انتھوڑا ہے، دو بھی تیرا چہ جوڑا ہے۔ ایک کو چھپانا، ایک کوں دکھلانا۔ نادر ہیں تمیں دنیا میں دونو بھاناں۔ تمیں دو پھول دو تارے دو دیوے دو مانک جھمکاوے، دو پریاں دو حور، دو چاند دو سور۔ دو حسن کیاں بیریاں دو حسن کے باز، دونو صاحب صورت دونو صاحب ناز۔ دو گلزار دو بادشاہ خونخوار۔ دونو صاحب سپاہ، دونو کو خوبی بخشیا ہے اللہ۔ دو سرو دو شمشاد، جنو کا قد قامت دیکھ خدا آوے یاد۔ دو سکھیاں ہو دو تو بھی دو عالم کیاں انکھیاں۔ دونو دو بہشت، دونو دو عالم کی آس کی کشت۔ یو دو محبوب دو نادر ناریاں، عاشقاں کے دل کی مراد بخش ہاریاں، جیو کیاں پیاریاں، سب گن میں ساریاں۔ بجز کوئی انو سوں جیو لاوے دو ہر گم ہارے۔ دونو دو آب حیات کے بھرے۔ جاں ایسی من موہن ہوئی یار، وہاں خضر ہونا کیتی بار۔ تمیں دونو بھی دو آفتاب، اس شرح کوں بی ہور ایک ہونا کتاب۔ اگر توں ہور دو دونو مل کر آتے ہیں، تو البتہ اس عقل پر ظفر پاتے ہیں۔ دل سوں تو یاری ہے، دل کا جھگڑا استاری ہے۔ باپ ہے کر دی عقل کے

پاس ہے، وے اسے بھوت تیری یہ آس ہے۔ دل حسن کے غلام کا ہے غلام اسے لڑنے جھگڑنے سوں کیا کام۔ ادھر بائیں ادھر کو اہے، اس بے چارے کوں بھی بہت مشکل ہوا ہے۔ وو عاشق ہے اہل ہے، اس کا کام سہل ہے۔ حسن دھن من موہن جگ جیون نے بولی کہ کیا فائدہ، وو گلگوں پچن نے بولی کہ کیا فائدہ۔ جھگڑے کوں آکھڑے ہیں حسن ہور دل، وو مدد آئے لگ۔ بہت مشکل۔ اتال ہمیں جھگڑے کی لاف میں، وو مجزا دہماری کوہ قاف میں۔ درد خراسان ہیں، دارو ہندوستان ہیں۔ وو دارو کو آنا، کو اُس کا درد جانا۔ اگر دارو کر ہمارے کوں یو ہے فام، دارو آئے لگن درد مند کا کام تمام۔ شاباش تجھ سوں مشورت کری ساری رات، توں مجھ سوں بولیا آخر ایسی بات۔ میں تو تجھے عاقل کر جانی تھی، تجھ میں کچھ عقل ہے کر پچھانی تھی۔ خال نے کہیا، عالم کے کال نے کہیا، جگ کے جنجال نے کہیا، حسن کے نمک حلال نے کہیا۔ فرد:۔

نازمیں اپنے مست محبوباں
ناز پر ناز کرتے ہیں خوباں

توں حسن ہے تجھ میں ناز کیاں باتاں بہت ہیں، تجھ میں غمزے کیاں حکایتاں بہت ہیں۔ ہر ایک بول تیرا ناز ہور غمزے سوں آتا ہے، ناز ہور غمزہ تجھے بہت بھاتا ہے سہاتا ہے۔ فرد:۔

عاقل جو کہتا بات وو اس بات میں مانا ہے کچھ
غافل نہ ہو اندیش دیکھ اس بھٹار پہ پانا ہے کچھ

کچھ میں بات کے پچھیں بھی غم کرنا ہے، کچھ سمجھنا ہے پانا ہے دل کوں بے غم کرنا ہے۔ کیا واسطے کہ میرے پاس ایک عنبر کا دانا ہے، بہت پرانا ہے۔ جس وقت کہ میں آگ پر رکھوں گا اس عنبر کے دانے کوں، تو کیتی باس ہے تیرے

ہمزاد کوں تیرے پاس لیانے کوں۔ گھڑی میں آئے گی پون واری کہ وو ہے پریاں میں کی رہنہاری۔ حسن دھن من موہن جگ۔ جیوں یو بات سن نپٹ فارغ بال ہوئی، اس اشارت تی اس بشارت تی بہت خوش حال ہوئی جیوں پھول پھولی لال گلال ہوئی۔ خال فی الحال اس عنبر کے دانے کوں آگ پر جلایا، اس حسن کے ہمزاد کوں حاضر کر حسن کے حضور لیایا۔ حسن دیکھ ہوئی حیران ایکایک یو کدھرتی پیدا ہوئی یہاں۔ پریاں میں تی آئی پری، یو بھی بہت تواضع کری بہت تعظیم کری۔ دونوں زہور عنبر کی گھڑیاں، ایک کوں ایک دیکھ دونو ہنس پڑیاں۔ بارے بعد از ملاقات ہات میں لی ہات دونوں سکی، چکل چکل گلے لگی۔ بیت ۔۔

دو بچھڑے دو عزیزاں آ ملے ہیں
دو غنچے دونو پھول ہو کر کھلے ہیں

ماضی، مستقبل حال، ایک کا ایک پڑپچھے احوال۔ ایک رات بات میں بات عقل ہور دل کے لشکر کا قصہ کاڑی، اپنے راز کا پردہ پھاڑی۔ کانٹے کا زخم گھا قدر دو کہی، اپنے ہمدرد پاس درد کہی کہ ہمنا ہور دل میں عاشقی ہور معشوقی کی نسبت درمیان ہے دو تن ہیں وے دو تن کوں ایک جان ہے۔ دوہرہ۔

بجے میں کہی سو ان کہا پریت ہے اس دھات
دو من کا ایک من بھیا اب دو کی ایک ہی بات

دل، باپ کے ملاحظے سوں چپ جھگڑے میں آتا ہے نہیں تو یو جھگڑا اسے گدھاں بھاتا ہے۔ وو عاشق صاحب صورت، صاحب محبت، اسے جھگڑے سوں کیا نسبت۔ بات عجب ہے اس کے جھگڑنے کوں ایک سبب ہے یہاں کچھ ہم نیں، اس کا کچھ غم نیں۔ وے جھگڑا اتاں عقل سوں آپڑیا ہے، قصہ مشکل کھڑیا ہے۔

حسن دھن من موہن جاگ جیون کی بات حسن کی ہمزاد سن سب خاطر لیا بچاری، کہی خدا ہے ڈر نکو عقل کیا اچھے بچاری - مہر جو عشق کا سر لشکر تھا، سب پر دربتا، حسن کے ہمزاد حسن نے بھی اپنا ناز، اپنا غمزا اپنا شیوہ اپنا چالا اپنا چھند بند سب اس کی مدد گاری کوں بھیجی، اس کی یاری کوں بھیجی - ہمت دی، ہمت دی - مردانا اچھ کہی، دانا اچھ کہی - اپنی عزت کی شمع پر پروانا اچھ کہی - بیت :-

ناز غمزے تمام بھار رہے !

دل کے تئیں بھار ٹھار رہے

ہور حسن کنے بھی ایک حاجب تھا عاقل کاری، خوب کستا تھا کمان داری - بے خطا تیر مارے، ایک تیر سوں ہدف اتارے - اڑتا جناور تو اس کے آنگے جاتا کہاں، چلتا سو جناور تو اس کے آنگے آتا کہاں - کمان داری کا دیوا اس کے گھر جگیا ہے، خیال سوں تیر مار یا سو تیر لگیا ہے - وو تیر اگر ڈونگر کوں مارے تو پیلا ڑ جاوے نکل، اس کا تیر عاشقاں کا اجل - بال سوں باریک اس کا تیر، پولاد کوں سٹے گا چیر - یہاں حیران ہم بادشاہ ہم فقیر، سب عاجز کس کی نہیں چلتی تدبیر - جو عاشق سامنے آیا، بے خطا یک آدھا تیر کھایا - ناتوں اس کا ہلال کمان دار، دھاک اس کا ٹھار یں ٹھار - اس شہناز کوں بھی، اس تیر انداز کوں بھی، حسن اس مہر سپہ سالار کنے، اس ہٹیلے سردار کنے، اس خونخوار کنے مدد کوں جا کہی، بیگ فتح کر آ کہی، سرخ رو ہو کر ہمناموں دکھلا کہی - بیت :-

خدا عزت رکھے جس وقت صاحب کام فرمائے

نفر کا نیت ہوے ثابت تو ہمت غیب تی آئے

یو صاحب جمال، یو صاحب اقبال، یو ہلال کمان دار، غضب ناک قہری قہار، مہر سپہ سالار سوں، صاحب تروار سوں، ملکر یک دل کر بہت قرار کیئے بہت

اختیار کئے۔ بات کر خاطر نشان کیا، ہات میں تیر کمان لیا۔ عشق کا لشکر بہت ور زور رہوا، لشکر میں سب شور ہوا۔ لئی غمزے لئی عشوے۔ لئی نازاں ملے، لئی ادباشاں لئی دغا بازاں ملے۔ کام کچھ ہوا، لشکر سب ہچہ ہُوا۔ شجاعت کا شراب سر چڑیا، ہلال کمانی دار بسم اللہ کر، اللہ اللہ کر عقل کے لشکر میں جا پڑیا۔ چاروں طرف اس پر مار پڑی، مجلس عجب کھڑی۔ ہلال عاشقاں کا کال دل کھٹ کیا، تقوا نیٹ کیا۔ ہُوا خدا کا لوڑیا، وے اپنی ہمت نہیں چھوڑیا۔ مردانا تھا، دانا تھا، توانا تھا، عقل کوں جا کر ہٹ کیا ہنکاریا۔ باپ کے جھل تی، اپنی قوت کے بل تی، نادیکھ سک کر اس غلغال میں، اس قیل و قال میں، لیکایک دل میانے میان آیا، سونا جان کر اناجی دل کوں تیر ماریا، دل کوں گھوڑے پر تی اتاریا۔ جھگڑا بیگ نہیں بھگیا، کسی مارنے گیا سو گسے لگیا۔ جیتا کوئی دھیان دھرے قضا کوں کیا کرے۔ قضا کوں کیوں سنبالے، قضا کوں کیوں ٹالے۔ مصحف میں یوں دئے ہیں خبر، اذا جاء القضا عمی البصر۔ یعنی جو آتا ہے قضا، تو انکھیاں کوں اندھاری آکر انکھیاں ہوتیاں ایک وضا۔ عقل دل کوں گھوڑے پر تی پڑیا دیکھیا، کام مشکل کھڑیا دیکھیا۔ عقل گھابرا ہوا عقل کا سینا پھاٹیا، عقل کا لشکر سب نیا ٹیا، کیا نہنا کیا بڑا، ایک جنا نہیں رہیا کھڑا۔ بیت:-

عشق سلطان عشق سرور ہے
عشق دایم عقل اوپر ور ہے

عقل گیا جنگلے جنگل، عقل کوں وقت آیا کبل۔ عقل ڈاواں ڈول کسے یو قصہ کیسے کھول۔ قضا یوں کھڑیا، عقل پر آسمان ٹوٹ پڑیا۔ بادشاہاں کوں لشکر خوب رکھنا کتے سو اس خاطر، جواناں دلاور خوب رکھنا کتے سو اس خاطر، کہ ایسے وقت پہ کام آویں، پادشاہاں کی عزت رکھیں، پادشاہاں کوں بچاویں۔ اوّل

کے پادشاہاں خوب جواناں رکھتے تھے، سو کچھ جان کر رکھتے تھے۔ اپنی عزت اپنی شرم اپنا نیم دھرم پچھان کر رکھتے تھے۔ جو پادشاہ اول تی یو گت نہیں پایا، ان نے آخر یو نچہ دغا کھایا۔ عقل کوں اتیاں عقل آئی پچتانے لگیا، سر کوٹ لیا موں ہیں ماٹی بہانے لگیا۔ اول تی نہیں رکھیا اپنا قاعدہ۔ اتیاں پچتا دے تو کیا فائدا۔ سب چھوڑ کر رہیا بہت بے تدبیر، یوں تھی تقدیر۔ بارے یو تل تائب ہوا، خدا جانے کدھر غائب ہوا۔ بیت:

عقل نے عقل سوں کیا نہیں کام
لشکر اپنا کیا خراب تمام

کوئی کتا شہر بدن کوں گیا پھیر، کوئی کتا پانچہ میں پڑیا گر، کوئی کتا جھگڑے بیچ میں مارے گیا۔ کوئی کتا باٹ میں کس کے ہات اتارے گیا۔ کوچے کوچے یو حکایتاں، ہزار جنے ہزار باتاں۔ طالع عقل کا کچ ہوا، عقل کا کام بے بیچ ہوا۔ دل کے بختاں میں بی لکھیا تھا، سو آنپڑیا، دل بی حسن کے ہات میں سنپڑیا۔ آخر حسن کا فتح ہوا، جیوں منگتی تھی کتے ہوا۔ فتح کا باجا بجنے لگیا، حسن کا بازار جگمگنے لگیا۔ حسن دھن من موہن جگ جیون پری، خدا کی درگاہ ہزار ہزار شکر کری، شکر کر غم کوں دل پرتی بسرائی، اپنی زلف کوں فرمائی۔ کہ عقل پھیں دوڑ بیگ تا سنگ دیکھ تا ریگ۔ اپنے تاراں سوں، دھوتے کی دھاراں سوں، اس کے سرداراں سوں، اس کے یاراں سوں، اس کے خدمت گاراں سوں اسے جکڑ لیا اسے پکڑ لیا۔ اپسے بہت پنوایا اتاں کیوں گنوایا۔ لاف کر آتے، ہور یو سناٹ جاتے یوں لاف مار کر یو کیا کیا لوگ ہنسائی، تھاس جاتی لاج نہیں آتی۔ فرد:

عقل غافل ہو بھوت پچتایا
وہم بولیا سو سب اگے آیا

عقل جو سے کے پانوں لگا کر جاوے، تو بچاری زلف کدھر تی کھینچ کر لیائے۔

جو نصیباں میں تھا سو وو انپڑیا
عقل نہاٹیا فقیر دل سنپڑیا

دل کوں حسن کے جھگڑے میں لگیا تیر، دل ہوا زخمی اسیر فقیر بے تدبیر۔ ادھر درد کرتے زخم، ادھر باپ کی پریشانگی کا غم، بہت ہوا درہم، حیران ہو مسلم معشوق کے جھگڑے کی چوٹ، عاشق لوٹ پوٹ۔ جیکچھ پڑیا سو سہیا، حسن خاطر جیو پکڑ کر رہیا۔ نہیں اس حال سوں جین اکس کا مجال تھا، محال تھا۔ حسن وھن من موہن۔ جگ جیون نے بھی دل کوں اس حال دیکھ دل کا ایک مرغ صوں خیال دیکھ پکاری آہ ماری۔ انکھیاں میں تی انجھواں ڈھالی، محبت کی آگ سوں سینہ جالی۔ کہی کن موئے نے دل کو تیر ماریا، کن موئے نے اس غل میں یو دند ساریا۔ دل کے دل میں الابلالی، کن نے ماریا کر بہت واٹیاں بہت گالیاں دمی۔ عقل کوں چھوڑے دل کوں پکڑ لیاہے، یو تو بلا میں پڑیا چہ تھا بھی کی اسے بلا میں بہائے۔ میں کدھاں کہی تھی کہ دل کوں یوں ہلاک بے آرام کرو۔ میں کدھاں کہی تھی کہ ایسا کام کرو۔ یو موئے انفراں نہیں ڈرتے، کچھ فرمائے تو کچھ کرتے۔ انو کا کیا جاتا، انو تو کر جاتے ہمنا پر دکھ آتا۔ بارے حسن پری افنار استری، عاقل تھی عقل میں کامل تھی، ایس میں اپے اندیشی کہ یو جھگڑے کا کام ہے، اس غوغا میں کون سے پچھانتا کیا کسے کام ہے۔ نہ وہاں صاحب جانیا جاتا ہے نا نفر، جسے خدا دیتا اسے قدرت سوں کچھ ہوتا ظفر۔ فرد:

جھگڑے میں صاحب ہور نفر کاں ہے
کس کی کس کے اوپر نظر کاں ہے

القصہ حسن وھن من موہن کوں ایک دائی تھی، دل اس کا ان نے پائی

تھی - اس کا ناؤں ناز، بہت چتر چونسار ورساز، حسن سوں دائم ہم راز - حسن نے دل کے عشق کی کہی بات، مشورت کری اس دائی کے سنگات - کہ دل میرا دیوانہ ہیں دل کی دیوانی، دیوانے دونو ملیں تو چہ دوتوں کی زندگانی - وو بھی بے تاب، ہیں بھی بے تاب، دونوں کوں کھڑیا ہے اضطراب، دونو کوں نہیں آتی خواب - کیا جانے کیا لکھیا ہمارے دونو کے باب، ولے لوکاں کا میانے میاں بہت ہے حجاب - ملنا تو لکھیا ہے قضا سوں، ولے آتال بیگچہ ملے تو خلق ہیں دستا ایک وضا سوں بیت ؎

جس کی خاطر جیتا تپے کا دل
شرم لوکاں کی ہوے گیچہ حائل

پارے عشق بادشاہ کنے، صاحب سپاہ کنے، ظل اللہ کنے مہر سپہ سالار کوں یہ بھی، اس او باش رند عیار کوں بھیجی - بیت

حسن کچھ اپنے دل منے گنڈ کر -
عشق کن بھیجی یو فتح کی خبر

یو ناز دائی، حسن دھن من موہن جگ جیون کوں گلے لائی - کہی بلا لیوں گی، تیری خاطر سب سر پر اپنے برا ہور بھلا لیوں گی - بہت خوب فرمائی، خوب تجھے یو عقل آئی - یو بات وقت پر سب کسی کیوں آتے، یو بات غیب تی تجھے فرشتے سکلائے - توں حسن دھن من موہن یو تیری خوبی ذاتی ہے، بھلیاں کوں وقت پر بھلیچ بات ہور عقل آتی ہے - اصالت پر صدقے جانا، زوراں سوں اصالت کدھرتی لیانا، یو خدا کی دینی خداتی پانا، آدمی ہونا ذاتی، تقلیدی اصالت کام نہیں آتی - سمجھن ہارے یہاں دغا کھاتا، خوب سمجنا کسے آتا - اپیچ تی کام فرمانے ہارا ہوتا ہے نام، اپچہ تی جیوں بنگتے تیوں نہیں ہوتا کام - بھاگ

انوچہ کے سیر، جنوں میں عقل ہور تدبیر۔ بیت :۔

دانائی کاں جگ میں نازالسی ہے
مہر دانائی کی ماں کی جبی ہے

تیری عقل پر میں واری، کاں ہے دنیا میں تجہ جیسی چتر ناری۔ سر تے پاؤں لگ توں گن بھری، بہت دونہ اندیشے کری۔ حسن ہور ناز تار، یو بات آپس میں بچار، مہر سپہ سالار کوں بلائے، وو نچہ اسے فرمائے۔ بیت :۔

مہر صاحب ہوا ہے میانے میاں
مشکل ہوئے گا اتال سب آساں

عشق پادشاہ عالم پناہ ظل اللہ صاحب سپاہ کنے اس مہر کوں اس سحر کوں کہے جا، عشق کوں سمجا۔ وو بھگڑا جیوں پڑیا تھا نظر، تیوں اس حسن کے کہے پر، مہر آفتاب چہر اس کی بات سن عشق لگن گیا، سلام کیا کلام کیا۔ عقل یوں سفائی ہور دل یوں سنپڑیا کر کہیا۔ عشق بہت ہنسیا عقل پر، اس کی اس نقل پر۔ کہ عقل عجب جاہل ہے، بڑا ناقابل ہے، کہ ہات تی نہیں ہوتا سو کام کرنے جاتا، ایسے کاماں تی کیا ہات میں آتا۔ بیت :۔

عقل کوں عقل اچھتی تو نہ ہوتا یوں خراب ہرگز
صبوری کر کے کچھ کرتا نہ کرتا اضطراب ہرگز

عقل عقل کتے سو اس کی یو چہ عقل، اسے کیا غرض تھا کہ عشق کے کاماں میں کرتا دخل۔ حسن سوں دعوا لاتا، اپنی عزت اپیچ گنواتا۔ حسن بی ایک پادشاہ زادی ہے اسے بھی قدرت ہر ایک وادی ہے۔ صاحب لشکر ہے، صاحب کشور ہے، صاحب تیغ و خنجر ہے۔ بادشاہاں اس کی محبت تی دیوانے ہو ہو کر گھر سٹتے ہیں۔ رستماں اس کے آنگے کمر کا لھوا کھول کر سپر سٹتے ہیں۔ جیتی جیتی کر جانے اوتی سب بیاں

ہار مانے - نہنا بڑا، سب حسن کے تلے کھڑا - حسن عاشقاں کا آب حیات زاہداں کا زہر، حسن خدا کا قہر - اس کا بول کوئی ٹھیل سکیا ہے، اسے چھوڑ کر کوئی عشق کا کھیل کھیل سکیا ہے - معلوم ہوتا ہے جو عقل نے عقل گنوایا تھا، عقل کوں اس وقت عقل نہیں آیا تھا - بیت:-

عقل پا کر عقل نٹھا ٹیا سو پھر کیوں ہات آتا ہے
عقل یہاں بھی اگر چو کیا عقل پر بات آتا ہے

آخر عشق فرمایا کہ زلف کوں بولو کہ دل کے گلے میں حلقے کا طوق بھاٹاراں کی زنجیراں سوں جکڑ کر عقل جان گیا اچھیگا وہاں تی پکڑ کر لیا - ناز، غمزا، شیوا، عشوا، چھند، چالا، انو کوں کہو عقل ہور دل کے نگہبان ہوا چھیں، دیدبان ہو اچھیں - کہ عقل بہت مفتن ہے مبادا بھی کچھ حیلا کرے ہمار یچہ آدمیاں میں تی کسے وسیلا کرے - زلف جو آوے پھاند بھانے، عقل بچاری کہاں سکتی ہے جانے - عقل عشق سوں ملے تو بھلا، نہیں تو عقل پر آئی بلا - اس قہر نے، اس گل چہر نے اس ٹونے اس سحر نے عشق جیتا کچھ کہیا تھا، اس کا مطلب دل میں رہیا تھا، سو اتنا ایک بیگ آکر دعا کر حسن کوں سنایا خاطر نشان کیا سمجھایا - حسن یو بات سن اندیشہ کری، مصلحت پر نظر دھری کہ کام ایسا کرنا جو کچھ کام ہوئے، آرام ہوتے نہیں تو ایسا نہ کرنا جو کام خام ہوئے - اپے بدنام ہوئے - اندیشہ سوں جو کام ہوتا ہے سو کام خوب، اندیشے سوں جو کام ہوتا ہے سو تمام خوب - دیکھ نادانائی، جس کی عقل اس کی خاطر آئی، اسے بلا ئی - کہی اس کام کا علاج یوچ ہے اتال، کہ اس جاگا ایس کوں بہت رکھنا سنبھال - ایس کوں باول نہ کرنا، اتاول نا کرنا، بہت دھیر اچھنا، گنبھیر اچھنا، مراد کا رشتہ ہات میں آتا سو آتا ہے، تنگ صبوری کو تو کیا جاتا ہے - التعجیل من الشیطان تانی من الرحمٰن - تعجیل شیطان کا اولا سا

صبوری رحمان کا خاصا۔ یو پرت کا کھیلنا ہے پارہ جوں جما فذکتا ہے۔

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

القصہ آنال اس دل کوں، اس عاشق کامل کوں، چند روز بہت محبت سوں، بہت مروت سوں، ایک حکمت سوں، ایک جاگا دھریں چھپیں آہستہ آہستہ جو کچھ عشق فرمائے گا تو اسکی بھی ایک فکر کریں۔ یہاں بیگی کام نہیں آتی؛ بیگی نے سو بلا لیاتی۔ تو لگن رخسار کے گلزار میں ایک کوا ہے، کچھ سنے سوں ستید ہوا ہے۔ اس کے آس پاس زینت سوں کئے ہیں کام، چاہ ذقن اس کا نام۔ اس چاہ میں اس ماہ کوں مصلحت بدل بند کرنا، عاشقی بہت بھی فاش نہ کرنا کچھ چھند کرنا۔ بیت۔

عجب چالے بھریاں ہیں عورتاں دو

نہ جانو کاں تی سکیاں حکمتاں دو

بارے، حسن ہور ناز دونوں بچارے دل کوں چاہ ذقن میں اتارے۔ دل عاشق جو کچھ معشوق کہے سو راضی، عاشق ہی کھیلتا ہے عشق کی بازی۔ ایسا کوا کس عاشق کو میسر ہوا اس کوے کوں کون سکے سرا، جس کوے میں آب حیات کا بھرا۔ فرد۔

زلیخا ہوئی مگر یو حسن ناری!

کہ دل یوسف کوں کوے میں اتاری

دل بہت پکڑ کر آس، کچھ کم ایک ماس، اس چاہ میں اس نالے میں اس آہ میں گرفتار تھا۔ حسن دھن من موہن جگ جیون کدھیں یاد کرے کر امیدوار تھا۔ بیت۔

دل کوے میانے پڑ کے حیران ہے!

بند میانے سنپٹر کے حیران ہے

کہ میرا عشق تو بہت ہے گرم، کدھیں تو بھی اس کا دل ہوے گا نرم۔ مجھے دائم یوں نا دھرے گا۔ یوں عشق ہے آخر کچھ تو کرے گا۔ ایسے میں یوں ہوا خدا کا فرمان، حسن کے تن میں بھو تیچہ تلملنے لگیا پران۔ حسن دھن من موہن جگ جیون بھی عاشق تھی، عاشق مطلق تھی۔ دل کے دیدا کا غالب ہوا اشتیاق، سینے میں ابلیا فراق۔ بے تابی پیدا ہوئی، اضطرابی پیدا ہوئی، بے آرامی بے خوابی پیدا ہوئی۔ عشق کوں کیتا سنبھال کر رکھے، آپس کوں کیتا بے حال کر رکھے۔ عشق تی سینہ ہوا ریش، باسے کچھ اندیش، عشق کا سرلشکر جو تھا مہر، خورشید چہر، اس کے ایک بیٹی تھی پُر سحر وفا اس کا نام، حسن سوں اسے بہت الفت تھا بہت آرام۔

بیت:- وفا آئی وفا سوں راجت کی!

سو دل سوں ملنے خاطر کام گھٹ کی

حسن دھن من موہن جگ جیون اسے خلوت میں بُلائی، دل کا قصہ درمیانے لائی۔ وفا نے کہی بہت خوب، اے محبوب، میں جفا نہیں ہوں میں وفا ہوں، دل سوں دل کوں بہت صفا ہوں۔ میں ایسی نہیں ہوں توں بولے پچھیں تدبیر نا کرسوں، جیو سوں راضی ہوں، فرما تقصیر نا کرسوں۔

وفا کرنے کی خاطر اس وفا کوں

کہی سب کھول کر اپنی جفا کوں

حسن نار دل کا سنگھار، جے خوبی دیا وہ پروردگار، کہی میری عقل میں ایک تدبیر آئی ہے، وو تدبیر مجھے بہت بھائی ہے۔ کہ شہر دیدار میں ایک گلزار ہے اس کی تعریف کیا کروں بہت خوب سنگھار ہے، وو گلزار نہیں دین دنیا کا سنگھار ہے، جو کوئی عاشق ہے سو اس گلزار کا امیدوار ہے۔ اس میں ایک چشمہ ہے آب حیات کے پانی کا، عاشق کی زندگانی کا۔ ہور اس باغ کے میانے

میاں روشن ایک چھجا ہے جیوں آسمان، جیوں چندر جیوں بھان۔ دیس کوں دستے تارے، یہاں عاشقاں حیران سارے۔ اس چھجے پر غمزے کے بادل چھاتے، ناز کے موتی برساتے۔ اس چھجے کوں دو کھڑکیاں ہیں کالیاں، بہت بڑے مول کیاں بہت آلیاں۔ دو کھڑکیاں جو کوئی کھولے، تو واصل ہو رہے، وصال کی بات بولے۔ اس کھڑکیاں میں تی یار حسن کا دیکھنے منگتے دیدار۔ جو کوئی عشق کوں انپڑیا کمال، اسے البتہ اس جاگا ہوا ہے وصال۔ فرد:-

لگیا تھا رات دن دل کا اسے ذکر
تبھے پر دل کوں لیانے کا کری فکر

توں چھپے چوری سوں دل کوں اس ٹھار لیا نے سکتی ہے، اتنی قدرت رکھتی ہے۔ دفا باصفا نے بولی میری عقل میرے سنگھاتی ہے، اگر آدمی میں عقل اچھے تو یو بات کیا بڑی بات ہے۔ اپناں سبھے یو کام کئے بغیر آرام نا ہوئی، تا یو کام نا ہوسی۔ بیت:-

سکی ہمت کوں اپنے چیت ادھر کے لیا لی
جو کچھ دل میانے باندی تھی، سو کھولی

دل کاں ہے مجھے بیگ دل کوں لیا دکھلا میں دل کا بھید پاؤں گی، جمال تو کہے گی واں دل کو لیاؤں گی۔ حسن نار نے، جگ کے ادھار نے، عالم کے ملار نے، زلف کو بلا کر بولی، بیچاں اس کے سب کھولی، کہ دل کوں چاہ ذقن میں تی بھار کاڑ، ہور گرد اس کے پا داں پڑکی اپنے بالا سوں جھاڑ، دل کشا باغ میں لیا چھوڑ، پیلاڑ جکو یچہ ہوے خدا کی لوڑ، زلف بھوت نار سوں، بھوت ساز سوں، نیٹ انداز سوں، اینٹھتی مروڑتی بالیں بال جوڑتی دھائی، اپنی آدھی لٹ سٹ دل کوں چاہ ذقن میں تی بھار لیائی۔ دیسے میں یکایک

وہاں وفا بھی آئی، وَیں سوں اپنا دل ملائی، دل کوں دلاسا دی دل کوں بہوت سمجھائی ۔ بیت :-

مہمان ہوئی وفا یو یک تل کی
عذر خواہی بہت کری دل کی

کہی بھائی عشق تمام ہے جفا، ہور جفا دیکھے بغیر نہیں ہوتا نفا ۔ دکھ کے پچھیں سکھ جاں مشقت وہاں راحت ۔ رنج تو گنج، فراق تو وصال کا سا فراق ۔ کھارا ہے تو میٹھے کا پایا جاتا سواد، کھارا نا اچھتا تو میٹھے کا کوں دیتا داد ۔ دھوپ ہے تو چھاؤں کی قدر جانی جاتی، گرمی ہے تو آدمی کوں سردی بھاتی ۔ جہاں بند ہے وہاں آزادی، ہر غم کے پچھیں شادی ۔ شادی کے پچھیں غم، بہت برساں تی یو نچہ چلتا ہے یو عالم ۔ بیت

داغ پر دل کے آرکھی پھایا
دل کے دل میں بی ٹوک جیو آیا

حسن دھن من موہن جگ جیون، جو تجھے بند میں رکھی تھی سو لاعلاج تھی ضرور کوں، کیا کرے گی باپ کا ملاحظہ بہت تھا اس جور کوں ۔ توں قہر دل تھا، درے دوا اگر یوں ناکرتی تو تجھے بہوت مشکل تھا ۔ توں جیو تیج مرتا، عشق کیا تجھتے ڈرتا ۔ کیا جانے کیا کرتا ۔ ہزار توں تلملتا، تو عشق سوں ترا کیا چلتا حسن سکی تجھے چھپا رکھی بھتے اپنا یار کری، بہت تجہ پر پیار کری، اپکار کری ۔ اس پیار کی قدر جاننا ہے، مروت کوں پچھاننا ہے ۔ کتیک مرداں بہت غدری اپچھتے ہیں، ناقدری اپچھتے ہیں ۔ قدر نہیں جانتے، محنت نہیں پچھانتے ۔ جیوں خسرو کہتا ہے ۔ بیت :-

پنکھا ہو کر میں ڈلی ساقی تیرا چاؤ منجہ جلتی جنم گیا تیرے لیکھن باؤ

بارے وفا نے دلی کے دل کوں نرم کری، محبت میں پھر گرم کری۔ باتاں چہ میں پہت جوڑی، دل کوں ہات پکڑ اس باغ میں بے کر آ کر اس چشمے پر چھوڑی۔
بیت :-

عشق میں بہوت غلبلا ہے کچھ
عورتاں کا مکر بلا ہے کچھ

بارے دل اس کوے میں تی بھار نکلیا۔ سینا گیا تھا چکلیا۔ باغ کوں یکیچ سینا کھلیا، وہاں کے پھولاں پر بہت بھلیا۔ بیت :-

بھار نکلیا ہے بند میں تی دل
وصل ہوے گا اتاں کیا مشکل

بہت دیساں کی مانند گی چھائی، اس پھولانچہ پر ٹک سا نیند آئی۔ دل نیند آئیچہ، وفا نے خوش خبری دی حسن کوں جا تیچہ کہ ہوا اب تیرے من کا بھایا دل کوں تو خدا نے باغ میں لیایا۔ بہت دیساں کا ہلاک تھا پھولانچہ پر نیند لگی ابھوں بھی نیندیچہ میں ہے آس کی نیند نہیں بھگی۔ حسن لگن یو بات آئی۔ خوشیاں تی آپس میں نہیں سمائی، پاؤں زمین کوں نہیں لگیا دل کنے باؤ پر اڑ کر آئی۔
فرد :-

وقت ہے سو اتیاں کا ہے وقت
برہ نھاٹیا وصال کا ہے وقت

دیکھی کہ دل اپنے دل کا یار، اپنے دل کا آرام اپنے دل کا ادھار، جس کے عشق میں اپنا دل گرفتار، جس دل کی خاطر دل بے قرار، صاحب صورت صاحب جمال، صاحب ہنر صاحب کمال، سدھ بدھ اس کا صورت بھوتیچہ پاک مورت، مسرا نے ہات دیا ہے، پھولاں پر آسائش کیا ہے۔ آہ ماری پکاری بچاری، بہت کی نا ری۔ تمام جھاڑاں کو

ٹھاریاں ٹھار، گویا نور کے شعلے آتے بار۔ جگمگ رہیا ہے تمام گلشن پھولاں منیں یو دیوے ہوئے ہیں روشن۔ باغ میں پڑیا ہے سب اجالا آفتاب ہوا ہے ہر ایک لالا۔ اس کے رخسار نے شاباں سٹیا ہے جانو چاردن طرف آفتاباں سٹیا ہے۔ بیت:۔

دل پھول تے نازک اہے اتنی جفا سو سیا سو کیوں
یوں بتلا ہو حسن پر ایسی بلا سو سیا سو کیوں

انکھیاں میں تی انجواں کا بند پڑتا پھول تی جانو شبنم جھڑتا، دونو ہوتے دو جھرے، پانی ہور لہو بھرے۔ انجھو ڈھلتے ہیں اجلے ہور لال، خدا کوں معلوم اس بچارے کا حال۔ دل ہوا عشق تی دانا دان انکھی ہوئی یاقوت ہور الماس کی کھان دیدے دیدار کوں ترستے، بادل ہو کر موتی برستے۔ دل کے عشق میں آپی کوں جلالی، دونو پانوں پڑی الابلالی، یو حسن نار محبت کی متوالی، دل کا سر گود میں اچالی، سینے سوں سینہ لالی، عشق سر چڑیا، یکایک دل کے موں پر اس کی انکھیاں میں تی انجھو کا بند پڑیا۔ دل نیند میں تی حیران ہو کر دیکھنے لاگیا۔ جیوں باغ میں تی کلیاں سب پھول کر پھول ہو کر تیاں رلیا، ٹھاریں ٹھار، چاردن طرف جھلکتے ہیں جھلکار۔ جھاڑاں نے سب تازہ کئے ہیں سنگار، گلے میں پھولاں کے بھائے ہیں ہار، بن رت اہے ہیں بار۔ جناوراں ڈالیاں پر مست سرغوتے میں مست ہو سرشار، پانی کالویاں میں سب شراب ہوا تمر سایہ سٹیا اس کی انکھیاں کا خمار۔ حسن ایسی نار، اچنبا اوتار، بے اختیار ناری دوتی ہے زار زار۔ بیت:۔

جو انکھی حسن کوں دیکھے وو انکھی سد کوں کیتی ہے
یتا تعریف جگ کرتا ابھوں تعریف ہنر تیہ ہے

خوش گفتار، وو خوش رفتار، وو دیدااں کا سنگھار، جیوکا ادھار، عالم کا مدار، عجب حور، خوبی کا سور، محبوبی کا نور، چھند بھری بالی، لطافت کے پھول کی ڈالی، ناز اں میں کاری، غمزیاں کوں اپچاں ہاری، باتاں جیسیاں نباتاں، پھول کی پکھڑیاں جیسے ہاتاں - کرنا جیسے بال، آفتاب جیسا جمال - کمر دیکھ شرزا شرم حضور، اس کی چالی نے کاڑی ہتی کی چال میں قصور - دیدا شیدا شیدا من بی، فرش جانے پھول کی ٹہنی - تن پھول تی نرم، طبیعت آگ تی گرم - اس وضا کے محبوب بھوتیچ خوب - دل کی سد نہیں رہی، بدہ نہیں رہی، محبت کری جوش، دل میں اٹھی خروش، جاگا پر نہیں رہے ہوش - آہ مار اٹھیا پکار اٹھیا - عشق کا اثر بہت چڑیا، کا کلوت سوں دوڑ کر دو نو پانوں پڑیا، خمر میں ہات بھایا، چکل کر گلے لایا - فرد :-

اگر عاشق اوپر معشوق کا کچھ التفات ہووے،

محبت کا لذت ہے توچ میٹھی توچ بات ہووے

کہیا اے حسن وحن من موہن جگ جیوں، خوبی کے گلشن معشوق عاشق پر ایتا بی پیار کرتی ہے، ایتا بی اپکار کرتی ہے - تجہ تی سوادپاتے عشق بازی، توں تو عاشق کوں نوازی - اے پری توں مجھے سرفراز کری - فراق کے لہوے کا گھاؤ جیوں تیوں سہے گا دل، وے وصال کے خنجر کا زخم سوسنا بہت مشکل، عاشق کہ عشق سوں مبتلا ہے، دل میں عشق کا غلبلا ہے، اسے معشوق کا پیار بھی ایک بلا ہے - فرد :-

گلے لگ سوتے ہو رہے تا بی نئیں جاتی ہے یو مشکل

برہ میں تلملیا جوں تیوں ہلاک سہے وصل میں بی دا،

القصہ دل کہیا میں عاشق ہوں اگر روتا ہوں تو سہاتا ہے، توں معشوق

بتجے کیوں رونا آتا ہے۔ جفا عاشق کا وطن مقام۔ توں معشوق تجے غم سوں کیا کام۔ معشوق شیریں عاشق سلونا، معشوق کا کام ہنسنا عاشق کا کام رونا۔ معشوق کا شیوہ ناز، معشوق بے پروا بے نیاز۔ معشوق ورس عاشق درسنی، عاشق محتاج معشوق غنی، جوں آزاد ہور اسیر جوں پادشاہ ہور فقیر۔ اے گل رواے خوش خو، اے خوشبو اے مہ چہر، معشوق میں نہیں دیکھتا ایتا مہر۔ حسن دھن من موہن جگ جیون بولی کہ سن اے دل، یو بات سمجنا ہے بہوت مشکل۔ میں جانتی ہوں کس پانی سوں خمیر ہوئی عاشق کی خاک، کہ ہم فراق میں ہم وصال میں دونوں جاگے ہے ہلاک۔ نہ یہاں آرام نہ وہاں آرام، جس پر یو قصہ گزریا اسیچ یو فام۔ جل بھسم ہو کر باد بے پر اڑے تو عاشق ہوئے، عاشقاق کی مجلس میں جڑے۔ اپس کوں کھونا تو عشق میں کچھ ہونا۔ جو لگن آپس میں اپے باقی ہے تو لگن اس میں اس کی مشتاق ہے، عشق کے شہر میں پیرت کے نگر میں معشوق وہچ جو عاشق کوں پیار کرے، عاشق پر اپکار کرے۔

القصہ میں تیرے دیدار کی بہت مشتاق تھی، تیری بات گفتار کی بہت مشتاق تھی۔ سو مراد بر آیا، یہاں خدا لایا۔ عاشق تھی تیری خبر پانی تھی، چوری سوں تجھ دیکھنے آئی تھی۔ عشق کا دکھ سہا نہیں گیا، جیتا رہوں گی کہی تو بی رہیا نہیں گیا۔ میں عشق تجھ سوں لائی ہوں، جیو پر اٹھ کر آئی ہوں۔ ایتاں رضا دے جاتی ہوں، وصال کی جاگا خاطر لیاتی ہوں، یا تجھے بلا بھیجتی ہوں یا میں اپے تجے بلانے آتی ہوں۔ میں کہی سو تحقیق جان، دل میں اپنے برا نکو مان۔ خلق کے موں میں آکر پڑی بات، اسمان ٹوٹیا تو کون دیتا ہات، سمدر کوں کیوں باندنا پال، آفتاب کوں کیوں رکھنا صندوق میں گھال۔ دیوا گھر میں روشن ہوا چھپیں جوت کوں کہاں لے جانا، بن میں پھول کھلا چھپیں باس کوں کیوں چھپانا۔ ہوں

کچھ ہات بازی کچھ اوپر کا چالا - ہور فام نہ تھا، نیاستی کچھ کام نہ تھا۔
القصہ وو حور جیسی حسن پری، وو دیس دل کو بے ہوش کر اس وصال کے چھپے پر لیا کر حنظ کری - دل کوں بے خبر کر بے ہوش کر پھاڑی پر لیا وے، نے جاوے، کسے ناد کھلاوے، کسے ناستاوے - چوری کا کام، کسے نہیں ہونے دے فام - دیسے میں اس وقت رقیب بے نصیب، گمراہ روسیاہ کی ایک بیٹی تھی اس کا نام غیر، سب سوں اس کا بیر - بحسب ظاہری راضی سوں رہتی تھی، حسن کن یو دغابازی سوں رہتی تھی - جاں جاوے دو میں جھگڑے لگاوے، ملیاں کوں بچھڑاوے - جھوٹیاں باتاں کتی، کیکامتی، لوتری چاڑی خور، دل میں کچھ ہور موں میں کچھ ہور، زبان دراز، سب اس سوں حسن وعن من موہن جگر چوں من ہرن کنے رہتی تھی بھید اپنا کسے نہیں کہتی تھی - حسن نار دل کا ادھار چشم چوسار، تو یو سمجی کہ یو نامعقول بے وصول مرد ار نابکار ... شرم نہیں دھرتی، کس کی انگے نکس کی بات کرتی - فرد:-

جسے حیا نہیں کچھ اس تی بہت ڈرنا ہے
فکر ایس کی حیا کی بی کچھ سو کرنا ہے

کلا کیتاں لاتی، فتوے اچاتی - موں کی بہت ہلکی بہت شوخ نڈر، اپنے پہ شرم نہیں دھرتی سو کس کی شرم کی اسے کیا خبر بے ایمان، بدکار بدگمان بے اعتبار کی اعتباری نہیں، بات کس کی دل میں چھپا نہاری نہیں، اسے جانتی تھی، خوب پہچانتی تھی - جو حسن دھن من موہن باغ میں جاوے، اس ناپاک کوں سنگات نالیاوے - جو کچھ دل سوں ملنے کی فکر کرے اس حرام خور تی بہت ڈرے - غیر نے سمجی کہ حسن دھن من موہن ایس سو کپٹ پکڑی ہے، ایس سوں ہٹ پکڑی ہے - یہاں تو کچھ پیار نہیں، اتاں کچھ بھلی بار نہیں -

بیت :۔

یو دغا باز تھی وو تھی سادی

سادی تھی اس تی یو دغا آدی

جدھر گئی بھی یکیلی جاتی، منجھے سنگات نیں لے جاتی، یں اسے نیں بھاتی۔ غیر کی غیرت اٹھ کھڑی، غیر حسن کے دنبال پڑی کہ دیکھوں یو مجتی الپس کوں چھپاتی ہے، یکیلی کدھر جاتی ہے۔ یو نچہ کرتے کرتے ایک رات، اس باغ میں حسن دھن من موہن سنگات، دل سوں ملنے جاتی تھی یو نابر خوردار بی اس کے سنگات چوری سوں لگ چھپیں آئی تھی۔ بیت :۔

شیطان اگر کسے لگے تو کوئی تبی چھڑائے

آدمی کسی کے پیے میں پڑے تو جیو پیچ جائے

بارے حسن نار، چتر چوسار، جوں دائم جاتی تھی وونچہ جا کر اس چھجے پر چڑی یو بی اس چھجے پر جا کر ایک کونے میں مار دڑی۔ حسن ہور دل کے چالنے سب خاطر لیا ئی، انو دونو کا بھید پائی۔ ہور کہی حسن جو مجھ تی ڈرتے تھی ہور ایتا کرتے تھی سو یو ستھا کام، میں تو کری نام۔ غیر کوں بی انو دونو کا چالا دیکھ کر عشق حائل ہوا، غیر کا بی دل دل پر مائل ہوا۔ غیر کوں بی دل کا عشق داٹ پکڑیا، بہت اچاٹ پکڑیا۔ دل میں بد نیت دھری، اپس میں اپی یوں فکر کری۔

بیت :۔

دل کوں یوں دیکھ دل کوں بد لائی

حسن کے دل میں شک نہیں لائی

ان کم ذات نے اپنی ذات دکھلائی، آخر اپنی ذات پر آئی۔ کہ حسن کی چوری سوں اس ماڑی پر چڑھنا، ہور دل کے وصال کی لذت کوں انپڑنا۔ میں بی

ییں تی بول نکلیا پچھیں سو کیا پھر کر آتا ہے۔ تیر کمان تی چھوٹیا سو کیا سنبھالیا جاتا ہے۔ بتھال بھوئیں پر پڑیا آواز کوں کیوں پکڑنا، خلق خدا کا کیے منا کرنا۔ کس سوں جھگڑنا، لوگاں تی ڈرنا ضرور ہے کیا کرنا۔ عشق میں پختہ اچھنا خامی خوب نہیں۔ سہج سوں کام کرنا بدنامی خوب نہیں۔ یو عشق کا جتر بہ ہے پردے میں ناندنا، ہیرا کھائے تو ہڈ کیا گلے میں باندنا۔ جو کوئی عشق میں آیا ہے، اپنا گڑ چھپا کھایا ہے۔ میٹھائی چھپانے میں ہے نہ بدنام ہو کر ہونانے میں ہے۔ دل کہیا اے نار، او تار شیریں گفتار، ہنس کہ کبک رفتار، خورشید دیدار، عاشقاں کی انکھیاں کا سنگھار، چتر چو سار، توں ایسی ہے جو کوئی تجھ سے برا مانے، تیری بات کوں جھوٹ کر جانے۔ جاں دو نو کا دل چہ ہوا صاف، پچھیں واں کیا ہے خلاف۔ کہیا بسم اللہ خدا اچھر اہ۔ جانا بیگ پھر کر آنا۔ حسن پری غمزاں بھری او تار استری نے خیال ہور نظر ہور تبسم کوں دل کنے رکھ کر وصال کے چھپر پر چڑی سالا دلیں دہانچہ تھی تا تماشا م پڑی۔ فرد:-

بھین پری چندنی یو بن پر کی یو پری ہے
دل سیتی مل کہ دل سوں کیا کیا ادا کری ہے

جوں سعدی کتا ہے کہ "نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال" عشق بہت بے تاب عاشق کا عجب کچھ اچھتا ہے حال۔ عاشق بے آرام بے طاقت عاشق کوں صبوری سوں کیا نسبت۔ دو چھند بھری، اس سٹار ایک ادا کری، دغا ہور ناز اس چھپے پر عشق کی مجلس سنوارے، دل ہور نظر ہور خیال ہور تبسم اس باغ میں پانی کے چشمے پر صحبت رکھتے تھے بارے۔ حسن دھن من موہن جگ جیون جس کو بہت مشکل لگی دوری، دل میں کچھ نہیں اُبری صبوری، کیا کروں کہی ہات چوری، بے طاقت ہوئی پوری، اپنا دل کھولی،

وفا کوں بلا کر بولی۔ کہ اتاں خیاؔل ہور نظر ہور تبسم کوں بول کہ دلؔ کا دل ہات لیو، سب مل اسے دارو دے بیہوشی دیو۔ بیت:۔

دل بے خبر ہوا ہے دل نے خبر سٹیا
عاشق ہو کر اپس کوں کدھر کا کدھر سٹیا

ہور زلف کوں کہو کہ دل کوں اس پچھے پریوں بے کر آکہ دلؔ بی نا جانے، نہ اپس کوں سمجے نہ دسرے کوں پچھانے۔ خیاؔل ہور نظر ہور تبسم ہور وفا دلؔ کوں دارو دے بے ہوشی دتے، بے خبر سد کیے۔ زلفؔ دلؔ کوں کلف ہو کر اس پچھے پریوں کھینچ لیائی کہ دل کی ارواح کوں خبر نہیں آئی۔ دلؔ کے دل میں کہ بینچہ بیں ہوں، اس گلشینچہ میں ہوں۔ جستن۔ دھن جگ جیون من موہن، دل پادشاہ عالم پناہ، صاحب سپاہ کے گلے لگ، جوبن سوں تلاسی پگ۔ مکھ چومی، اپنے سینے پر اس کا ہات دھری، آہ ماری، اُساس بھری، ٹک ہنسی ٹک روئی آپس میں آپ کچھ باتاں کری۔ فرد:۔

تماشا ہے عجب کچھ آج اس ٹھار
کہ عاشق مست ہور معشوق ہشیار

کہی اے دل میں کیا کیا جفا دیکھی تیرے بدل، تجھ پر بھی لتی لئی محنت گزری ہے میر بدل۔ تیری یاری پر میں واری، تیری اختیاری پر میں واری۔ جسے مرد کہتے سو تو نچہ ہے، عاشق صاحب دل کتے سو تو نچہ ہے۔ یو نوا ملنا، یکایک پھول ہو کر کیوں کھلنا۔ موں دیکھتے شرم آتی، یکایک کیوں بات بولی جاتی۔ اس نے دلؔ کوں بے خبر کری کہ دل سوں کچھ حظ پاوے، ہشیاری میں آنکھ بھر دیکھتے مبادا لاج آوے۔ پاکی سوں ہدست ہوتی تھی، پاکی سوں دل کوں دیکھ مست ہوتی تھی۔ نہ چتر پری، ایسی کچھ فکر کری، دلؔ بے خبر متوالا حسن کرتی

ان چھنال نے اپنا دوند ساری - ان چھنال نے میرا گھر گھالی، ان چھنال نے مجھے دیس انتر دی - اسے اور جاگا نہ تھا جو یہاں خیال کری گرم، اتنا تو بی میری آشنائی کا نہیں رکھی شرم - کچھ اسے ملاحظہ نہیں آیا، یو کام اسے کیوں بھایا - اسے ٹھار کئیں نہ تھی، کیا اپنے جنم میں کس سوں یاری کی نہ تھی - بھاری خدا کا عالم ہے کیا کم ہے، ایسیچ کا ماں پر آئی تو پچھیں کیا غم ہے - اس کی چوری کی جاگا دیکھو اس کی حرام خوری کی جاگا دیکھو - القصہ حسن کوں لگی تکبکی، غیر کوں گالیاں دینے لگی -

فرد:-
دل کوں اپنے اچاٹ خوب نہیں
گھر میں دائم کچپاٹ خوب نہیں

موں پھاتی جھونٹے کاٹی - میرا بس ہوتے تو اسے بہت ٹھوکوں، میرا بس ہوئے تو اسے چھریاں سوں بھوکوں - دو نیما کروں، قیما قیما کروں - بہت سر چڑی ہے، دھگڑ کوں لے پڑی ہے - بہت آپس کوں مروتی ہے، دل اسے ہونے گا کتے کو کھیر جبروتی ہے - ابھوں بھی جیو نہیں بھگیا، دھگڑ بہت میٹھا لگیا - یو چھنال خدا تی نہیں ڈری، کیا بلا کری - جھگڑالا نہاری، دوند کاری - چیل ہو کر ہات میں تی جھونٹے ماری، اتال میں بائیں گروں کے کوا، میں کتی تھی سو ہوا - غیر دل میں رکھتی تھی بیر جو حسن کا سنی آواز، سمجی کہ یو ہیچ ہے جو کری ہے اتنا ناز - یار کوں پیار دکھلاتی ہے - بار بار بولتی، ستیں پکار پکار بولتی - عورت کی ذات کوں اتنا کلا توبہ استغفراللہ، یو کیا بلا - گھڑی یک آہ مارتی گھڑی یک اساس بھرتی نخرے کرنے تقصیر نہیں کرتی - چالی بہت نخریاں بھری یتے نخرے اس میں تھے تو ان نے دل کوں ہلاک کری -

بارے القصہ حسن نے اس تپاک سوں ایتا کچھ کہی، لاعلاج غیر نے سب سہی - اپنے دل میں کتیک وقت لگ تکپاک تکپاک، ایسیاں کچھ باتاں کہہ کر،

اپس میں اپے حیران رہ کر، بھی کہی اتال یہاں رہنا خوب نہیں، یو بات کسے پاس کہنا خوب نہیں - ساحرہ تھی جتیک بدیاں میں ماہر تھی - ٹونے ٹامن کا بہت زور بھیس اپنا پھرائی، بھی صورت پکڑی ہور - حسن کی نظر تلیں تی اپس کوں چھپائی، وصال کے پچھے پرتی اُتر تلیں آئی - اپنے دل کوں جو کچھ بھایا سو کری، بھی شہر سگسا کے ادھر قدم دھری - حسن دھن من موہن جگ جیون کوں دل کا یو روش نہیں بھایا، دل پر بہت غصہ آیا - یو چاند سورج کی جائی جس پر ختم ہوئی زیبائی خیال ہور نظر ہور تبسم کوں فرمائی، کہ اس دل کوں، اس لایعقل کوں، اس جاہل کوں، اس کاہل کوں، اس ناقابل کوں اس باغ میں تی باہر کاڑو - اس کی دوستی کا ورق پھاڑو - بیگ اس باغ میں تی اسے بھار بے جاؤ، چار عاشقاں مل ہمارا اس کا کریں گے نیاؤ - یو اپنی محبت میں خطا کھایا، ایکس کوں چھوڑ دوسریاں سوں جیو لایا - اس کی پیشانی کوں بدنامی کا ٹیکا لگاؤ، سب عاشقاں میں پھراؤ - یو گل یو گلزار، اس نالایق کوں اس باغ میں ٹھار - عالم اس باغ کے تماشے کا مشتاق، میں سو اس باغ میں اسے دی وثاق - عشق میں محکم ہے کر جانتی تھی، عاشق ثابت قدم ہے کر جانتی تھی - یو اپنی حد چھوڑ پر حد چلیا نالایق ہو کر نکلیا - کئیں ہٹ جاوے گا سنبھالو، اسے ہمارے غضب کے بندی خانے میں گھالو - اس باغ میں بھی تکو دیو آنے، اگر کئیں نکل جاوے گا تو تمیں جانے - تمیں تین جنیچہ نظراں چاروں کدھن رکھو، ہوشیار اچھو اسی جتن رکھو - اتال کاں کا عشق کاں کی یاری، کاں کی دل کاں کا دلداری - کاں کا غمزا کاں کا ناز، موں دیکھتی ہوئی بے زار وانز - فرد :-

راحت ہوئی تمام اب خواری
یاری تی سو ہوئی ہے بے زاری

حسن تی حسن میں خوب ہوں، دلربا ہوں محبوب ہوں - میں بھی چلبلانے جانتی ہوں، میں بی دل کوں بھلانے جانتی ہوں - کیا منجے میں ناز ہور غمزہ نہیں، کیا منجے میں شیوا ہور عشوا نہیں - میرا موں بھی پھول کا چمن انکھیاں جوں لالے ہیں، منجے میں بی بالیں بال پھند ہور چالے ہیں - اگر خوبی کا دعویٰ دھروں گی تو حور پری سوں بات کروں گی - میں بی آرسی میں آپس کوں دیکھتی ہوں، اپس کوں جانتی ہوں آپس کی خوبی کو پہچانتی ہوں - جس جاگا پر میرا قام ہے، وہاں دل بھلانا کیتا کام ہے - فرد:-

دل سوں باندھی تھی جیو کی ڈوری
آ کہ خالی وقت کری چوری

یو مثلہ معلوم ہوا آج ، خالی گھر میں کتیاں کا راج

بارے یک رات حسن وحسن من موہن جگ جیون شہر منجے تھی حسن کا نہیں ہوا آنا، وقت خالی دیکھی اس حرام خور کوں یوچہ ہوا بہانا - دل سوں ملنے خاطر بہت تڑپھڑی اس باغ میں اس وصال کے پچھے پر چڑھی، سحر ٹونا بہت جانتی تھی، وہاں حسن کی صورت پکڑ کھڑی - خیال ہور نظر ہور تبسم کوں ہور وفا کوں جوں حسن فرمائی تھی وو بچہ اپے بھی فرمائی، دارو دے بیہوشی دل کوں دلائی پلائی، ہور زلف کوں بی حسن کے تمنیچہ بول کر جیوں تیوں دل کوں اس وصال کے پچھے پر لیائی منگائی گلے لائی سجائی - فرد:-

ایک اینیاں کوں آ دغا دی ہے!
کیا مفتن ہے کیا بلا کی ہے

یو بارہ اصل شیطان کی نسل حسن کے تخت پر دل سوں لٹ پٹ ہوئی، اس کا نی دل دل سوں لگیا دل پر عاشق نپٹ ہوئی - ویسے میں خیال جو سوتا

تھا جا گیا دل دستا نہیں کدھر گیا ہے کر ڈھنڈنے لاگیا۔

دل کی خاطر عجب رکھے رکھوال
غیر جو چوری کی تو جا گیا خیال

خیال کا مشکل ہوا حال۔ ڈھنڈتے ڈھنڈتے وصال کے پچھے پر جو آیا تو مقصود اپنی پایا۔ دیکھتا ہے جو غیر دل کی گود میں مست پڑی ہے، دل بے خبر غیر کوں مستی چڑھی ہے۔ یہاں یو نامحرم محرم ہے یہاں تو کچھ کا کچھ عالم ہے۔ خیال فی الحال شہر دیدار کوں جا کر اس گلزار کوں جا کر جو کچھ دیکھیا تھا سو حسن نار کوں دل کے سنگھار کوں دیدیاں کے ادھار کو خبر بولیا، معاملہ یوں ہے کر بولیا۔ حسن یو بات سن حیران پریشان سر گرداں نا کھانا نا پانی، کر دی ہوئی سب زندگانی آگ کی بھڑکی اٹھی تن میں، آہاں مارنے لگی من میں۔ سوکن کی جھل نعوذ باللہ جیو جاوے نکل۔ اس جھل کوں کون سنبھالے، تن من رنگ روپ سب جالے۔ بیت۔

جاں تی سوکن جو مرد کن آتی
جھل تو بختاں کی سوے نہیں جاتی

القصہ حسن دھن من موہن جگ جیون اس غیر کے رشک تی اچل بھگائی انکھیاں کے اشک تی جلتی تلملتی کپڑے پھاڑ لیتی، سنگار تن کا کاڑ لیتی، گالیاں دیتی، روتی حیران ہوتی۔ جھل کے بھال سوں، اس حال سوں جیتی کھائی، وصال کے پچھے پر آئی۔ غیر کوں دیکھی تخت پر مست، دل اس سوں ہم دست۔ موں سوں موں ملائی ہے، سینے سوں سینہ لائی ہے۔ سدھ کھو رہی ہے سو رہی ہے۔ حسن نادر سندری، بہت نخرے بھری او تار استری پکار اٹھی۔ آہ مار اٹھی۔ کہ آہ یو کیا ہوا، واہ یو کیا ہوا۔ ان چھنال نے مجھے جیوں ماری

بات کہنا خوش نہیں آتا، موں دیکھنا نہیں بھاتا۔ جھل آگ جھل بجھاگ۔ کون سنبھال سکتا جھل کی آگ۔ وو تو عورت تھی، کم بدھی کم ذات تھی، اپنا جیو دکھلائی، یو تو مرد تھا دل تھا دل سنبھالنا تھا اسے یہاں کیوں حرص آئی، کیوں اس کی محبت بھائی۔ محبت میں کفر ہے ایسا کام، محبت میں یو کام ہے حرام، ہور پر دل دھرنا درست نہیں ہے، ایک کوں چھوڑ دوسرے پر نظر دھرنا درست نہیں ہے۔ وو کیسے عاشق کہ دوسرے کوں خیال میں نہیں گزرانتے، دوسرا دنیا میں نہیں کر جانتے۔ ایکس کوں چھوڑ دوسرے پر دل دھرنا عاشق کی خامی ہے، عشق کے کام میں ناتمامی ہے۔ کس عاشق تی یو کام ہوا، کون عاشق یوں جیو دکھلایا، کون عاشق یکس کوں چھوڑ دوسرے سوں جیو لایا۔ زلیخا تھی، فرہاد تھا، مجنوں تھا کس میں یو دضا جنوں نہ تھا ان دل نے عشق میں اپس کوں یوں پنوایا، ہور عین جاگا پر یوں دغا کھایا گنوایا۔ میں اس کی خاطر سارے عالم میں بدنام ہوی وو خاسو ایسا کیا کام۔ ڈرتی ہوں میں پروردگار تی نیں تو اسے مارتی یا اپس کوں مارتی، اس کام کوں ہر گز نا ہارتی۔ دل ہور حسن میں پڑی دوئی، ایسی بات ہوئی۔ وے کہتے ہیں جس وقت غیر ایسی کری کاڑی، انو دونو میں جدائی پاڑی، شہر دیدار تی جو شہر سگسار کوں گئی، حسن ہور دل کا قصہ سب رقیب بے نصیب کوں کہی۔ فرد:۔

بات کاں لا کہ کیا کری ہے ..فرد!
چار جیباں کی استری ہے ..فرد!

ادھر حسن ہور دل کو دغا دی، ادھر بات رقیب کوں لادی۔ رقیب گمراہ، روسیاہ، بدکار تا برخوردار کے دل میں بھڑکا اٹھیا سینہ پھوٹیا، بیٹی تی باپ کوں نیاست اٹھی جھل اپس میں اپے جل جل، ہلاک ہوتا در خاک ہوتا،

سینہ تی چاک ہوتا۔ شہرِ دیدار کوں آیا، گھرے گھر کر نتایاں بھایا، دھنڈتے دھنڈتے حسن کے غضب کے بندی خانے میں دل کوں پایا۔ سحر میں نادر تھا ٹونے پر قادر تھا۔ خیال ہور تبسم ہور نظر پر کچھ منتر سٹیا دانے، یو تینو ہوتے دیوانے۔ اوّل تی مست یو تینو یار انو کوں دیوانے ہوتے کیتی بار۔ ان ناپاک نے فرصت پایا، حسن کے غضب کے بندی خانے میں تی دل بھار لیا یا بیت۔

باپ جیسا ہے بیٹی بھی ویسی

دو قہر ہوا ہے بلا جیسی!

جھل تی بہت جلیا، دل کوں شہر سگسار کوں لے چلیا۔ دوری کا بیابان اس میں یک کوٹ تھا اس کوٹ کا ناؤں ہجران، اس کوٹ میں دل کوں بھایا، دل بہت جفا پایا، اپنے جیون تی بیزار ہو آیا، یو عاشقی کر بہت پچتایا، باپ پند نصیحت کرتا تھا سو وہ پند و نصیحت دل تی دل پر لیا یا۔ جن نے نہیں سنیا بڑیاں کی بات، اس کوں کیوں ہونا نجات۔ برا کیا جو باپ کی بات پر عمل نہیں کیا، یو فکر اوّل نہیں کیا۔ برائی کوں خوبی کر پچھانتے، بڑیاں کی بات ٹھنواد کیا جانتے۔ ٹھنواد سو ٹھنواد بڑے سو بڑے ہیں، انو اپس کوں آزمائے ہیں انو پرائی قصے گھڑے ہیں۔ بڑیاں کے پند ہیں نہیں مانے، فائدے کوں نقصان کر جانے۔ دل کوں وو دل سخت منگتا تھا عذاب دے دے مارنے اس بدبخت کوں خدا فرصت نہیں دیا بارے۔ دل بے دل ہوا، دل پر کام مشکل ہوا۔ ادھر معشوق تی وو مشقت پڑی، ادھر رقیب تی سر پر یو محنت کھڑی۔ دل کوں ادھر کا بی عذاب ادھر کا بھی عذاب۔ دل بے چارا غم تی بے ہوش ہوا ہور بے تاب۔ ماملا عجب کھڑیا، دل کوں خدا سوں پڑیا۔ کہیا الٰہی میں حسن خاطر ایتا محنت سوسیا، ایتا دکھ دیکھیا ایتا مشقت سوسیا۔

بیت:-
کی غصہ یو رکھے ہے چپ دل پر
کڑوی کی ہوتی ہے یو میٹھی شکر

حسن کیا سبب منج پر اپنا غصہ کری، کیا میرا گناہ، وجھی کی دیوانی ہوتی وو پری، کیا منج تی چوک آئی، ناگہانی بلا منج پر بھائی۔ منج تی تو کچھ خطا نہیں ہوا، میں تو اسپچہ کے کہے میں تھا آپستا نہیں ہوا۔ ہر ایک بات تفحص کرنا خاطر لیا نا، گناہ ایکس کے آنگ لانا۔ خدا تی بی نہیں ڈری، دل میں آیا سو کری۔ پوچھنا بچارنا، ایکس کے کہے سنے پر کیا ناحق یکس کوں جیو وں مارنا۔ دشمن کوئی کچھ بولتا تو کیا اس کی بات کوں سند ہے، دشمن عداوت کوں بولتا ہے اس کی بات رد ہے۔ جاں گمان وہاں کہاں ایمان۔ حسن بی عجب تماشے کی دھن ہے، تماشے کا اس کا من ہے۔ نہیں جانتا ہوں کہ کیا کیا خامی ۔۔ جو یکایک کری ایسی خامی۔ وو مہر وو پیار کیا ہوا، وو ناز وو غمزا وو بات وو گفتار کیا ہوا۔ وو دل داشتی وو دلداری کیا ہوئی، وو آشتی وو یاری کیا ہوئی۔ فرد:-

ہوئی بے گانگی یو آشنائی
کیا ملنا پڑی آکر جدائی

وو جینا کیا ہوا، وو ترسنا وو تپلنا کیا ہوا۔ وو یاری ہور یو بے زاری جوں وجہی صاحب درد اپنے زمانے کا فرد کیا ہے کہ:-

ہر کہ دامن یار کردم او بمن اغیار گشت
کیست ہیچ دوست کو آخر بمن دشمن نشد

بارے القصہ وو غیر من میں تی کاڑی بیر۔ دل کی یو خواری، یو زاری تلملنا، یو جلنا دیکھ کیا جانے کیا دل میں لیائی، دل پر بہت مہر آئی، اپنے

کام تی آپے پچتائی، جیفی کھائی - کہ دل تی بچڑائی دل کی محبوب، یو کام اپے کچھ نہیں کری خوب - ادھر یو دل کلکلاتا ادھر وو حسن کلکلاتی، کیا جانے بھی کدھر کی بلا کدھر آتی - غیر کا اتر یا روس، کتیک وقت لگن بولی افسوس افسوس - خاطر قرار کر، اپس میں کچھ بچار کر، حسن دھن من موہن جگ جیون کنے یک رقعہ لکھ بھیجی اس مضمون سوں، اگر توں ہنج پر غصہ کری ہے تو میرا گناہ ہے، غصے کا ٹھار ہے، وے دل بے گناہ ہے پاک ہے دل تی توں کیوں بے زار ہے - فرد:-

غیب تی غیر کوں بھر آئی!

دل کوں دیکھ ترس دل اوپر لیائی

میں تیری صورت ہو کر کھڑی، تو دل کوں سہر کی پڑی - تو دل اس بیہوشی میں ہوا راضی، دل کیا جانتا میری دغا بازی - دل بے ہوش تھا اپس تی اپے فراموش تھا - مست پر گناہ لازم کرنا درست نہیں ہے، مست پر اپنا کیٹ دھرنا درست نہیں ہے - جاں دل صاف ہے، واں مست ہور سوتے کا گناہ معاف ہے - دل عاشق صادق ہے یوں بدنام ہرگز نا ہوتا دو اگر ہوشیار اچھتا تو یو کام ہرگز نہ ہوتا .....
..... - اپے اپس کے پردے کوں کھوتی، اپے اپنا گناہ سب آپ بولی - مست جا نو سوتا، مست کیا جانے کیا ہوتا - دل کی غرض بجھ سو پنخ ہے، دل کے دل میں تو پنخ ہے - انے پکڑیا تھا خاموشی، پیا تھا دار و نے بے ہوشی - دل تھا بے چارا بے خبر، یو سب تھا میرا مکر - میں تیری بی گناہ گار ہوں دل کی بی گناہ گار ہوں، بڑا گناہ کری ہوں تم دونو کی شرمسار ہوں - میں پاپ بھوت کی، دو نو کوں بی دغا دی - دونو کی محبت میں خلل بھائی - ایکس تی ایکس کوں بچھڑائی - اتال تیرا کرم کر تیرا دل صاف رکھ، میں گناہ کری ہوں

مجھے بخش معاف رکھ۔ فرد :۔

گناہ کوں بخشنا کیا کچھ منا ہے

گناہ بخشو کہے تو بخشنا ہے

توں چتر توں چونسار تجھے سب فام ہے، گناہ گار کوں گناہ بخشنا بہت بڑا کام ہے۔ تین گناہ خدا بھی بخشتا ہے توں تو آدم ہے، میرا گناہ یں تو سب تیرے حضور کتی اتاں تیرا کرم ہے۔ حسن دھن من موہن جگ جیون اس رقعے میں تی یو مضمون سُن، ایسی بات جن، ہارتی گئی، بات تی گئی، بے ہوش ہو پڑی، سینہ کوٹے کوٹ لینے لگی گھڑی گھڑی۔ بہت چڑ پھری کسے کچھ کہنا سکی حیرت تی داتاں تلیں انگلی رکھی۔ اپنے فعل تی آپے لاجی، بھی پھر گئی محتاجی۔ تقصیر تو سگلا ہوا، وے عشق اتال اول تی بی اگلا ہوا۔ بیت

دل کوں ناحق ایتی جفا ہیں بھائی

نیں سمجھ کر غصہ کری پچتائی

میرے کاماں تیچہ دل منج تی پڑیا دور، دل کوں ایتاں موں کیا دیکھلاؤں میں دل کی بہت ہوں شرم حضور۔ میں دل کی خدمت گار ہوں، دل منجے بیچے گا تو میں بے اختیار ہوں۔ وہ میرا صاحب منجے اس کی آس، میں باندی ہو کر اچھوں گی اس کے پاس۔ جیتا ہوا بی عورت چار کاندان میں کی رہن ہاری، اس پروغے کوں کیا کرے بچاری جھل تی جلی میں بھل بھری، اتنا چہ کی جو بات تحقیق نہیں کری۔ غصے کوں مارنا تھا، کسی سوں بچارنا تھا۔

بارے القصہ حسن دھن من موہن کہی کہ جدھاں تی جو کوئی دنیا میں آیا اچھے گا، عجب ہے جو کوئی ایسا دغا کھایا اچھے گا۔ دراصل اپے عورت کی ذات، مرداں دغا کھاتے ہیں عورت دغا کھائے تو کیا بری بات۔ فرد۔

چھند بھری یو عجب ہے من بھاتی
دل دکھا کر بھی دل کوں پھسلاتی

حسن نار نے دل کے سنگار نے دیدیاں کے آوھار نے بھی دل کنے ہزار ہزار اشتیاق ہزار ہزار فراق سوں کتابت لکھی، اپنے احوال کی حکایت لکھی۔

دو نو نے دونو کا دیکھے ما یا
بھی سواں کھانے کا وقت آیا

اس کتابت کا مضمون یو تھا کہ خدا کی خدائی کی سوں، تیری جدائی کی سوں، تیرے اشتیاق کی سوں، تیرے فراق کی سوں، تیری مروت کی سوں، تیری محبت کی سوں، تیرے جلنے کی سوں، تیرے تلملنے کی سوں، تیرے وصال کی امیدواری کی سوں، تیری یاری کی سوں، تیرے آفتاب جیسے موں کی سوں، تیرے کمناں جیسے دوں کی سوں، تیرے بادل جیسے بالاں کی سوں، تیرے چاند جیسے گالاں کی سوں، تیرے تارے ویسے نیناں کی سوں، تیری شکر دیسی بتیاں کی سوں، تیرے ادھر کی سوں، تیری کمر کی سوں، تیرے دہن کی سوں، تیرے بدن کی سوں، تیرے ناتوں کی سوں، تیری چھاتوں کی سوں کہ توں تحقیق جان اے یار، میرا گناہ کچھ نہیں اس ٹھار، کہ یو بلا غیر نے بسائی، یو آگ غیر نے سلگائی۔ میں عاشق تھی کیا کروں کہیا گیا، منجہ تی نہیں رہیا گیا، منجے بی جھل آئی یو بلا محبت میں ایس پیرا پے لیائی۔ توں بی عاشق ہے جانتا ہے عشق کی ادکل، جاں محبت ہے واں کیا بلا کرتی ہے جھل۔ خدا نہ جھلکا وے جھل کا جھلکار، ایس کوں مار لیتے نہیں آتی عار، تال دوسرے کوں مارتے کیتی بار۔ عشق کی بری ادکل، جتنی محبت اتنی جھل۔ جس محبت کو جھل نہیں، اس محبت کوں بل نہیں۔ جھل تی معشوق بہت آتی یاد

جھل سوں باندے ہیں عشق کی بنیاد ۔ محبت جھاڑ جھل پھول، پھول بغیر جھاڑ کیا دسے گا مقبول ۔ جاں محبت ہے واں جھل آتی، جاں محبت نہیں وہاں جھل کاہے کوں جاتی ۔ فرد :-

یاد آتیاں ملے سو وو راتاں!

دل کوں سمجانے کیا کری باتاں!

ایسے نقش نگار سوں، بہت پیار سوں، کتابت انے خیال کے ہات بھیجی، راتیں رات بھیجی ۔ خیال ۔ جس کی باوتی اگلی چال، فی الحال، اس ہجراں کے کوٹ میں جاکر، اس محبت کے میدان کے کوٹ میں جاکر، دل کوں عاشق کامل کوں یو کتابت انپڑایا، زبان سوں بولیا، جو کچھ زبان میں آیا ۔ اتال دل دل نہ سنبھال حسن کی کتابت دیکھ آہاں سوں سینہ جالیا، انجھیاں میں تی لہو کے انجھو ڈھالیا ۔ بیت :-

پڑن رقعہ دیا دل جیو کے ہات

کتابت کوں کہتے آدھا ملاقات

عربی میں یوں آئی ہے بات، کہ المکتوب نصف الملاقات ۔ اپس میں اپی فکر کریا، ابھی اس میں کیا مکر ہے کر ڈریا ۔ دل دو چیتیا، دودھ کا جلیا چاچھ پھونک پیتیا ۔ کہیا و غصہ کیا تھا یو پیار کیا ہے، ایسے پیار کوں اعتبار کیا ہے ۔ ایسے پیار کوں کون پتیاوے، ایسے پیار تی یک آدھے وقت جیو جاوے ۔ رقعہ کھول پڑیا، اپنا ہات اپی لڑیا ۔ کہا غیر پر ہزار ہزار لعنت، یو دغابازی کرنے کا کون وقت ۔ اے تو ایک بلا ہو آئی تھی ناپاک نے جیو پر لیائی تھی ۔ بیت :-

کدھر تی آ کہاں ہم بتلا تھی!

نہ تھی یو غیر یو غیرت کیا بلا تھی!

یہاں نہ غیر کا وقت تھا، بارے خیر کا وقت تھا ۔ میرے دل میں ہور شک

حسن کے دل میں ہور گمان، یہاں قصہ کچھ کا کچھ ہوا میا نے میاں۔ بیت :-

جلیتی ہمت جتی فکر اب دھرے گا

خدا کے کھیل یاں کوئی کیا کرے گا

دل بی سمجا کہ گناہ حسن کا نہیں، معشوق جو اتنا منگتے سو بے سبب بیزار ہوتے ہیں کہیں۔ گناہ اس حرام زادی بدبخت کا ہے، گناہ اس پاپن نے رحم دل سخت کا ہے۔ وے پختہ چھنال، بہت نازک چلی چال، مکر بائیں بال، کام خام نہیں ہونے دی، جس سوں کام کری اسے بی فام نہیں ہونے دی، حسن کوں ٹالی، رکھوالاں کوں بی اچھالی، جھگڑے کا جھگڑا لیائی جھگڑا لا کر بی دونو کوں ملائی۔ فرد :-

یو بلا ہے بری قہر کی جائی

کر اپنا کمال کوں انپڑائی

عجب حکایت کی دھات ہے، یو تواریخ میں لکھنے کی بات ہے۔ یو اس کا کچھ کا کچھ ہے خیال، ایسے سوں کوئی کیوں رکھے اپے سنبھال۔ چوری ایلاڑ ہے یو کام چوری تی بی پیلاڑ ہے۔ فرد :-

ایسے چلنتاں میں کوئی اگر آوے

گر فرشتہ اچھے دغا کھاوے

جیوں توڑے تیوں سانڈے، جیوں کھولے تیوں باندے۔ دل صاف کرنا ہی ایسی چھنال کوں گناہ معاف کرنا ہے۔ دل نے عاقل نے کامل نے واصل نے، حسن دھن من موہن جگ جیون کوں لکھیا کہ تیری خوبی کی سوں، تیری محبوبی کی سوں، تیری مطلوبی کی سوں، تیرے مکھ مقبول کی سوں، تیرے سیس پھول کی سوں، تیری نٹ کی سوں، تیرے ست کی سوں، تیری متوالی آنکھ کی سوں، قبول

صورت ناک کی سوں، تیرے اس نازک نرم لعل ہونٹاں کی سوں، تیرے ہاتاں کی مہندی لگائی سو اس رنگیلے بوٹاں کی سوں، تیرے نبا تاں ویسے دانتاں کی سوں، تیری البوج ویسے باتاں کی سوں، تیرے پھولاں ویسے ہاتاں کی سوں، تیری زلفاں کے تاراں کی سوں، تیرے گلے کے ہاراں کی سوں، تیرے چاند ویسے جوبن کی سوں، تیرے چندنی سار کے جھلکتے تن کی سوں، تیری شرزری ویسی کمر کی سوں، تیری اڑدھا ویسی نرکمر کی سوں، تیری راناں کی سوں، تیری ساق کی سوں، تیرے شوق ہور اشتیاق کی سوں، تیرے پانوں کی سوں، توں چلتی ہے سو اس تیرے پانوں تلے کے ٹھانوں کی سوں - فرد :-

عشق اب مرتبہ اوپر آیا !!

کس لطافت سوں دل نخوں کھایا

تیرے کنٹھ کی سوں، تیرے کنٹھ مال کی سوں، تیری ٹھڈی کی سوں پھر، گال کی سوں، تیری نازاں بھری چال کی سوں، تیرے گھنگر والے بال کی سوں، تیری قبول صورتی کی سوں، تیری مدن مورتی کی سوں، تیری وفا کی سوں، تیری جفا کی سوں کہ جو میں یو رقعہ پڑیا، تو سو حصہ اگلا بنجے محبت کا اثر چڑیا - کہ یہاں نہ گنا تیرا ہے، نہ کچھ تقصیر میرا ہے - بیت :-

دو جنیاں ہیں جو کوئی جدائی بھائے

اس اوپر بھی جدائی کیوں نہ آئے

اتنا کری سو یو غیر، اتاں جان دی یو بیر - جوں ہمیں اپنی محبت میں اڑی تھی وہاں اڑو ہماری جدائی کا یو کلکلاٹ اس پھر پڑو - اتاں خدا جانتا ہے کہ میرا دل تیرے بار، بہت ہے صاف، میرے دل میں تیرے باب کچھ نہیں خلاف - اگر سچ پوچھے گی تو اے من موہن پیری، اتنا سب تو رنجہ کری - اگر توں خیال ہور

نظر، وفا ہور تبسم کوں کہہ کر مجھے دار و بے ہوشی نا پلاتی، تو منج پر ہور تج پر ایتی بلا کی آتی۔ توں کرنے گئی پھند، غیر نے وہاں الیس کوں کری بند۔ ایسچ تی کتے ہیں کہ عورت ناقص عقل ہے یو قدیم نقل ہے۔ جیتا عقل مند ہوئی تو بھی عورت کی ذات، کیا اعتبار ہے عورت کی بات۔ بارے دل کہیا، قصا عجب کھڑیا، چور پر مور پڑیا۔ توں اگر اس وصال کے پیچھے پڑ آکے سوتی، تو اس غیر کوں فرصت کہاں تی ہوتی۔ ہوشیاری سوں بلاتی، تو اس غیر کے ہات تی کی دغا کھاتی۔ فرد۔

کسے کیا بولنا کسے کیا فام
اپنی بد سوں کسے سو توں یو کام

اما جیتے اس معاملے میں رہتے ہیں، اس قصے میں یوں کتے ہیں۔ کہ عقل پادشاہ جو شکست کھایا، پھر کر شہر بدن میں آیا، خدا جانے کدھر جا موں چھپایا۔ دل تیر کھا اڑیا، جھگڑے میں گھوڑے پر تی پڑیا۔ ہور صبر کہ عقل کا سر لشکر تھا، بہت دلاور تھا جو عشق کے لشکر تی موڑ کھایا، شہر ہدایت کوں آیا۔ ہمت کوں بولیا کہ دل تو زخمی ہو کر پڑیا، حسن کے ہات چڑیا۔ عقل شکست کھا کر تائب ہوا، خدا جانے کدھر غائب ہوا۔ جو کچھ قضا تھی سو ہوئی، خدا کی رضا تھی سو ہوئی۔ ہمت نے، پیر معرفت نے، سر دھن کر کہیا کہ عقل کا منج پر حق بہت ہے، مطلق بہت ہے۔ شرط یاری یوں ہے، روش دوست داری یوں ہے کہ اس وقت عقل ہور دل کی خبر لینا انوں کوں تقوا دینا۔ بیت۔

جس پر جو کوئی پیار رکھتا ہے
حق یاری ہو و یار رکھتا ہے

کیا جانے انو کا کیا حال ہے، ابھوں کون کون ان کے دنبال ہے۔ بارے اس وقت کچھ یاری کریں، مددگاری کریں۔ کچھ نیک و بد ہوا اچھے گا تو کام زد

ہوا اچھے گا تو، معاملہ رہ ہوا اچھے گا تو، عشق کے لشکر سوں بی پھر کر جھگڑا کریں، رگڑا کریں، یک نانوں کریں، ماریں یا مریں۔ ہمت یو بات کر، لعوابات کر، اپنا لشکر مستعد کیا حضور تی ایک ایک کی گنتی لیا، چاروں طرف تی اٹھیاں فوجاں، جالو قہر کے دریا کی موجاں۔ شہر دیدار کی طرف چلیا عجائب گلزار کی طرف چلیا، جالو ڈونگر ہلیا، ٹھاریں ٹھار خلق کھلبلیا۔ کتیک دیساں کوں قامت کے بوستاں میں آیا، بھائی کوں عقل ہور دل کا احوال پوچھیا گلے لایا۔ فرد:

بعضے یاراں تی جیو ہے بے زار
وقت پر آ کھڑا رہیا سو یار

قامت بولیا کہ اے ہمت، تو خوب یو پوچھیا تج پر ہزار رحمت، آدمی کی ذات میں اتنی اچھنا اصالت نیں تو اصیل ہور کم ذات میں کیا فرق، بھلے ہور برے کی بات میں کیا فرق۔ بے وفا ہور وفادار کوں کیوں کر جاننا، یار ہور اغیار کوں کیوں کر جاننا۔ ایمان کا آدمی ہور بے ایمان کا آدمی پہانچہ دستا ہے، نشان کا آدمی ہور بے نشان کا آدمی پہانچہ دستا ہے۔ عقل پادشاہ نے ایتیاں کوں لیا دیا، کھلایا پلایا، ولے اس وقت اسے پوچھنے تج بغیر یہاں کون آیا۔ جن اس کی خاطر تیرا دل تلملیا۔ یتوں دسرے کا دل نہیں جلیا، جوں اس کی خاطر توں جلیا، یتوں دسرا انہیں تلملیا۔ ایتاں کیا پوچھنا اس کا حال آج یک سال ہے، کہ دل ہجراں کے کوٹ میں بہت بدحال ہے ہور عقل بی شہر بدن کوں گیا ہے، اپنے قدیم وطن کوں گیا ہے۔ عشق کا بہت لشکر ہے، عشق بہت زور آور ہے۔ عشق سوں جیتا کوئی لڑے گا، پورا نا پڑے گا عشق سوں مل چلے تو چہ نفا ہے، نہیں تو بہت جفا ہے۔ عشق تی لڑ کر کیا کیا، جھگڑ کر کیا کیا۔ اپس کوں خراب کیا، اپنا لشکر خراب کیا، اپنا گھر خراب کیا۔ لڑ کر کیا

پایا، اپنا بھوم گنوایا۔ شرم کوں بول لایا، خدا کی خلق کوں دکھلایا، بہت اسخرپچتایا،
ضرور کوں لڑنا کہیں کہے ہیں، ضرور کوں جھگڑنا کہیں کہے ہیں۔ بیت:۔

عقل سوں لڑا وال عقل سوں بچار
عقل جاں نا چلے وہاں تروار

عاقلاں نے بی یوں کئے، کہ آخر الدوا الکے۔ یعنی جو درد دارو تی خوب
نہیں ہوتا اسے داغ دینا، یو بات انو تی کہے کہ اس بات تی کوئی کچھ پند لینا
ایک بات ہے میری قام کر، جتنا سکے گا اتنا دوستی سوں کام کر۔ عشق بہت بڑا
پادشاہ زور آور، سبع سوں لڑ، عقل تے نکو پڑ ٹک ملاحظہ کر۔ فارسی میں
کتا ہے۔ فرد:۔

ہر آں کہتر کہ با مہتر ستیزد
چناں افتد کہ ہر گز بر نخیزد

ضرور کوں جیو پر آئے تو کوئی لہوے پر ہات بھانا، جیچ لہوے پر ہات بھانا
نیں سو بلا جیو پر لیانا۔ یو کیا قام ہے، یو کیا کام ہے۔ توں لڑے گا ہمت ہے،
ولے اس کام میں بہت زحمت ہے۔ اس قام پر نکو پڑ، نکو لڑ، نکو جھگڑ۔ صلح
سوں کام نا ہوئے تو لڑنا، تدبیر نا چلے تو جھگڑنا۔ خدا نے عقل دیا ہے قام، جو کچھ عقل
میں درست آتا وو خوب ہے کام۔ یو عقل تھا اسے کیوں بھایا، خیر مستعدی سوں
عشق پر چل کر آیا۔ اپنا عاقل تھا، وے خوب لوگاں ملانے تی غافل تھا۔ اگر خوب
لوگاں ملاتا تو کچھ تو بھی آسودگی ہوتی اپنا جفا نا پاتا۔ توں بی لڑنے منگتا ہے ہمت
ہے لڑ بنگا دلاور ہے نر ہے، ولے اس لڑنے تی نا لڑے تو بہتر ہے بیکایک جھگڑنے
کی مملو کر قام، شاید جھگڑنے تی ..... صلح سوں بہتر ہوے کام۔ لڑائی
کوں نکو کر بہت اضطراب، بھوتاں کا ہوے گا گھر خراب۔ توں ایک جیو تیرا تو سہل
ہے، اپنا عالم پر بلا بھانا جہل ہے، عشق کا لشکر بہت بے نہایت۔ جدھر دیکھے گے

ادھر اس کی ولایت - فرد،

عقل کرتی ہے سب آتا یو بچار

لڑ کے مرنے کوں کیا ہے کیتی بار

اتنے اتنے کوں لڑنے کی چٹ خوب نہیں، بھوتیچ آپ خودی بھو تیچ ہٹے خوب نہیں - بڑے ڈونگر پر ننھا ڈونگر پڑے پھتر نِپھتر جدا ہوے ننھا ڈونگر بالو ہو کر سب جھڑے - میری بات توں فام کر، تو ہمت ہے وے ہنر سوں کچھ کام کر - لاعلاجی پر کیا ننھا کیا بڑا، واں خدا سب جاگا حاضر کھڑا - وقت پر خدا تھوڑیاں کے ادھر ہوتا ہے، اعتقاد جٹیاں کے ادھر ہوتا ہے - وو بات جدا ہے پچھیں خدا ہے - سنت میں پیٹ رگڑ کر ...ل اٹھانا، عاقل ہور یو کام کیا نانا - عقل ہور ہمت دونوں مل کر کچھ کام کریا ہے، جاں یکیلے ہمتیچ ہے عقل نہیں واں مرنا ہے - حافظ کتا ہے - فرد،

حسنت باتفاق ملاحت جہاں گرفت

آرے باتفاق جہاں می تواں گرفت

ایتال تدبیر اس کی یو ہے کہ عشقیچہ سوں عشق لانا، عشقیچہ کو سمجانا، عشقیچہ کوں اپنا کرنا، عشقیچہ کوں منانا، عشق کوں اپس سوں راضی کر لینا، اپنی پیش بازی کر لینا - اگر عشق کنے یوں التجا لیائے گا، عشق بہت بڑا بادشاہ تیری مراد کوں تجھے اپنڑائے گا، توں اپنی مراد پائے گا - عشق کوں بہت بھائے گا بہت خوش آئے گا - دوستی سوں پیش آنا کچھ عیب نہیں ہے، جوں خویشاں سوں خویش آنا کچھ عیب نہیں ہے - دنیا میں آشنائی ہور مروت اچھی ہے، مہر اور محبت بی اچھی ہے - اگر کوئی بڑے کی ادب رکھیا تو ننھا نہیں ہوتا، نیں رکھیا تو کوئی کسی کے کام میں منا نہیں ہوتا - بڑیاں کی ادب رکھنا اپنی بڑائی ہے، یو بڑیاں نی آئی ہے، یو بڑائی

ننھاں کوں بڑیاں کوں سب کوں بھائی ہے۔ بیت:-

عشق سوں کچھ علاج چلتا نہیں

عشق سوں صلح باج چلتا نہیں

عشق جاگتا، ہرگز نیں سوتا، عشق صاحب قدرت عشق تی سب کچھ ہوتا۔ ہمت کہیا جو کوئی مرد ہے وو لڑنہارا چہ ہے، دشمن پر جاکر پڑنہارا چہ ہے۔ لڑنچہ پر آیا تو کیا پچھے جاتا ہے، ولے قامت کا اندیشہ مجھے بہت بھاتا ہے۔ قامت بہت عقلمند ہے، قامت کنے بہت عقل کا بند ہے، جو کچھ قامت کہیا سب دو پند ہے۔ قامت ہمت کا بھائی، قامت کی نصیحت ہمت کی خاطر آئی۔ ہمت لشکر سب اپنا قامت کنے چھوڑیا۔ قامت کے کہے پر عشق سوں عشق جوڑیا، ہمت دانش میں آکر، دنیا کا عالم خاطر لیا کر عشق سوں ملیا جاکر۔ دل کا کپٹ دور کیا ہٹ دور کیا۔ عشق پر اعتقاد لیایا، عشق کوں بہت بھایا، عشق نے ہمت کو گلے لایا۔ عشق کوں ہمت پر بہت مہر آئی، یہی بات سب کے بھائی، رہنے کو عجائب نادر ایک جاگا دیا، بہت تواضع بہت تعظیم کیا۔ بات کی مانند گی چڑی تھی سو اس کا اتار ہوا، ہمت کا دل جمع خاطر قرار ہوا۔ فرد:-

عشق و ہمت یو دو ملے جس ٹھار

کام کرتا تمام واں کرتار

پچھیں عشق نے اسے ایک رات خلوت میں بلایا، ہمت نے لئی باتاں ادھر ادھر کیاں جدھر تدھر کیاں سنایا۔ اس باتاں میں عقل ہور دل کی بی بات لیایا، ہور اس دضا سوں خاطر نشان کیا ہور یوں سمجایا، کہ عشق بہت خوش ہو کر راضی ہوا عشق کوں بہت خوش آیا۔ آخر قرار یوں ہوا مدار یوں ہوا کہ عشق پادشاہ عالم پناہ ظل اللہ صاحب سپاہ کے گھر کی عقل کوں وزیری دینا

سب پما امیری دینا۔ عشق جیسے پادشاہ کوں عقل جیسا وزیر ہونا، اس آفتاب کوں ایسا بدر منیر ہونا، ایسا صاحب ضمیر ہونا، ایسا صاحب تدبیر ہونا۔ دلاور لوگاں کی صحبت نہیں بھائی بادشاہی جاکر وزیری آئی۔ وہم نے ہانکاں مار مار دکھلایا راہ، عقل نہیں چلیا وہم کا کیا گناہ جاں بادشاہی ہے واں دلاور لوگاں بہت درکار ہیں، دلاور لوگ ایک وقت کے یار ہیں۔ یاری سوں آخر جوں تیوں ہمت نے کام کیا، عقل کی قدرت عقل کی عقل خام کیا، خیر سوں گزرانیا اپنا نام کیا۔ اگر اسے دعوانا جاتا تو کیا جانے عقل پر کیا دکھ آتا۔ جیو نے پاتا یا نپاتا۔ فرد:۔

کام کر نیں سکیا عقل کا پھیر
عشق آخر کیا عقل کوں زیر

عشق پادشاہ عالم پناہ ظل اللہ صاحب سپاہ نے اپنے مہر خورشید چہر سر لشکر کوں، دلاور لڑکوں فرمایا کہ شہر بدن کوں بیگ جا ہور عقل کوں بہت دلاسا دے کر، بہت دل ہات لے کر عزت سوں حرمت سوں مہر سوں محبت سوں مروت سوں سمجا کر، منج لگ لے کر آ ہور کہہ کہ دل آزردہ نکو کر وقت پر نظر دھر۔ اے دنیا کدھیں زیر کدھیں زبر کدھیں تلے کدھیں اپر۔ کدھیں پیش کدھیں پس، کدھیں رس کدھیں بکس۔ ایتاں ہمنا تپیا نا کئی بات کا دغدغا دل پر نا لیانا۔ توں ہمیں بھائی ہے، ہمنا تمنا میں کیا جدائی ہے۔ ہماری وزیری تیری پادشاہی تی کچھ کم نہیں، دل خوش رکھ کچھ غم نہیں۔ اس وزیری میں بی عالم عالم ہے، دنیا کا جینا ایک دم ہے۔ میرا ایک حکم ہے میا نے، باقی دولت توں جانے۔ عذر ہر گز نا کرنا، بیگ ادھر رخ دھرنا، توجہ دھرنا۔ مہر یو بات سن عشق کوں سجود تسلیم کر شہر بدن کوں روانہ ہوا، بہت بیگ بیگ چلیا بہت بیگیچ جانا ہوا۔ عقل سوں ملاقات کیا، جو عشق کہیا تھا سو بات کیا۔ عقل نے دل کا پوچھا احوال، مہر نے کیا

دل بی ہے خوش حال، تیرا بی بلند ہوا اقبال۔ کچھ غم نکو کر، الم نکو کر۔ کر اب انند بدھائی،
تیری مقصود حاصل ہوئی مراد بر آئی۔ عقل اندیش دیکھیا کہ لشکر توٹیا، بادشاہی کا بند
چھوٹیا۔ پھر لڑنے کا سکت نہیں، تدبیر کوں بی گت نہیں۔ خلق پریشان ہے دل یکس سوں
ایک نہیں رہتی ہل، کام بہوتیچ ہوا ہے مشکل۔ ملک سب پھوٹیا لشکر کا اتفاق توٹیا۔
ملک ہوا پراگندہ، صاحب ہو کر بیٹھیا ہر یک بندہ۔ گھر گھر امیر گھر گھر راجہ جت گھر
گھر تدبیر ہر کوئی سر خود کوئی نہیں سنتا کسی کی بد۔ جسے دیکھتا ہوں وو دل میں بد
نیت دھرتا، نوراں سوں پکڑ دینے کی فکر کرتا، عشق پادشاہ سوں بہت ڈرتا۔
لوگاں نے ایمان بدلائے، دل پو بے ایمانی لائے، حرام خوری پر آئے نمک آج لگن
حرام کھائے۔ کس مسلمان میں مسلمانی پنا نہیں رہیا جب بے ایمان ہوئے ایمانی پنا
نیں رہیا۔ جیو دینے کتے تھے جو کام پڑے، وو دوست سب دشمن ہو کر کھڑے۔ ستارے
نے امداد چھوڑیا فلک نے یاری توڑیا۔ آتاں پھر پڑے بخت، آتاں کاں کی پادشاہی کاں کا تخت عشق
سوں بلینچہ میں نفا ہے نہیں تو ایک اپنے کیا کہ سارے عالم پر جفا ہے۔ عشق کوں چھوڑے
تو کئیں ٹھار نہیں، عشق کوں چھوڑے تو آخر بھلی بار نہیں۔ کہیا بہت خوب اے واللہ بسم اللہ
ہمیں دونو مل جاویں کیا کریں ضرور ہے عشق کیا فرمانا سو خاطر لیا دیں۔ عشق سوں ملاقات
کریں، اپنے جیو کے بارے بات کریں۔ پیلا ٹرجوں اچھے گی قضا، تیوں خدا کی رضا، جہر سر لشکر کے
سنگات عقل بی بے اختیار ہو کر راتیں رات عشق کے حضور آیا، دیدے دیدار سوں لایا۔ دعا دیا
دست بوسی کیا، عشق کوں بی بہت بھایا، عشق نے بی عقل کوں گلے لایا۔ دلاسا دیا بہت
بہت سمجایا۔ کہیا آتاں میں پادشاہ توں وزیر تیرے ہات میں دیا اپنا ملک اپنی سب تدبیر تجے
بھائے سو کر، تیری عقل میں آئے سو کر۔ میں مست ہوں لاابالی ہوں میری نگھبانی میں اچھ
میں بی بے پروا خیالی ہوں میری فکر زندگانی میں اچھ۔ میں ہور شراب لگ ہور محبوب، میں
عشق ہوں منجے یوچ خوب۔ باقی کا درد سر توں جانے، یو درد سر منج لگ نکو دے آنے۔ منگتا

ہوں اس دنیا میں نردویس بے غم ہوا چھوں، جوں پادشاہ عالم ہوں تیوں پادشاہ عالم ہوا چھوں۔

القصہ بارے آخر جس وقت کہ عشق پادشاہ عالم پناہ ظل اللہ صاحب سپاہ کی عقل پر وزیری مقرر ہوئی، امیری مقرر ہوتی عشق پادشاہ عالم پناہ ہمت کوں فرمایا کہ دل کوں ہجراں کے کوٹ میں رقیب نے دند سے بند کیا ہے، بہت خوار کر آزار دیا ہے۔ توں جا کرکے خاطر لیا کر، دل کوں، عاشق کامل کوں وہاں اس واصل کامل کوں وہاں تی میرے حضور لیا، ہور اس کے پاؤں میں کا بند کاڑ کر اس رقیب بے نصیب کے پالوں میں بھا۔ ہور غیر کو اس کی دخترنہ ہے، بداختر ہے، ساحر ہے، لوٹنے میں بہت ماہر ہے، اسے بی خوب قلیب جلگے میں قید کرکر آ۔ جو وہاں تی کنیں نکل جاوے، و کنیں جھانکنے کی فرصت نا پاوے۔ دو بہت بری ہے، شکر کی چھری ہے۔ جاں جائے گی، واں بلا بسائے گی۔ ہمت نے عشق پادشاہ عالم پناہ صاحب سپاہ کوں سلام کیا، مدعا سب فام کیا۔ ہجراں کے کوٹ کوں چلیا، جوں پارا لوزان میں ڈھلیا۔ دہاں جا کر لڑ کر جھگڑ کر کوٹ لیا، جھگڑا فتح کیا۔ دل کوں اس کوٹ میں تی بھار لیا یا۔ دل میں پالوں میں کا بند کاڑ کر اس رقیب بے نصیب کے پاتوں میں بھایا۔ ہور غیر کوں بھی پر لتے گھر میں شیطاناں کے گزر میں چھوڑیا، چاروں طرف تی کانداں چنیتا، دروازاں کے پاٹاں جوڑیا، کہ دسری بار ایسی شیطانگی نہ کرے۔ دردیس ادب پاوے ٹک ڈرے۔ غیر خاطر بی جیو تلملاتا، و لے کیا کرنا دنیا کام ہے ادب کئے بلج نہیں چلتا۔ کیا خفی عقل آئی غیر نے جیسا کری ولیسا پائی۔ پچھیں ہمت نے دل کوں عاشق کامل کوں واصل کوں بہت یاری سوں بہت دوست داری سوں عشق پادشاہ عالم پناہ صاحب سپاہ کے حضور لیایا، دل کوں ہور عقل کوں ہور عشق کوں ایک جاگا ملایا۔ یو سب جوں سگے، ایکس

کے ایک گلے لگے ۔ کیا عداوت ہور ہٹ ووز ہوا سب کوڑ کپٹ دور ہوا ۔ فتوا لوٹیا
حرکت بھاگی ۔ دشمنی ستی دوستی جاگی ۔ آخر عقل ہور عشق ہور ہمت مل اندیشے کہ دل کا
حسن سوں عقد کرنا ، اس کام پر جد دھرنا کہ دل نے حسن خاطر بہت جفا دیکھیا ہے
بہت سو سیا ہے ۔ سب ملے سب ہوئے خوشحال کہے اتال دل کوں نا بسرنا ، یو کام
اندیشے ہیں سو کرنا ۔ اس کام کوں سب قرار دیئے بیاہ کا کاج مانڈے ڈیرے ٹھایں
ٹھار دیے گھر سنوارے جاگا جاگا نقش نگارے ، صدر بچھائے ۔ پاچے رنبھا اُرسی
بنیکا پاتراں آکر ناچے ۔ ٹھاریں ٹھار آرایش کئے ، دل سورج کا حسن چاند
سوں جلوہ دیئے ۔ ناز ، غمزا ، عشوا لطافت مہر چھند یو چند نیاں ساریاں اس
سورج پر اس چاند پر تارے واریاں ، عالم ہوا سب شہ مات ، دیس نی روشن
ہوئی رات ۔ مشتری تماشا دیکھنے آئی ، زہرہ نے جلوہ گائی ۔ حسن ہور دل کا عقد کئے
سب مل مبارکبادی دیئے ۔ اتال غم بسر نے خاطر عشرت کی خلوت کرتے خاطر
پھولاں سوں سیج سنوارے ، چھپر پلنگ کا پردہ اتارے ۔ دونو دل کھول لئے گزریا
قصہ بول لئے ۔ ایکس کوں ایک گلے نی لاتے ایکس پر ایک قربان جاتے ۔ ایکس کی
خاطر ایک ترپھرتے ایکس کے پانوں پڑتے ، ایکس کوں ایک شرطاں کرتے ، آہ
مارتے ، اساس بھرتے ۔ ایکس کوں ایک دیکھتے نیند اڑگئی نہیں سوتے ، اتال کی
خوشی یاد آئی تو ہنستے اول کا دکھ یاد آتا تو روتے ۔ ایس میں اپے جیوں جاتے
تیوں بہت سوادسوں سب رات گزراتے ۔ پانوں میں پانوں سینے سوں سینہ ادھر
پر ادھر ہات میں ہات ، دونوں مل یوں سوتے جانو ایک وجود ایک ذات ، نازاں نی
گھونگھٹ کھولے ، غمزیاں نی باتاں بولے ۔ نخریاں کا ہجوم چڑیا عشواں نی سن اڑیا ۔
چھنداں نی جھڑ لائے چالیاں نی تماشا دکھلاتے ۔ لطافت ذوق میں آئی ، دیدیاں کوں
بہت رجھائی خوش نمائی ۔ مروت چلبلنے لگی ۔ محبت آنکھیاں میں کھلنے لگی ۔ بنگڑیاں

شور کیاں گھنگرو ٹل اچائے۔ کمرتی زرکر کھلیاں ہاراں سینے پر زندلائے۔ پھولاں خوئے میں بھگے تو کانو پچہ کملائے۔ خوشبوئی کی ڈوری چھٹی چوندھر باس کی مہکار اٹھی۔ دو چار پیالے شراب کے پیتے۔ دنیا میں جو کچھ کرتے سو گئے۔ غمزے کرے بلا کرے بہت غلبلا کرے۔ غنچہ کھلیا پھول ہوا سب تن سیج ہوئی گلاں کا چمن۔ الماس سوں کھوٹے، یاقوت کا کھن، بہار نکل آئے لعل رتن۔ یاقوت کے ریزیاں کی طبلی پھٹی، دھن ہانگ ماری چلچلا کر اٹھی۔ دل پادشاہ چتر جوہری بہت شناتا، ببند دھیاان ببند ھا موتی کا دانا۔ حسن نار کری روتے کے بہانے دل لگیا گلے لالا سمجھانے۔ روتی تھی سو یکایک ہنس پڑی۔ بھی اپس میں دونچہ بگلے لگنے لگی۔ گھڑی گھڑی، بھی وہی محبت وہی پیار، ایکس پہ ایک صدقے ایکس پر ایک بلہار۔

الحمد للہ دونوں کوں ہوا وصال، اپنا دل خوش تو سب عالم خوش حال۔

دل کوں ملیا جیو کا جانی، یو وصال مبارک یہ خوشی ارزانی، اتنی جفا دل پر پڑی تو میسر ہوئی یو وصال کی گھڑی۔ مرداں نے مشقت سوں امید کے دروازے کھولے ہیں من طلب شیئاً جدّ وجد کر بولے ہیں، یعنی جو کوئی جس کام جد دھریا، ان کے دو کام کریا۔ بند ایک دل سوں جو امید کیا، خدا اسے البتہ وو امید دیا۔ بارے آخر دل کی محنت سب فراغت ہوئی، مشقت راحت ہوئی۔ جفا وفا ہو آیا۔ غم نشاط کا ہار لیایا۔ رونا ہنسی کا پیا لباس، دلگیری خوشحال ہور ہی یاس۔ دشمنی دوستی ہو آئی، کھٹائی میں میٹھائی بھائی۔ پریشانی جمعیت کا کی کام، نامرادی مراد ہوئی تمام۔ حسن ہور دل الزدولو کا بھیاڈ ہوا، الز دولو کے عشق کا نیاڈ ہوا۔ پچھیں یک دیس دل ہور ہمت ہور نظر، تینو شراب پیئے، تینوں مست بے خبر، تماشا دیکھتے دیکھتے رخسار کے گلزار میں آئے، دہن آب حیات کا چشمہ پائے۔ وہاں دیکھتے ہیں یک پیر سبز پوش، کلاہ زرتا بنا گوش، صاحب ہوش۔ اس چشمے پر کھڑا ڈلتا

ہے۔ جو کوئی اسے دیکھیا وو بھلتا ہے۔ وو پیر سو مکڑی کا پاچ، بہت خوب واچ واچ بہت آلا چاروں طرف ہرے نور کا اجالا۔ دیکھنتچ جیو جا تا بھی آتا، یوں دیکھنا عاشق کوں بہت بھاتا۔ اگر یوں آب حیات یوں جیو تا کرے گا ایک بار کیا کہ ہر عاشق ہر روز ہزار ہزار بار مرے گا۔ آب حیات کا مدد ہر دم، اتال عاشق کوں مرنے کا کیا غم۔ ہوساں سوں مرتے آتا، ہزار ہزار کچھ فکراں کرنے آتا۔ ہمت بولیاں دل کوں کر اے دل یہاں کچھ چیت دھر، اس پیر سوں روشن ضمیر سوں قدم بوسی کر۔ کہ یو پیر خضر پیغمبر ہے، آب حیات کے چشمے پر ہے۔ دل نے جوں ہمت بولیا تھا تیوں نچہ دوڑ کر اس پیر کی قدم بوسی کیا، ادب سوں نزدیک بیٹھیا اس پیر کی دعا لیا، جو دل کے دل میں راز کا خیال آیا، خضر نے بی انکھیاں سوں وو نچہ اشارت دیکھلایا۔ دل ہور انکھیاں سوں بات ہوئی دلے وو بات دلوں کے سات ہوئی۔ خضر نے فیض دل کوں انپڑ یا اپنی مراد کی منزل کوں انپڑ یاں۔ دل نے خاطر قرار کیا۔ گھر دار کیا روزگار کیا۔ دل کوں فرزنداں ہوتے فرزنداں خردمنداں ہوئے۔ اس فرزنداں میں کا بڑا فرزند سو یو کتاب، لائق قابل مستفید ہر باب۔ اپنے وقت کا لقمان افلاطون، اپنے وقت کا فرہاد مجنوں۔ اپنے وقت کا خاقانی، انوری، سعدی اپنے وقت کا ظہیر کمال، سلیمان اپنے وقت کا ہر ایک بات کا ہادی، کلام کا صاحب، فام کا صاحب، الہام کا صاحب، ہر یک کام کا صاحب۔ روشن ضمیر صاحب تدبیر، ہر فن میں ماہر۔ چھپیا سب اس کے آنگے ظاہر۔ خدا کا واصل صاحب دل عاشقاں کا رہنما صاحب حال صاحب حاصل۔ ہاتف غیب کا آواز، محرم اسرار محرم راز۔ رازداراں کا آدھار، عاشقاں کے جیواں کا یار، مجلس کا سنگار، دل کے باغ کا بہار، سر تی پاؤں لگ گلزار، پادشاہاں کی مجلس میں پھرے، موتیاں کے دریا میں ترے، عاشقاں کا دل بہلاتا، معشوقاں کوں تپاتا، سب کے دل کو لبھاتا، بہت خوش شکل بہت خوش رو، پادشاہاں کوں

اس کے دیکھنے کی آرزو، ہزار قصے، ہزار شعر ہزار لطیفے یاد، جس کے نزدیک بیٹھے اس کا دل ہوئے شاد۔ سب کے دلاں کا آرام سب کوں اس سوں کام، بہت اس میں عقل بہت اس میں فام، سب کام میں تمام۔ جاں یو اچھے واں دلگیری نا کا دے۔ صحبت اس کی سب کوں بھا دے۔ بات اس کی جوں شکر جوں نا بات، جو لگن دنیا تو لگن اسے حیات۔ بارے جس وقت تھا ایک ہزار و چہل و پنج اس وقت ظہور پکڑ یا یو گنج جو کوئی صاحب سخن اچھے گا، جو کوئی صاحب فن اچھے گا، اسے یو سخن اثر کریگا۔ مست بیخبر کرے گا، اپنا کرے گا، اپنی ادھر کرے گا۔ د و پچھانے گا وو اس بات کی قدر جانے گا۔ ہمنا یاد کرے گا۔ اپنا دل شاد کرے گا۔ دل پر نی جائے گا فکر اسے ہماری لگنے کی ذکر۔ ہماری بات کی لطافت کے پیالے کا اثر چڑے گا، ہزار اعتقاد سوں بدل و جان ہماری سلامتی کی فاتحہ پڑے گا۔ عجب مرد تھا کہے گا، عجب صاحب درد تھا کہے گا، عجب کامل تھا کہے گا۔ عجب واصل تھا کہے گا۔ ہزار شکر کہ بارے الحمدللہ کتاب تمام ہوا، مقصود حاصل ہوئی سب کام ہوا۔ زور سوں نہیں آنا خام، سچ سوں لگتا کام تا تال جوں حق ہور دل اپنی مراد کوں انپڑے، اپنے کمال اعتقاد کوں انپڑے، تیوں پادشاہ ہور پادشاہ کے دوستاں پادشاہ کے عزیزاں پادشاہ کے خویشاں قرابتاں پادشاہ کے پیاریاں پیارے مانے منگہارے، پادشاہ کے خدمت گاراں، دولت خواہاں، دعا گویاں امیدواراں، سب اپنی مراد کوں انپڑوں، الوکوں غیب کی نعمت سپڑو۔ رزق فراخ اچھو، ہمیشہ بعیش عشرت اچھو، عمر دراز اچھو، دائم بدولت اچھو، عاقبت بخیر اچھو، ایمان سلامت اچھو، آمین یا رب العالمین۔

تمام شد

اعتقاد پبلشنگ ھاؤس پہاڑی بھوجلہ دہلی ۶
کی دیگر مطبوعات

۱- اُردو شاعری میں واسوخت

(زیر طبع)

مصنف انیس حسن ایم اے لیکچرر شعبۂ اُردو

دہلی کالج دہلی

۲- لال قلعہ کی آخری جھلک

(زیر طبع)

مصنف ناصر نذیر فراقؔ - مرتبہ انیس حسن ایم اے

۳- اور تلوار ٹوٹ گئی

نسیم حجازی قیمت ۵۰-۸

۴- الفاروق

مولانا شبلی نعمانی قیمت ۰-۶

۵- حضرت عمر فاروقؓ

مولانا مجاز اعظمی قیمت ۵۰-۲

۶- عزیمت و دعوت مولانا آزادؔ قیمت ۷۵-۲

فرہنگِ الفاظ

قصّۂ حُسن و دِل

الف

آبلوج - ابلوج	مصری
آپتا	خودسر، خوددار
آٹا آٹ	آفت، سخت مشکل
آٹتا	اُٹھتا
آجنوں	اب تک
آدھار، ادھار	سہارا
آرزوماد	آرزومند
آڑ	سہارا - پردہ
آلہ - آلی	اعلا
آنگ لانا	سرمنڈھنا، سرلگانا
اُبرنا	اُبھرنا ۔ باقی رہنا چھٹکارا پانا - بچنا
اُبری	اُبھری
ابھال	بادل - بارش، مرشی
	آسمان अभ्राक
ابھالے مارنا	چھلانگیں لگانا
اپ بھاوتا	من موجی - خودپسند
اُپجان ہاری	اُگانے والی، پیدا کرنے والی

اپچھری	اپسرا - پری
اُپروپ	بہت لطیف - نادر اعلےٰ درجہ کا
اپسکوں	اپنے آپ کو - خود کو
اُپکار	احسان
اپنی دادی پر آنا	اپنی والی پر آنا - اپنی بات پر اڑنا
اپیچہ	آپ ہی
اِت	اِدھر - یہاں
اُت	اُدھر - وہاں
اِتنا	اتنا، اب
इताल اتال	اب
اُتارو	اُتارنے والا
اُتاریا گیا	مارا گیا - قربان ہوگیا
اُتاول	جلدی
اجھوں	ابھی
اُچاٹ	اُداسی - بےزاری
اُچانا	اُٹھانا - بلند کرنا

اچھنا	ہونا
اوہنتری	معلق
آدھر	لب۔ ہونٹ
اُربسی	اُروشی۔ راجہ اندر کے اکھاڑے کی ایک اپسرا کا نام
اڑکے	مشکل میں پھنس کے
اڑیا	مبتلائے مصیبت۔ مشکل میں پھنسا ہوا
اُساس	آہ
استری	عورت
اکراہ	کراہت۔ نفرت
اگلا۔ اگلے	افضل۔ بڑھ کر
الا بلا لینا	بلائیں لینا۔ واری جانا۔
النگ جانا	لانگھنا۔ پھلانگ جانا
اُمس	ہمت۔ حوصلہ
ان	اناج
انا چیتی	انجانے میں بیخبری میں۔
ان بیندھا	ناسفتہ

انپڑنا	پہنچنا
انت	آخر۔ حد۔ اختتام
انتر	فرق
انجانتا	انجان
انجو	آنسو
انجھواں	آنسو
اندلیاں	اندھے
اندھلے	اندھا
اندیشا	سوچا
اندیشواں	فکرمند
انکڑی	اکڑی
انکھی	آنکھ
انگ	جسم
انگے	آگے
اواسوا	ایرے غیرے
اوتار	اعلیٰ درجے کا
اوتاولا	جلدباز
اوتھلی	سطحی۔ کم گہری
اوٹے	برداشت کئے۔ اٹھے
اودھرم	بے دھرم۔ بے دین
اوکل	بے کلی۔ بے قراری

اولاسا	اُمنگ
اولاۓ الالیان	چہل۔کلیل۔جوش
اولکھن	بد چلن
ایتا	اتنا
ایتیاں	اتنی جمع مونث
ایسیج	ایسے ہی
ایکتل	ایک ذرا
ایکس	ایک
ایلاڑ	ادھر
اینا	آئینہ
اینو	اِنھوں۔ اِن

(ب)

باقی	بتّی
باٹ	رستہ
باٹاں	(باٹ کی جمع) رستے
باج	بغیر
بار	دیر
بارا۔باؤ	ہوا
بارہ باٹ	منتشر، ٹکڑے ٹکڑے
باگاں	جمع باگ کی۔ باگھ، شیر
بابیں بال	بال بال
بانچنا	بچنا، پڑھنا
باندی	لونڈی
باندے	بندھے ہوئے
باول	بے وقوف، پاگل
بائیں	کھائی
بپتا	مصیبت، تکلیف
بتری	بانٹ دیا، بانٹا
بجاگ	بجلی
بجر	بجلی، ہیرا
بجوگ	جدائی، مصیبت
بچتر	نادر، انوکھا
بچکنا	چوکنا
بخشن ہاریاں	بخشنے والی
بُدّ	عقل، سمجھ
بدل	لئے، واسطے
بدلائی	بدلا، بدل لیا
بڈھائے	بڑھائے
برد	شہرت، نام، بڑائی
برلی	نادر، انوکھی
بست	چیز
بسراٹ	بھول، فراموشی
بلانا	بٹھانا
بسوار	گرم مصالحہ
بکس	کسیلا پن
بکھانوں	بیان کروں، سراہوں، تعریف کروں۔

بلک جانا	رونا، دکھی ہونا
	تاڑ جانا
بلہار	قربان، صدقے
بنی	خرمن
بُند	بوند
بُندے	بوندیں
بندی	قیدی
بنگریاں، بنگڑیاں	چوڑیاں
بنیچہ	بن یعنی باغ ہی میں
بوٹ	انگلی کا پوروا
بوڑے	ڈوبے ہوئے
بول دھرنا	نام رکھنا، الزام دینا
بوئنٹ	انگلی کا پوروا
بہریاں	جمع بہری کی، ایک شکاری پرندہ
بی	بھی
بیتیا	جان پڑا बेतना جان پڑنا
بے خبراگی	بے خبری
بیسنا	بیٹھنا
بیگ	جلدی
بین	بات
بیگی	جلدی

(بھ)

بھاتے	خواہش، خوشی
بھار	بوجھ
بھاسی	ڈالے گا
بھان	بہن، سورج
بھانا	ڈالنا
بھانڈا	برتن
بھتر، بھیتر	اندر
بھسم ہونا	جل کر خاک ہونا
بھشٹ	(سنسکرت (भ्रष्ट) سے بگڑا ہوا) نادان
بھگائی	بھگوئی
بھگ دی	بھٹ سے، فوراً
بھگنا	سیر کرنا
بُھلنا	فریفتہ ہونا
بھنگ ہونا	خراب ہونا، ٹوٹنا
بھنور	بھونرا
بھوگنا	عیش کرنا

بھوئیں	زمین
بھیاؤ	بیاہ
بھینٹ	نذرانہ، دیدار
بھیدیا	بھیدن
	چھیدنا، سوراخ کرنا
	پیوست ہوا۔

(پ)

پاتراں	طوائفیں، رقاصائیں
پاٹاں	کواڑ
پاچ	ایک قسم کا جواہر
	(زمرد) مکڑی کا
	جالا
پاچے	پیچھے
پار	حد، کنارا
پارد	(مرہٹی) پاردھ شکار
پاڑنا	مرہٹی (पाडणे)
	ڈالنا، سانچے میں
	ڈھالنا
پال	مینڈ، کنگرہ، بند
پالیتی	جاسوس، مخبر

پاییک	قاصد
پت	عزت، لاج
پتیارا	اعتبار، بھروسہ
پتیانا	اعتماد کرنا
پٹی دینا	بہکانا، دھوکا دینا
پچھاڑی کھانا	غیبت کرنا
پچھیں	پیچھے، بعد کو
پران	جان
پرانی	جاندار
پرتے	بساط، مقدرت
پرداس	غلاموں کا غلام
پرس	پارس پتھر، مرد
پرسن	خوش
پرگٹ	ظاہر
پرگم	متفکر
پرمیس	خدا
پڑن	پڑھنے کے لئے
پڑیا	پڑا
پشتی وان	محافظ، مددگار
پکڑیاں	پنکھڑیاں
پگ	پاؤں

پلشٹ، پالشٹ	پلید
پنچنا	مارنا
پنچی	ماری
پنوانا पुनवाना	بٹّہ لگوانا، بے عزتی کرانا۔
پُوچ بچار	پوچھ بچار
پَون	ہوا
پَون داری	ہوا کی طرح
پہراکر	پہن کر
پیرت	پریت، پیار
پیکاں	پیسے
پیکھا	دیکھا
پیکھنا	تماشا
پیلاڑ	پرے، اُدھر

(پھ)

پھانٹے	ٹکڑے
پھاندے	پھندے
پھانکیا	آگے بڑھا، پھیلا ہاتھ پاؤں پھیلا کر سویا دمرہٹی
پھراکر	پہن کر
پھسلا کھائے	فریبی، مکّار
پھکڑیاں، پھنکڑیاں	پنکھڑیاں
پھکٹ	مفت

(ت)

تانتا	چرچا
تانچا	اتنے میں
تتے	گرم
ترپھرنا	بے تاب ہونا
ترپھرے	بے تاب ہوئے
تُرنگ	گھوڑا
تروار	تلوار
تغادے	تقاضے
تفاس	تپاس، تلاش
تفحص کرنا	تلاش کرنا
تقوا	ہمت، ڈھارس
تکبکی	بے قراری
تکپک تکپک	پریشان، بے چین
تلار	سرنگوں
تلملاہٹ	بے چینی

تلملنا	تلملانا
توٹیا	ٹوٹا
تمتماٹ	ہنگامہ، ہلچل
تناخوری	تنہاخوری
تورے	لذیذ کھانے
تولگن	تب تک
تی	سے
تیتا	اُتنا
تیرالو	تیراک
تیزی	تازی گھوڑا

(تھ)

تھنچی	دھوکا دیا
تھی	سے

(ٹ)

ٹومتی	ایڑ، ٹھوکر
ٹونے وایک	جادو ٹونا کرنے والا۔
ٹوتیاں	ٹونے، سحر

ٹھ

ٹھار	جگہ
ٹھاریا	رکھا
ٹھاویں ٹھاؤں	جگہ جگہ
ٹھڈی	ٹھوڑی
ٹھمک	نزاکت بھری چال
ٹھہریا	رکھا
ٹھیل	ٹالم ٹول
ٹھلنا	ٹھکرانا، روکرنا

(ج)

جاترا	میلا
جاچتی	پرکھتی
جالیا	جلایا
جپنا	یادکرنا، ذکرکرنا، وردکرنا
جترب	شیوہ، شعار
جتن	(مرہٹی)، پرورش، سنبھال
جد	جب
جدھاں	جب
جرونا	پچنا، ہضم ہونا
جرٹتے	مقابلہ کرتے
جس	نیک، نام، شہرت
جلوہ گانا	شادی کے گیت، گانا اُرسی مصحف کے گیت گا
جما	جمع

جنا	شخص
جُنڈ	لشکر، فوج
جنگم سادھ	پیر و مرشد
جنے	جس نے
جوبن	پستان
جو لگن	جب تک
جے	جو
جیب	زبان
جیتی	جتنی
جیتے	جتنے
جیو دان	جان بخشی

(جھ)

جھاڑ	درخت
جھال	آگ، لپٹ
جھالاں	چوکڑیاں
جھانپ بھانا	اچھل کود کرنا
جھرے	جھرنے
جھڑتی دینا	محاسبہ دینا، تلاشی لینا
جھڑ لائے	جھڑی لگا دی
جھل	جلن، غصہ، شہوت
جھونٹے	چٹیا کے بال، جھپٹ
جھونٹے کاٹی	عورتوں کی گالی، مونڈی کاٹی

(چ)

چاڑ	غرض، زبردست خواہش، دمڑی، پروا
چاڑی، چاڑی خور	چغلی، چغل خور
چاکھی	چکھا
چالا	عادت
چالے	چال کی جمع، چال، مکر
چپ	یونہی، بلاوجہ، خواہ مخواہ
چت دھرنا	دھیان سے سُننا، دل میں رکھنا
چُتر	ہوشیار، سگھڑ
چتر	تصویر
چترنا	تصویر کھینچنا
چتور	چتر، ہوشیار
چٹ	فوراً، چاٹ، ہوس لالچ

چٹک لانا	پھسلانا
چڑ پھرے	بے تاب و بے قرار ہوئے
چڑے گا	چڑھے گا
چکیا	دبایا، بھینچا، چکلانا فعل متعدی چکل اٹھانا کسی پودے کو مٹی سمیٹ اٹھانا۔
چکور ہوکر	ممنون۔ (۱) مودب ہوکر، تعظیم کرکے، (۲) چکور دار چکور کی طرح۔
چلبلانے	ناز، نخرے، شوخی
چلچلانا	چمکنا
چلنت	چال چلن
چمتی، چمٹی	چیونٹی
چندنی	چاندنی
چنگیاں	چنگاریاں
چوندھر	چاروں طرف
چوڑ	نقصان، خسارہ
چوسار	ہوشیار، سمجھدار
چوساری	خبرداری، چوکسی
چُوڑے	چوطے
چیٹک	جادو، بازی گری، اندر جال
چیکے پکارتے	چیخیں مارتے
چینت	فکر
چینتیا	فہم و فراست سے کام لیا۔ غور و فکر کی۔

چھ

چھاڈنا	چھوڑنا
چھٹ	چھب، رونق، زینت جھلک
چھڑے	ٹپکے، بہے، چوئے
چھلٹا	چھلکا
چھلے	دو واحد چھلا، چھالے
چھند	ناز نخرے، چھل کپٹ، دھوکا
چھنداں	ترکیبیں۔

ح

حمالی کرنا	بوجھ اُٹھانا، مزدوری کرنا

حیفے، حیفی — افسوس

(خ)

خواست — خواہش

خوئے، خوئی — پسینہ

(د)

داتاں — دانت

داٹ — مضبوط، گہرا

داڑی — ڈاڑھی

داس — غلام

دانا دان — دانے دانے، ٹکڑے ٹکڑے

ڈرا ڈرا — ہندی۔ درا دری چھپاؤ، چھپانا

دراہی، دوراہی — آقائی

درس — درشن، دیدار

درسنی — آئینہ

ڈری مارنا — نگرا بن جانا، چپ چاپ چھپ کے بیٹھ جانا

دسنا — دکھائی دینا

دغدغا — اندیشہ، ڈر، دھڑکا

دک — حد، سمت

ڈگدایا — ڈگمگایا، جلایا

دمامے — ڈھول، دھونسا

ڈند — جھگڑا

ڈندسارنا — دشمنی کرنا، جھگڑا لگانا

ڈندلائے — دھندلائے، کمھلائے

دندی — مدعی، دشمن

دوکال — برا زمانہ، قحط، گرانی

دہیں — دہی

دیس — دن

دیس انتر — دیس نکالا

(دھ)

دھات — قسم، طرح

دھاڑ — آفت، مصیبت، ڈاکا

دھانوں — دمڑی، پہنچ، دوڑ

دھایا — دوڑا، لپک کر چلا

دھتیارے — دھوکے باز، دغا باز

دھرکت — خیر، بھلائی
دھگڑ — نرانی
دھنگانا — ہنگامہ، چہل پہل
دھوپ کال — موسم گرما
ڈھوئے — ڈھواکی
دھیر — دھیرج رکھنے والا
قانع

(ڈ)

ڈاٹ — مضبوط
ڈلنا — ڈولنا
ڈونگر — چٹان، پہاڑی
ڈونگی — گہری

(ڈھ)

ڈھتارے — دغاباز
ڈھیگ — ڈھیر، انبار

(ر)

راجوت، راجوٹ — حکومت
راسک، راس — ٹھیک ٹھیک

رانے — راندہ
راویں — طوطا
رتی — ریت، قول
رج — جوش، جذبہ، عیش پرستی
رچ، رچہ — خواہش، لذّت، ذائقہ
بھوک۔
رچنا — تخلیق کرنا، تعمیر کرنا،
بنانا۔
رسری — رسّی
رُسیا — رُوٹھا
رقوم — نام، شہرت
رگڑ مال کرنا — مسلنا
رنبھا — ایک اپسرا کا نام
رن کھام — میدان جنگ کا کھم یعنی
بہت بہادر۔
روس — غصّہ
روں — رواں، بال
رویش — روش
رہنوں — راہنما
ریح — شوق، ولولہ
ریجنا — ریجھنا، فریفتہ ہونا، مائل
ہونا

ریل چھیل	ریل پیل

(ز)

زد	خراب
زہار	زہر
زیست	زیادہ
زیاستی	زیادتی

(س)

سادنا	سادھنا، ریاضت تپسیا۔
سار	فولاد
سارنا	نکالنا، پورا کرنا، چلانا۔
ساندنا	جوڑنا، تیار کرنا
ساندی	دیوانہ
ساوچیت	محتاط، خبردار، چوکس
سُباس	خوشبو
ست	عزت و ناموس، حق راستی، سچ
سُتناری	وقتی، لمحاتی
ستر	پردہ
ستمی	ظالم
سٹنا	ڈالنا، گرانا، پھینکنا
ستی بھانا	بہتان لگانا
سجان	چتر، عقلمند
سچیں مچیں	سچ مچ
سدھ	سِدھ، پیر و مرشد
سدمدرا	حسین انداز
سدھیں	پاک، سنت، جوگی، خدا رسیدہ۔
سراکر	سراہ کر، تعریف کرنا
سرتیجہ	ابتدا سے، ازل سے
سرجنہار	پیدا کرنے والا
سُرگ	جنّت
سرن	پناہ، آسرا
سرنا	تکمیل ہونا، ختم ہونا، کام چلنا۔
سُرنگ	خوش رنگ
سرد	نفیس، خالص، کھرا
سری	مانند
سِری	شان و شوکت، شہرت

سکتا	قادر
سکال	ارزانی، اچھی فصل اچھا زمانہ۔
سکائے	سکھلائے
سگلا	سب، سارا، تمام
سگھڑول	سگھڑ، باسلیقہ
سُل	سُول، تکلیف، چبھن۔
سلک دینا	مُنہ لگانا، بے تکلفی
سلگے	ملے ہوئے
سم	مانند، برابر
سمجھن ہارا	سمجھنے والا
سمدور	سمندر، دریا
سُناہور سُگند	سُنا، سونا، سُگند خوشبو، کھرا ہونا، اچھی نسل اور اچھے خاندان کا
سینٹرنا	ہاتھ میں آنا، گرفت میں آنا۔
سینٹرے	ہاتھ لگے
سنچریا	نمودار ہوا، حرکت میں آیا
سنکھارنا	سنگھارنا، مارنا
سنگھاتی	ساتھی
سنمکھ	روبرو، سامنے، مقابل
سُور	سورج
سورات	خودغرضی، غرض، مطلب
سوسنا	برداشت کرنا
سوسے	برداشت کرے
سنگات، سنگھات	ساتھ
سوال	قسمیں
سہس	ہزار
سیا	سہا
سیر	سر
سیس پھول	سر پر پہننے کا ایک زیور
سیک	سیکھ
سیوست	قابلِ احترام، سچائی

۵۱۰۷ شدھی سچائی

(ش)

شاباں	(جمع شاب کی) جواں۔
شانا	سیانا
شرزہ	تلیندوا، بگھیلا، خوفناک، غصیلا

(ص)

صبا	صبح
صدر	قالین، فرش وغیرہ۔
صُلب	پشت، پیٹھ

(ط)

طما	طمع

(غ)

غزا	دین کے دشمنوں سے جنگ۔
غلبلا	جوش وخروش، بے تابی

(ف)

فام	فہم، سمجھ
فتوا	تہمت، بہتان، فساد۔
فتوے رچی	بہتان لگایا، تہمت لگائی، فساد کھڑا کیا
فند	مکر، فریب، جھانسا

(ق)

قہری قہار	قیامت برپا کرنے والا۔

(ک)

کاچ	کانچ
کاڑنا	نکالنا
کاڑے	نکالے
کاڑی	(مرہٹی) تنکا
کاکلوت	حرص، لالچ
کال	موت، قحط
کالویاں	نالے (پانی کے)

کام گھال	کام بگاڑ
کاں	کہاں
کانَد	دیوار
کُبَل	مشکل
کپٹ	دھوکا
کُتے	کہتے
کتنیک	کئی ایک، متعدد
کچاٹ	جھگڑا، ٹنٹا، فساد
کچواتی	کچپاتی
کچوانا	کچپانا
کدھاں	کب
کدھن	کہیں، طرف
کدھیں	کبھی
کدھیں مدھیں	گاہے گاہے
کسوت	لباس، جامہ
کشٹ	کشٹ، تکلیف
کلا	فن، آرٹ، ہنر مکر، فریب۔
کلا کیتیاں	سنسکرت (कला कृति) کلا سے بھرپور تخلیق، کام شاستر میں چونسٹھ کلائیں مانی گئی ہیں۔ چھل، کپٹ، ہنر، مکاریاں

کلانا	چلانا، للکارنا، جھگڑا کرنا، لڑنا
کلاونتی	مغنیہ، طوائف
کلف	قفل
کلکلاٹ	بے قراری
کلکلانا	شور و غل کرنا، چلانا
کلیمے	کلمے
کنٹھ	گلا
کنٹھ مال	ہار، گلے کی مالا
کنکے	کنکر
کنکرہ	کنگورا
کن، کنے	پاس، نزدیک
کوا	کنواں
کوتی	کوتاہ، چھوٹی
کوتیاں	کُتیاں
کوٹ	قلعہ
کوڑ	بے وقوف، بدنفس
کولگ	کب تک
کولگن	کب تک
کولے	(مرہٹی) कोल्हा سے، گیدڑ

کولیاں	د. جمع کولا کی ، گیدڑ
کوں	کو
کی	کیوں
کیتیا	کتنا
کیتیک	کتنا ہی
کید	مکر ، فریب
کیلیاں	کنجیاں
کیں	کہیں

(کھ)

کھان	کھانا
کھڑیا	واقع ہوا
کھاٹیاں	کھوسٹ ، بڈھی عورتیں
کھلگا	جنگلی بھینسا
کھت	کان
کھورے	غار
کھوڑے	کوڑے
کھیا	کہا
کھیچ	جھنجھلاہٹ ، غصہ

(گ)

گاڑوڑی	مداری ، بازیگر
گانڈا	گنّا
گگجنے لگیا	چہل پہل ہو گئی (مرہٹی)
گ۔	گودا ، گوشت ، بوٹی
گدگڑا	گدلا
گدھن	طرف
گڑ	قلعہ ، کوٹ
گُر دینا	بوسہ دینا
گرڑگا	(مرہٹی) گھٹنا ،
گرڑگا پیٹھ کے	گھٹنا پیٹ کی طرف
اُدھر نوڑتا	ہی جھکتا ہے ۔ اپنا پھر اپنا ہوتا
گگن	آسمان
گُلانا	گھولنا ، گھُلانا
گلتا	پگھلتا
گمبھیری	گہرائی ، سنجیدگی ، بھاری بھرکم پن
گمٹ	گنبد
گمنا	بسر کرنا ، وقت گزارنا
گمیا	بسر کیا ، وقت گزارا
	گیا ، چلا

گنبھیر	گمبھیر، سنجیدہ
گن کر	گوندھ کر، بن کر، سوچ کر
گنونتی	ہنرمند، گن بھری
گُنی	عالم، ہنرمند
گوہی	شیر کے رہنے کی جگہ کچھار

(گھ)

گھابرا	گھبرایا ہوا، پریشان
گھالنا	ڈالنا، بگاڑنا
گھالیا	ڈالا
گھانگرا مگبول	پریشان
گھٹ	سخت، مضبوط، گھاٹ
گُھٹ	گھونٹ
گھر گھالو	گھر برباد کرنے والا
گھیو	گھی

(ل)

لاٹنا	(مرہٹی) بیلنا، ذلیل کرنا۔
لاج	حیا، شرم
لاڑ	پیار
لانا	لگانا
لانڈکا	بھیڑیا
لائی	لگائی
لبن	دودھ
لڑلینا	کاٹ لینا
لڑنا	ڈسنا
لکھن	رونق، چال چلن
لکھندکلا	قلابازی
لکھن ونتی	سلیقہ شعار
لگن	تک
لُوتری	چغل خور عورت
لوڑ	طلب، ضرورت
لوڑنا	ضرورت محسوس کرنا، طلب کرنا، چاہنا
لوکاں	لوگ
لھوا	لوہا، تلوار
لیایا	لے آیا
لیکھن	لئے
لئی	بہت

(م)

ماتا	مست، مدہوش
ماس	مہینہ
ماڑے	ماڑی، بالاخانہ
ماملا	معاملہ
مان	عزّت، حرمت
مانا	معنی
مانیتے	تعظیم کرنے والے، ادب کرتے والے، بڑا ماننے والے
مانڈنا	سجانا، شروع کرنا
مانڈے	سجائے، شروع کئے
مانک	موتی
مایا	اصل، مادہ، جوہر
مت	عقیدہ، اعتقاد، مذہب، ملت، دھرم، سمجھ بوجھ عقل۔
متا	مجال
متا متے	مشورہ کیا
مدتیک	ایک مدت
مدماتا	مست
مرغولتے	چھپاتے
مدن مورتی	کامدیو ایسی شکل وصورت، مجسم کامدیو۔
مرونا	اکڑ اکڑ کر چلنا، ناز سے چلنا۔
مستمنداں	حاجتمند، غمگین
مستید	مستعد
مَشت	سنسکرت (मष्ट) چپ خاموش
مفتن	فساد کرنے والا، فتنہ اٹھانے والا۔
مکری	مکّار
منا	منع
منادی	پکارنے والا
منائی	ممانعت
منگتا	چاہنا
منگنہارے	مانگنے والے
مُنَم	فارسی میں رجز خوانی کرتے وقت اس کا استعمال ہوتا ہے۔ (مونث، خودستائی)

مُتے	میں، درمیان
موپ	سامان، نقشہ
موٹ	گٹھڑی
موٹھی	مُٹھی
موچھاں	موچھیں
موں	منہ
موں پھاٹی	منہ پھٹ عورت
مھاڑی	(مرہٹی)، माडी ماڈی سے بگڑا ہوا۔ چھجّا۔
میانے میاں	درمیان
میرا	میل
مینکا	اندر کے اکھاڑے کی ایک اپسرا جس کے بطن سے شکنتلا پیدا ہوئی
میہوں	مینہ، بارش

(ن)

نابات	نبات، مصری
ناٹنا	بھاگنا
ناٹے	بھاگے
نار	عورت
ناری	عورت
ناندنا	زندگی بسر کرنا سلیقے سے، سگھڑاپے سے۔
ناہوسی	نہ ہوگا
نباڑ	نبیڑ
نباڑنا	نبیڑیا
نبتر	بدتر
نبڑیا	نبیڑا، طے کیا، سُلجھایا
نپٹ	بالکل
نَت	نتھ، ناک کا زیور
نچینت	بے فکر
ندان	نادان
نرجیوں	بے جان، مردہ
نروالے	نرالے، الگ
نرڑی	نرخرہ
نرڑیا	(مرہٹی) اڑا، مرکا
نزدیک	نزدیک
نس	رات
نقشاں چینا	عیب چینی کرنا

نقیض	ضد، اُلٹا، توڑنے والا۔
نکامی	نکمی
نکو	دمڑی، نہیں
نکھ	تھوڑا، ذرا سا
نگہ داشتی	خبرگیری، دیکھ بھال
نگانا	لوٹنا
نگائے	لوٹے
نوال	نشیب
نوال نیچہ میں	نشیب ہی میں
نوال نوتی	نیا، تازہ
نوچہ	یونہی
نوڑتا	جھکتا، مڑتا
نوی، نوا	نئی، نیا
نھاٹنا	بھاگنا
نھاس جانا	بھاگ جانا
نہن پن	بچپن
نھنواد	بچّہ
نھنوادان	بچّے
نیاٹیا	بھاگا، بھاگ گیا
نیاؤ	انصاف
نیٹ	دمڑی، استقلال، زور
دستی	درستی
نیچھے دشمن	مارِ آستین، بظاہر دوست، بہ باطن دشمن
نیم دھرم	ایمان، عقیدہ، انصاف

(و)

واچیچ	جلال ہی، طاقت ہی
واچ واچ	واہ واہ، خوب خوب
وادی	داؤں
واز	بے زار، تنگ، پریشان
واقا	واقعہ، مصیبت، حادثہ
وُثاق	گھر، مکان
ور	غالب
وزا	وضع
وصول	اصول

(ھ)

ہاٹ	بازار
ہب	اب
ہتی	ہاتھی

ہٹ پکڑنا	مضبوطی سے پکڑنا
ہیچ	احمق
ہلک جانا	سسکنا، ہچکی بندھ جانا۔
ہلگیا	اٹکا، پھنسا
ہلگے	اٹکے، پھنسے
ہم	ہمت، حوصلہ، مقابلہ
ہکارنا	للکارنا
ہویت	ہونا، وجود
ہوڑ	شرط، بازی، احمق
ہیری	تلاش کیا، دیکھا
ہیڑا	دل

(ی)

تیا	اتنا، کیونکر، چونکہ
یک کولے	ہم آواز
یراق	لڑائی کا سامان، ہتھیار اسلحہ مطلق سامان و اسباب کے لئے مستعمل ہے۔

عربی اقتباسات کی تشریح

(۱) اَلْعِلْمُ نُقْطَۃٌ وَکَثَّرَھَا جُھَّالُ (حدیث)

علم ایک نقطہ ہے مگر جاہلوں نے اس کو بڑھا دیا ہے۔ یعنی حقیقت صاف اور واضح ہے مگر جاہلوں نے اس میں اپنی طرف سے اضافے کر لئے ہیں۔

(۲) وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ (کلمہ)، خدا ایک ہے اور اُسکا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۳) اَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ (قرآن پارہ ۳۰)

یہ سورۂ اخلاص کا جزو ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا ایک ہے، بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔

(۴) کُنْ فَیَکُوْنُ (قرآن) ترجمہ:۔ تو ہو جا پس وہ ہو گیا۔

تشریح: خدا جب مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ صرف یہ فرماتا ہے کہ کُنْ۔ اس کے بعد کائنات خود بخود معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔

(۵) اِذَا تَمَّ الْعِشْقُ فَھُوَ اللّٰہُ (مقولہ) جب محبّت کامل ہوگئی تو وہ خدا ہے یعنی عشق کا کمال ہی ہمہ اوست میں مضمر ہے

(۶) صاحب طاھا و یاسین صاحب اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ (قرآن)

ترجمہ۔ طاہا اور یاسین والے، اِلّا رحمۃ للعالمین والے۔ طٰہٰ اور یٰسین قرآن کی دو سورتوں کے نام ہیں۔ پہلی سورت پارہ ۱۶ میں اور دوسری پارہ ۲۲ میں ہے۔ یہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب ہیں۔ اسی طرح دوسرا جزء قرآن سے لیا گیا ہے۔ پوری آیت (وما ارسلناک اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ) ہے۔ یعنی اے رسول ہم نے تجھے دنیا والوں کے لئے

رحمت بنا کر بھیجا۔ مراد یہ ہے کہ محمدؐ کی شان میں خدا نے طٰہٰ، یاسین اور الرّحمٰن رحیمًا الخ جیسے القاب کا ذکر کیا ہے۔

(۷) لولاک لما خلقت الافلاک (حدیث قدسی) ترجمہ: خدا فرماتا ہے اے رسول! اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمان پیدا نہ کرتا۔ مفہوم یہ ہے کہ یہ سب کائنات صرف محمدؐ کی وجہ سے پیدا کی گئی ہے۔

(۸) انا و علی من نورٍ واحدٍ (حدیث) یہ حضرت علی کی تعریف میں ہے۔ محمدؐ نے فرمایا کہ میں اور حضرت علی دونوں ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۹) لا الٰہ الا اللہ (کلمہ طیبہ) یہ کلمہ کا پہلا جزء ہے۔ یعنی خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس میں خدا کی وحدانیت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۰) واذا خاطبہم الجاھلون قالوا سلاما (قرآن پارہ ۱۹) اس آیت میں خدا کے نیک بندوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ میرے نیک بندے وہ ہیں کہ جب کبھی جاہل انکو مخاطب کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جاہلوں کی گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے بلکہ سلام کر کے اُن سے کنارا کش ہو جاتے ہیں۔

(۱۱) اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے مردود شیطان سے بچائے۔

(۱۲) ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ (قرآن پارہ اوّل) اس میں کفار کا ذکر ہے۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔

(۱۳) نصرٌ من اللہ وفتحٌ قریب (قرآن پارہ ۲۸) اللہ کی طرف سے مدد ہے اور کامیابی قریب ہے۔

(۱۴) اَلحیاءُ من الایمانِ (حدیث) ترجمہ: شرم و حیا ایمان کا جزو ہے۔
(۱۵) عَلیکَ السّلامَ - تجھ پر بھی سلام ہو (یہ سلام کے جواب میں بولتے ہیں۔
(۱۶) لاحول ولا قوۃ الا باللہِ (کلمہ) قوت اور طاقت صرف خدا کے ساتھ ہے
(۱۷) مَنْ ذاقَ عَرَفَ - (مقولہ) جس نے چکھا اس نے جانا یعنی کسی چیز کی
حقیقت کا پتہ اسی وقت چل سکتا ہے جب تم اس کو آزمالو۔
(۱۸) مَنْ ماتَ لِلعِزتِ فقد ماتَ شہیداً ومن قتل عند العزتِ
فھو شھید۔ مطلب۔ جو شخص عزت کی خاطر لڑتا ہوا مرگیا، وہ شہید ہے
اور جو عزت کے لئے قتل کردیا گیا وہ بھی شہید ہے۔
(۱۹) تاللہِ توکلتُ علی اللہ۔ خدا کی قسم میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں۔
(۲۰) اِذا جاءَ القضیٰ عمی البصر - (ترجمہ) جب خدا کا حکم نازل ہوجاتا
ہے تو انسانی بصارت زائل ہوجاتی ہے
(۲۱) التعجیل من الشیطن والتأنی من الرحمٰن - (مقولہ) جلدی کرنا
شیطان کا کام ہے اور سکون سے کام کرنا خدا کا کام ہے۔
(۲۲) آخِر الدّواءِ الکیُّ (مقولہ) آخری دوا داغ دینا ہے۔
(۲۳) مَنْ طَلَبَ شَیئاً جِدّاً فَوَجَدَ - (ترجمہ) جس نے کوئی چیز بہت
زیادہ طلب کی اُس نے وہ چیز حاصل کرلی۔

ختم شد